

اگست ۱۹۹۵ء

قیمت ۵ روپے

ہاں سنت و جماعت کا ترجمان
فکرِ رضا کا مین

الامكان

ماہنامہ

چیتا پور: محمد رفیع طاہر ضوی



پاکستان



اختر صرف الاتبریری

نیز اہم مقاماً

کثر الایمان سوسائٹی (جسٹڈ) لاہو چھاؤنی

یہاں پر ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق مفید ترین کتب نیز سو سے زیادہ اخبارات اور رسائلِ جرائد اور تقاریر و نعت خوانی اور دروسِ قرآن و حدیث کے آڈیو و ویڈیو کیسٹ بلا معاوضہ دستیاب ہیں

نوٹ:- ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۳ء سے اب تک اخبارات اور رسائلِ جرائد محفوظ ہیں

اوقاتِ کار

موسم گرما — یکم اپریل تا ۳۰ ستمبر — روزانہ شام ۵ تا رات ۸ بجے
موسم سرما — یکم اکتوبر تا ۳۱ مارچ — روزانہ شام ۴ تا رات ۷ بجے

پوسٹ کوڈ:- ۵۴۸۱۰

فون: ۳۷۱۹۲۷-۳۷۲۹۲۷

اختر رضا الاتبریری دہلی رڈ صد لاہو چھاؤنی

قرآن پاک ہمیشہ
کنز الایمان
کہہ کر طلب کریں

ہفت سنت کا ترجمان، سید رضا کا امین
اردو، انگریزی
کنز الایمان
ماہنامہ
منظر
جسٹریڈ ایبل نمبر ۹۱۱

بغض نظر
علیت امام احمد رضا
حنفی قادری
مفتی قادری

جلد: ۵
شمارہ: ۶

اگست ۱۹۹۵ء
ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

سید طہیر عبد الوحید سیالوی

ایڈیٹر طارق محمود عزیز

چیف ایڈیٹر محمد نعیم طہری

اگست ستمبر اکتوبر ۱۹۹۵ء

خصوصی اشاعت
تحریرک پاکستان نمبر

مرتبہ

زمین الدین ڈیروی

قیمت موجودہ شمارہ

بجاس روپیے

قیمت فی شمارہ: ۶ روپیے : سالانہ ۷۰ روپیے
ڈرافٹ: ماہنامہ کنز الایمان لاہور
اکاؤنٹ نمبر: ۱۷-۵۶۸۵ حبیب بینک لاہور کنٹ پاکستان

خان
مجلس اہل اذیت: طارق محمود، ڈاکٹر لیاقت علی نیازی
مجلس مشاورت: مرزا سراج احمد، شیخ عبد الحمید جلالی
سکرٹیشن: محمد آصف، ماجد غلام رسول
انتظامیہ: ڈاکٹر خالد قمر طارق محمود، ناصر عزیز
استشارات: عارف، محمود بیٹ
میاں عمران صدیق

پبلشر: ڈاکٹر محمد جمیل
پرنٹر: محمد نسیم، چاچا پرنٹنگ پریس لاہور کنینٹ

زر تعاون: امریکہ: ۲۵ ڈالر، برقیہ ہوائی جہاز
یورپ: ۲۳ ڈالر
عرب: ۲۰ ڈالر
ایران، ترکی، عراق: ۵ ڈالر

خط و کتابت و سیریل زر کا پتہ: ماہنامہ کنز الایمان لاہور۔ دہلی روڈ، صدر بازار۔ لاہور چھپاؤنی
فون نمبر: ۳۷۱۹۲۷ — ۳۷۲۹۲۷ پوسٹ کوڈ ۵۴۸۱۰

کیونٹنگ: السید کیونٹنگ سنٹر، ڈھاکہ روڈ، صدر بازار۔ لاہور چھپاؤنی، فون نمبر: ۳۷۳۰۷۲ — ٹائٹل: محمد الیاس نقشبندی

اس شمارے میں

۱۳۔ مسلم لیگ اور قوم پرست مولوی	۱۔ ارشادات
۱۴۔ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	۲۔ تعارف کنز الايمان سوسائٹی
۱۵۔ مخالفت بعد تقسیم ہند	۳۔ نعت ﷺ
۱۶۔ خطاب یافتہ مولوی	۴۔ اداریہ
۱۷۔ متضاد بیانات	۵۔ پس منظر
۱۸۔ دوقوی نظریہ اور سنی علماء و مشائخ	۶۔ ہندو ذہنیت اور قوم پرست مسلمان
۱۹۔ کانگریس اور سنی علماء و مشائخ	۷۔ ہندوؤں کا سرمایہ
۲۰۔ مسلم لیگ اور سنی علماء و مشائخ	۸۔ کانگریس اور مسلمان
۲۱۔ قائد اعظم اور سنی علماء و مشائخ	۹۔ جمعیت العلمائے ہند
۲۲۔ پاکستان اور سنی علماء و مشائخ	۱۰۔ ایک قوی نظریہ
۲۳۔ انتخابات ۳۵/۳۶ میں سنی علماء و مشائخ کا کردار	۱۱۔ قائد اعظم اور قوم پرست مولوی
۲۴۔ ایک الزام کا جواب	۱۲۔ مسلم لیگ اور قوم پرست مولوی
۲۵۔ قائد اعظم اور قرآن	

جس میں چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر سے

نامور علماء، مشائخ، مفکر، دانشور،

قانون دان، شاعر، ادیب،

صحافی، قلم کار اور نعت خواں

حضرات امام اہلسنت کو خراج

تحسین پیش کریں گے

آپ بھی

تشریف لائیں۔

بیت
امام اہلسنت حضرت
امام احمد رضا خان
قادیانی بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

بتاریخ 28 اکتوبر 1996 بروز پیر 1 بجے

بعد دوپہر

امام احمد رضا خان
شاہزادہ قائد اعظم لاہور میں

نہایت شان و شوکت سے منعقد ہو رہی ہے،

(نحوات پرست بھی شرکت کر سکتے ہیں)

کنز الايمان سوسائٹی 1422 دہلی روڈ صدر بازار لاہور چھاؤنی
371927 372927

ارشادات رب العالمین جل مجدہ - اللہ کی راہ میں ہجرت

ترک وطن کرنا خدا اور رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں گھربار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا۔ اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہوگا اور اللہ نے اسے اور میرا ہے۔ از امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ پ ۵ سورہ النساء آیت ۱۰۰

اس سے پہلی آیت جب نازل ہوئی تو جندب بن غفیرہ یسی نے اس کو سنا یہ بہت بوڑھے شخص تھے کہنے لگے کہ میں مشتئی لوگوں میں سے ہوں میں کیونکہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے میں مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم مکہ مکرمہ میں اب ایک رات نہ سوئیں گا مجھے لے چلو چنانچہ ان کو چار پائی پر لے کے چلے مقام تنعیم پر آکر ان کا انتقال ہو گیا آخر وقت انہوں نے اپنا دامن ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا یا رب یہ تیرا اور یہ تیرے رسول (ﷺ) کا میں اس پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول (ﷺ) نے بیعت کی یہ خبر یہاں کہ صحابہ کرام نے فرمایا کاش وہ مدینہ پہنچے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک بنے اور کہنے لگے جس مطلب کے لئے نکلے تھے وہ نہ ملا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس وعدے اور اس کے فضل و کرم سے کیونکہ بطریق استحقاق کوئی چیز اس پر واجب نہیں اس کی شان اس سے عالی ہے مسئلہ جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو جائے وہ اس اطاعت کا ثواب پائے گا مسئلہ طلب علم۔ جہاد۔ حج۔ زیارت۔ طاعت۔ زہد و قناعت اور رزق حلال کی طلب کے لئے ترک وطن کرنا خدا اور رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت ہے اس راہ میں مرجانے والا اجر پائے گا۔ از۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نسیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ

ارشادات رحمت اللعالمین ﷺ

تمام اعمال کا ثواب نیوٹوں سے ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کے واسطے ہو تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان چار باتوں میں سے ایک بات ہوگی۔ اس میں نفاق کی ایک غصت ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے (۱) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) اور جب کسی سے کوئی عہد کرے تو عہد شکنی کرے (۴) اور جب جھگڑا کرے تو بد زبانی کرے۔

☆ ایمان کی شاخیں ساٹھ سے کچھ زیادہ ہیں اور "حیا" ایمان کی ایک بہت بڑی شاخ ہے

(بخاری و مسلم)

ارشادات احمد رضا خان رحمہ اللہ

انگریز ہندو سے بدتر اور ہندو انگریز سے بدتر ☆ مسز گاندھی کو ماسما کتا سخت تعظیم مشرک و کفر ہے ☆ غیر مسلم چاہے انگریز ہوں یا کوئی اور عقلت مصطفیٰ ﷺ کے مخالفوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے ☆ انگریز یا ہندو پر اعتبار کرنا خود اپنے پاؤں پر کھڑائی مارنے کے مترادف ہے۔ ان سے اتحاد کرنا کسی بھی عقلی و فنی دلیل کی رو سے جائز نہیں، مسلمانوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ کسی مشرک کو امام بنا کر اسے اپنی امیدوں کا مرکز بنانے کی بجائے اپنی علیحدہ تنظیم قائم کریں اور اسے مستحکم کرنے کی خاطر اپنی توانیاں صرف کریں۔ ☆ جن لوگوں نے قوی نظریہ کو انگریز کی ایجاد قرار دے کر مسز گاندھی کی سربراہی کو اسلام کے لئے مفید سمجھا دراصل ان کی ایک آنکھ کھلی اور دوسری بند ہے۔ مسلمانوں کے لئے کانگریس میں شامل ہونا حرام ہے، وطن کی آزادی کے لئے مسلمان ہندوؤں میں مدغم ہونے کے بجائے اپنی علیحدہ تنظیم کریں۔

کنز الایمان سوسائٹی

مختصر تعارف

لاہوری میں ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہزاروں مفید تہنیت اور ۱۰۰ سے زائد رسائل و جرائد کے علاوہ اخبارات اور طلبہ کرام کی تقاریر، نعت خوانی اور دوسرے قرآن کے آڈیو ویڈیو کیسٹ عوام کے استفادہ کے لئے بلا معاوضہ موجود ہیں۔

قرب و جوار کے تشنگان علم شام کے اوقات میں لاہوری ہجر میر ہوتے ہیں۔ لاہوری کے قیام سے لے کر اب تک کے اخبارات، رسائل و جرائد کے قائل بھی محفوظ ہیں۔

اسی حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی ذات بُرائی محتاج تعارف نہیں۔ دنیائے اسلام اس عظیم شخصیت کے کارناموں سے بخوبی واقف ہے۔ خصوصاً تصنیف و تالیف میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے جہاں انہوں نے مختلف علوم و فنون پر ایک ہزار سے زیادہ کتب تصنیف کیں وہاں انہوں نے قرآن حکیم کا ترجمہ بنام "کنز الایمان" بھی کیا یہ ترجمہ ان کی دوسری تصانیف کی طرح ان کے عشق رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے۔

کنز الایمان سوسائٹی کا قیام اسی ترجمہ قرآن حکیم کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں مارچ ۱۹۸۳ء میں عمل میں آیا۔

۲۔ قاری کلاس

سوسائٹی کی جانب سے چالیس روزہ قاری کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں سولہ سال سے چھٹہ سال کی عمر تک کے احباب نامعلوم قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ سینکڑوں طلباء اس کلاس کے ذریعے نامعلوم قرآن پاک پڑھ چکے ہیں۔ قاری کلاس کے طلباء کو کورس کی کتابیں اور کاپیاں، پن و تیرہ بھی سوسائٹی کی طرف سے مفت مہیا کی جاتی ہیں اور کلاس کے اختتام پر اساتذہ و دیگر کتب کے علاوہ ترجمہ قرآن پاک "کنز الایمان" کے نسخے بھی تمام طلبہ میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔

۳۔ مقدس اوراق کو بے حرمتی سے بچانا

سوسائٹی کی جانب سے قرآن حکیم و حدیث شریف کے مقدس اوراق کو دفن میں جمع کر کے انیس اسلامی طریقہ سے تلف کر دیا جاتا ہے۔

۴۔ معاشرہ میں غیر شرعی حرکات روکنا

کنز الایمان سوسائٹی کی طرف سے اصلاح معاشرہ کے لئے مختلف مواقع پر علمی مجالس کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں علمائے کرام اپنی بصیرت افزا تقاریر کے ذریعے معاشرہ میں موجود برائیوں کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سوسائٹی کی طرف سے اصلاحی پوسٹر بھی شائع کئے جاتے ہیں جن میں عوام کو غیر شرعی رسومات کو ترک کرنے کی تلقین کی جاتی ہے اب تک درج ذیل عنوانات کے تحت ہزاروں کی تعداد میں پوسٹر شائع کئے جا چکے ہیں۔

ہنڈ۔ ٹنگہ اوقات سے اپیل (درگاہ حضرت میاں میر علیہ کے بارے میں)

اغراض و مقاصد

- ۱۔ اردو ترجمہ قرآن "کنز الایمان" کی اشاعت و مفت تقسیم۔
- ۲۔ اختر رضا لاہوری کا قیام۔
- ۳۔ اعلیٰ حضرت فری ڈپنری کا قیام۔
- ۴۔ گنج بخش سائنس کالج کا قیام۔
- ۵۔ اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کی ترویج و اشاعت کے لئے غیر مطبوعہ و ٹایپ کتب و رسائل کی معیاری اشاعت و تقسیم۔
- ۶۔ امام احمد رضا خان بریلوی مدظلہ کی یاد میں "امام احمد رضا کانفرنس" کا انعقاد۔
- ۷۔ اسلامی قومی اتحادوں پر خصوصی اجتماعات کا اہتمام۔
- ۸۔ درس قرآن و حدیث کا خصوصی اہتمام کرنا۔
- ۹۔ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہنا۔

خدمات کا مختصر جائزہ

۱۔ اختر رضا لاہوری

۱۹ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو دہلی روڈ صدر بازار لاہور چھاؤنی میں "اختر رضا لاہوری" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ لاہوری نبیہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد اختر رضا خان الازہری قادری بریلوی مدظلہ العالی صدر سنی جمعیت العلماء ہند کے نام نامی سے منسوب ہے۔

اعلیٰ حضرت رضیہ فری ڈینسری

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی مدظلہ کی یاد میں اعلیٰ حضرت رضیہ ڈینسری کے قیام کا منصوبہ ہے جہاں پر غریب و متوسط طبقہ کے افراد کو علاج معالجہ کی مفت سولتیں دستیاب ہوں گی۔

قرآن پاک کی اشاعت و مفت تقسیم

دنیا کے دیگر مذاہب کی مقدس کتب کی تقسیم مفت ہوتی ہے اس کا کوئی بدیہ نہیں لیا جاتا لیکن قرآن حکیم جو کہ دنیا کے نوے کروڑ مسلمانوں کی الہامی کتاب ہے کو حاصل کرنے کے لئے بدیہ دینا پڑتا ہے۔ ”کنز الایمان سوسائٹی“ کا سب سے اہم اور بڑا منصوبہ یہی ہے کہ قرآن پاک کو وسیع پیمانے پر شائع کر کے اس کو مفت تقسیم کیا جائے، اس منصوبہ پر لاکھوں روپے کی لاگت آئے گی اس لئے اس کی اشاعت کے لئے ایک علیحدہ فنڈ قائم کر دیا گیا ہے جس میں صرف اشاعت قرآن کے لئے فنڈ جمع ہوگا اس کا نام ”کنز الایمان فنڈ“ ہے قرآن پاک اردو ترجمہ علاوہ دنیا کی دیگر زبانوں میں علیحدہ علیحدہ شائع کیا جائے گا۔

کنز الایمان سوسائٹی اپنے ان عظیم مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہے لیکن اس گراں دور میں علوم و فنون اور قرآنی خدمت کچھ آسان کام نہیں ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مناسب ثروت حضرات سوسائٹی کی سرپرستی فرماتے ہوئے مقدور بھر تعاون فرمائیں تاکہ یہ منصوبہ بات پایہ تکمیل کو پہنچیں۔

ترسیل زر کا پتہ

محمد نعیم طاہر رضوی - بانی و صدر

کنز الایمان سوسائٹی دہلی روڈ لاہور کینٹ پاکستان

پوسٹ کوڈ نمبر 54810

فون نمبر

371927-372927-375454

بذریعہ چیک ذرا فٹ نام ”کنز الایمان سوسائٹی“ کا ہوا کر بھیجیں۔

حبیب بینک ایسٹ لاہور کینٹ برانچ اکاؤنٹ نمبر 34-5109

۱۔ کیا حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے کہا تھا یا کرنا تھا کہ؟
۲۔ اعلیٰ مقام اسٹنٹ کمشنر صاحب (جنس عید میلاد النبی علیہ السلام کے موقع پر اسکوائر وغیرہ کے بارے میں)
۳۔ آخری چار شبہ کی کوئی حقیقت نہیں۔

۵۔ کتب و رسائل کی اشاعت

سوسائٹی کی طرف سے اب تک درج ذیل عزائمات کے تحت کتب و رسائل کی اشاعت کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔
(۱) کتبہ قریم (۲) چالیس احادیث نبوی علیہم (۳) وصایا قریم
(۴) شاہ فہرہ کے نام کتب گرامی۔
کئی ایک مسودے سرمایہ کی کمی کے پیش نظر اشاعت کے منتظر ہیں۔

۶۔ امام احمد رضا رضیہ کا نفرنس کا انعقاد

سوسائٹی کے زیر اہتمام ۱۹۸۷ء سے الحزب الہی لاہور میں امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی مدظلہ کی یاد میں ہر سال ملکی سطح پر ”امام احمد رضا کا نفرنس“ نہایت بزرگ و اہتمام کے ساتھ انعقاد پذیر ہوتی ہے جس میں ملک بھر سے علماء، مشائخ، دانشور، شاعر، ادیب، قانون دان، اور صحافی وغیرہ امام اہل سنت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

۷۔ ماہنامہ ”کنز الایمان“ لاہور کا اجراء

سوسائٹی کے زیر اہتمام مارچ ۱۹۹۱ء سے انگریزی اور اردو میں ماہنامہ ”کنز الایمان“ کا اجراء کیا جا چکا ہے جس کے ذریعے دین اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کی اشاعت و ترویج کا کام کیا جا رہا ہے۔

آئندہ عزام

گنج بخش رضیہ فری سائنس کالج

خدمت الاولیاء سند الاولیین حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش کی یاد میں گنج بخش کالج کے قیام کا منصوبہ ہے جہاں پر سستی و دار علماء کی سرپرستی کی جائے گی اور انہیں زبور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے مفت تعلیمی سولتیں فراہم کی جائیں گی تاکہ وہ معاشرہ میں اپنا مقام بنائیں۔

نعت رسول مقبول ﷺ



از امام احمد رضا بریلوی

سرتا بقدم ہے تن سلطان زمین چوں
صدقے میں تیرے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
تیکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
واللہ ہو مل جائے مرے گل کا پینہ
دس بست و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
شب یا تھی کن دانتوں کی شبنم کہ دم صبح
دندان و لب و زلف رخ شہ کے فدائی
بو ہوئے نہاں ہو گئے تاب رخ شہ میں
ہوں بارگنہ سے نہ جھل دوش عزیزاں
دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
دل کھول کے خول روئے غم عارض شہ میں
کیا غازہ ملا گرد مدینہ کا جو ہے آج
گرمی یہ قیامت ہے کہ کانٹے ہیں زباں پر
ہے کون کہ گریہ کرے یا فاتحہ کو
دل غم تجھے گھیرے ہیں خدا تجھ کو وہ چمکائے

لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن چوں
اس غنچے دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہ محن پھول
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول
کیوں غنچے کیوں ہے میرے آقا کا دہن پھول
شہ خان بہاری کے جڑاؤ ہیں کرن پھول
ہیں در عدن لعل یمن مشک حقن پھول
لو بن گئے ہیں اب تو حسینو کے دہن پھول
لہلہ مری نغش کر اے جان چمن پھول
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول
نکلے تو کہیں حسرت خوں نابہ شدن پھول
نکھرے ہوئے جو بن میں قیامت کی پھین پھول
بلبل کو بھی اے ساقی صبا و لہن پھول
بیکس کے اٹھائے تری رحمت کے بھرن پھول
سورتے ترے خرمن کو بنے تیری کرن پھول

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

احادیث منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

کے متعلق درج ذیل کتب شائع فرما کر ایک قوی نظریہ کو تقویت ضرور پہنچائی:

- (۱) پروین روزینہ جمعیت علماء ہند جلد اول و دوم
- (۲) ایچ بی خان برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار
- (۳) عبداللہ خاں لغاری، مولوی: مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگزشت کابل

یہاں اس حقیقت کا اعتراف کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہاں حکومت نے اس جانب توجہ نہیں دی وہاں ان محبین قوم کے پسماندگان، عقیدت مندوں اور خدام نے بھی کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا، نتیجتاً اب کانگریس نواز طبقہ اپنے آپ کو پاکستان کا بانی اور سنی بریلوی حضرات کو مخالف تحریک پاکستان ثابت کرنے کی ننگ و دو کر رہا ہے، اگر اس بے بنیاد پروپیگنڈہ کا سدباب نہ کیا گیا تو ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ جھوٹ ج اور جھوٹ کی جگہ لے لے یہ صرف ایک مکتب فکر کا نقصان نہیں ہوگا بلکہ اس طرز عمل سے قومی مفادات کو بھی زک پہنچنے کا اندیشہ ہے

پچھلے چند سالوں سے بعض درد مند افراد کی انفرادی کوششوں سے موضوع زیر بحث کے متعلق چند مفید کتابیں مارکیٹ میں آچکی ہیں لیکن اسے صرف نقطہ آغاز ہی کہا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں ابھی بہت کچھ کرنے کی تمنا پیش موجود ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ مذکورہ ممبر آزما کشن کام کے لئے اہل علم حضرات کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو مخالفین کی طرح ”جھوٹ اس قدر زیادہ اور مسلسل بولو کہ سچ معلوم ہونے لگے“ سے پرہیز کرتے ہوئے مستند مواد کو جدید انداز میں مرتب کر کے عوام تک پہنچانے کا اہتمام کرے، جارحانہ رویہ نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے اس لئے انداز بیان شستہ اور اس حقیقت کا آئینہ دار ہو کہ آپ کسی کو فتح نہیں بلکہ حق دار کو حق دلانے کی سعی کر رہے ہیں۔

قریب پاکستان پر آج تک بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن اس کے باوجود ہم ان رہنماؤں اور کارکنوں کے عظیم کارناموں کو منظر عام پر لانے میں کما حقہ کامیاب نہ ہو سکے جنہوں نے شب و روز کی جدوجہد اور اپنے خون کا نذرانہ پیش کر کے ہمارے لیسیے ایک خود مختار اسلامی مملکت ”پاکستان“ حاصل کیا ہندوستان ہمارا دشمن ہی سہی لیکن اس کی یہ روش ہمارے لئے قابل تقلید ہے کہ وہاں تحریک آزادی میں حصہ لینے والوں کی قربانیوں کو منیہ تحریر میں لانے کا کام وسیع پیمانے پر ہوا ہے، انفرادی کوششوں کے علاوہ حکومتی سطح پر بھی ان مکتب شائع ہو چکی ہیں اور یہ کام مسلسل جاری ہے جبکہ ہم ابھی تک بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے متعلق موجود مواد کو بھی پورے کا پورا سامنے نہیں لاسکے اس سلسلہ میں ہندوؤں کو کانگریس مولویوں کا مفاد عزیز نہیں بلکہ وہ ان کے ”ملفوظات و تقاریر“ کے ذریعے عرب دنیا اور دیگر ممالک کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک قوی نظریہ کو ”مسلمان علماء“ کی تائید حاصل تھی، پاکستان تو چند انگریز پرست قواہوں اور جاگیر داروں کے مطالبے پر انگریزوں نے بنایا ہے۔

دو قوی نظریہ کو اجاگر کرنے اور ہندوؤں کے بے بنیاد الزامات کا رد کرنے کے لئے یہ بے حد ضروری تھا کہ حکومت علماء و مشائخ کی کوششوں، قربانیوں اور بے لوث خدمات کی تمام ممکنہ ذرائع سے تشبیر کرتی جنہوں نے جنگ آزادی میں مسلم لیگ کے بلند شانہ قائدانہ رول ادا کیا اور گاندھیوی فلسفہ متحدہ قومیت کا پرچار کرنے والے مولویوں کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ انہیں محبت ناک شکست سے بھی دو چار کر دیا تھا لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ حکومت اگر کوئی ادارہ قائم بھی کر لیتی ہے تو اس کا کنٹرول ایسے افراد کے ہاتھوں میں دے دیا جاتا ہے جو مخالفین پاکستان کے حمایت مند ہوتے ہیں، اسی طرح اسلام آباد میں قائم ایک قوی ادارہ نے مسلم لیگ کے حامی سنی علماء و مشائخ کے متعلق تو کچھ شائع کرنے کی زحمت تو ادا نہیں فرمائی لیکن قوم پرست مولویوں

ادارہ "کنز الایمان" پچھلے سال نومبر میں جناب زین الدین ڈیودی کا ایک تحقیقی مقالہ "تحریک خلافت و ترک موالات" ایک خاص نمبر کی شکل میں پیش کر چکا ہے، اب ڈیودی صاحب کا ہی تحریر کردہ ایک اور مقالہ "تحریک پاکستان" شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، ہمارے وسائل اگرچہ محدود ہیں لیکن ہم اپنی پڑیثانیوں اور مشکلات کا ذکر کر کے قارئین کو حق کرنا نہیں چاہتے تاہم یہ گزارش ضرور کریں گے کہ خدا را خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں، اپنی جیتی ہوئی بازی، بازیار

بدل جانے سے بچائیں، اور نہیں تو کم از کم اس مقالہ کو کتابی شکل میں چھاپنے کے سلسلے میں ہماری مدد کیجئے، ہمارا مشن کاروباری نہیں بلکہ فقط مسلک کی خدمت ہے۔ ہم ان تمام کرم فرماؤں کے شکر گزار ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی شکل میں اس مقالہ کو منظر عام پر لانے میں ہماری سرپرستی کی، چاہے وہ اشتہار کی شکل میں ہو یا نقد رقم کی فراہمی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور ہمیں اپنے بزرگوں کی خدمات، اجاگر کرنے کی ہمت عطا فرما دے، آمین ثم آمین۔

سُنی ڈائرکٹری

بہتر رابطہ دارالافتاء
بہتر رابطہ دارالافتاء

کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے جس میں دُنیا بھر کے سُنی مشائخ عظام، علماء کرام، پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر، آئمہ، خطباء، سماجی و مذہبی اہل قلم، شعراء، نعت خواں، سُنی تنظیموں، اشاعتی اداروں، دینی مدارس، کتب خانوں اور مکبٹالوں کے نام پتے اور ٹیلی فون نمبر شامل ہوں گے۔

لہذا آپ اپنی انجمن، تنظیم یا ادارے دیگر شخصیات جو آپ کے علم میں ہوں کا فوراً پتہ ارسال کریں۔

سُنی ڈائرکٹری اپنی نوعیت کی پہلی منفرد اور تاریخی کوشش ہے۔ ایک زندہ جاوید دستاویز جو آپ کی بہترین ساتھی بھی ہوگی اور رہنما بھی جس کی مہربان ہر لمحہ دلوں کو محسوس کرتی رہے گی۔

رابطہ کا پتہ: انچارج سُنی ڈائرکٹری کنز الایمان سٹوڈیو صدارت دارالافتاء دہلی

منظر

ہمارے اکثر مورخین تحریک پاکستان کی ابتدا تحریک بالا کوٹ سے کرتے ہیں اور اس تحریک کو کچھ ایسے انداز میں پیش کرتے ہیں جیسا کہ اس کے قائدین نے ہی متحدہ ہندوستان میں "وقتی نظریہ کی بنیاد رکھی ہے" یہ ان کی مجبوری ہے، اس لئے کہ بد قسمتی سے یہ لوگ ہندو کانگریس سے وابستہ تھے، "مسٹر گاندھی"، "جذت جواہر لال نہرو"، "ٹیل"، "کرپانی وغیرہ ان کے مرکزی قائدین تھے"، قائد اعظم محمد علی جناح، "مسلم لیگ رہنماؤں اور ان کے ہمراہی سنی علماء و مشائخ" سے انہیں خدا واسطے کا بیر تھا، یہی وجہ ہے کہ جب اس طبقہ کے افراد تاریخ لکھنے بیٹھ جاتے ہیں تو تحریک بالا کوٹ، "تحریک ریشی رومال اور دیگر سیکولر قوتوں کی تعریف کرتے ہوئے سینکڑوں صفحات سیاہ کر دیتے ہیں لیکن پاکستانی خیال کے مسلمانوں کا نام لینے سے بھی گھبراتے ہیں ورنہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ تحریک بالا کوٹ کا تحریک پاکستان سے کوئی تعلق نہیں" یہ تحریک بجائے خود متنازعہ ہے، "مسلمانوں کی اکثریت اسے اسلام کے خلاف انگریزوں کی ایک سوچی سمجھی سازش سمجھتی ہے کیونکہ مذکورہ تحریک کے بارے میں آج تک ان سوالات کا تسلی بخش جواب دستیاب نہیں۔

☆ قائدین تحریک نے متحدہ ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ختم کر کے صوبہ سرحد جانے کا فیصلہ کیوں کیا، جہاں اس وقت مسلمانوں کی حکومت تھی؟

☆ یہ حضرات انگریزوں کے زیر انتظام علاقوں میں کھلے عام جہاد کی تبلیغ کرتے پھرتے تھے، جسے قابض حکام کی تائید حاصل تھی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں انگریز مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے اس قدر بے تاب کیوں تھے جبکہ ابھی تک انہوں نے مضبوطی سے قدم نہیں جمائے تھے اور بعد میں انہوں نے جہاد کی منسوخی کے لئے ایک "نئی" پیدا کر کے اس کی سرپرستی بھی کی؟

☆ قائدین نے اگر سکھوں سے لڑنا تھا تو پھر مولوی حسین احمد دیوبندی انگریزوں نے اس مقصد کے لئے جلی

ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید (احمد) صاحب کی مدد بھی کی تو انہوں نے سکھوں کے دارالحکومت لاہور پر براہ راست حملہ کرنے کی بجائے صوبہ سرحد کا رخ کیوں کیا؟

☆ صوبہ سرحد پہنچنے کے بعد بھی انہیں پیچھے سے کلک پہنچتی رہی جسے انگریزوں کی تائید حاصل تھی، آخر کیوں؟

☆ صوبہ سرحد میں سکھوں سے چند جہڑیوں کے علاوہ سب کی سب لڑائیاں مسلمانوں کے خلاف کیوں لڑی گئیں؟

☆ چند انگریز پرست اور ہندو نواز افراد کو چھوڑ کر برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی عظیم اکثریت اس تحریک کی شدید مخالف کیوں تھی؟

قائدین کا یہ موقف درست معلوم ہوتا ہے کہ جب دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولوی حسین احمد دیوبندی نے اپنی "مجدد نوشت سوانح حیات" "نقش حیات جلد دوم" میں برہا اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ تحریک بالا کوٹ ایک سیکولر تحریک تھی تو خواہ مخواہ اسے تحریک پاکستان جیسی خالص اسلامی تحریک کی ابتدائی کڑی قرار دینے کی ضد سے گریز کرنا ہی بہتر ہے۔

ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کا خیال ذہنوں میں اس وقت پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا جب انگریزوں کے دور حکومت میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے محاذ سے یا کم از کم انہیں ذہنی طور پر مشرکین کی غلامی قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی خاطر پہلے سے طے شدہ پروگرام پر عمل درآمد کرنا شروع کر دیا، بد قسمتی سے اس دوران مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کا فقدان تھا، ہندوؤں کی چہرہ دستیوں، سازشوں اور اسلام دشمنی کے باوجود کئی مسلمان سیاستدان یہ سوچ کر کانگریس میں شامل ہو گئے یا کم از کم اس کی حمایت کرنے لگے کہ انگریزوں کو یہاں سے جانے پر مجبور کرنے کے لئے مشترکہ جدوجہد کی اشد ضرورت ہے، جہاں تک مذہبی رہنماؤں کا تعلق ہے، ان میں سے سوائے سنی ریلوی حضرات کے باقی سب کسی نہ کسی شکل میں مشرکین ہند کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے اور فضاء کچھ ایسی بن گئی تھی کہ

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندوؤں اور نیشنلسٹ مولویوں سے یہ نفرت قرار داد پاکستان کی شکل میں سامنے آئی تو سنی بریلوی علماء و مشائخ نے دن رات ایک کر کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کرنے کی مہم شروع کر دی، ان کا اصل ہدف کانگریسی مولوی تھے، وہ جہاں جاتے یہ سائے کی طرح ان کا پیچھا کرتے، قوم پرست مولویوں کا نقطہ نظر چونکہ شرعی لحاظ سے درست نہیں تھا، اس لئے وہ ہر موقع پر پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوتے، یہ لوگ ایک جانب تو نظام شریعت کے قیام کی بات کرتے تھے تو دوسری جانب ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملائے ہوئے ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کی مخالفت میں بھی پیش پیش رہتے ایک عام مسلمان یہ سوچ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ خدا نخواستہ اگر متحدہ ہندوستان تقسیم نہ ہو تو کیا ہندو رہنما اور عوام اس بات پر راضی ہو جائیں گے کہ وہ نفاذ شریعت کی خاطر حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کے حوالے کر دیں، ظاہر ہے کہ یہ شخص خوش فہمی تھی جبکہ سنی علماء و مشائخ کا موقف اسلام کے عین

کے خلاف آواز اٹھانے کی کوشش کرتا، اس کا شمار انگریز کے زبردست مخالفین میں ہونے لگا۔ خدشہ تھا کہ مسلمان اپنی انفرادی حیثیت کو پیشیں گے اور آہستہ آہستہ ہندو مذہب میں مدغم ہو جائیں گے۔

اس نازک موقع پر امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنی شہرت کو داؤ پر لگا کر مسلمانوں کی بروقت صحیح رہنمائی فرمائی اور فتویٰ دیا کہ شرعی لحاظ سے ہندو مسلم اتحاد جائز نہیں، ان کا موقف یہ تھا کہ جس طرح انگریز اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، اسی طرح ہندو بھی کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، انہوں نے مسٹر گاندھی کی قیادت کو تسلیم کرنے اور اسے ”مہاتما“ کہنے کو اسلام سے رخصتی مصافحہ کرنے کے مترادف قرار دیا، فاضل بریلوی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ ایک مسلمان قائد کی رہنمائی میں ہندوؤں سے علیحدہ رہ کر جدوجہد آزادی میں حصہ لیں اس فتویٰ نے مسلمانوں کو تباہی سے بچالیا کیونکہ یہ صرف ایک عالم دین کا فتویٰ نہ تھا بلکہ ایک تو یہ جوش کے بجائے ہوش کی حالت میں شریعت کے عین مطابق دیا گیا تھا، دوم اس کی پشت پر تمام سنی علماء و مشائخ اور ان کے معتقدین تھے۔

ہندوؤں نے اس فتویٰ کے اثرات زائل کرنے کے لئے اپنے حامی مولویوں کو آگے کر دیا جنہوں نے ایٹری چوٹی کا زور لگا کر ہندوؤں کی قیادت کو برحق ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، ان کی اس شکست کی کئی وجوہات تھیں، ایک تو یہ کہ مسلمانوں کے جن صف اول کے سیاستدانوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے کو ترجیح دی تھی، وہ کانگریس کے اندر رہ کر ہندوؤں کے مذہب و عوام سے آگاہ ہو گئے تھے، اس لئے انہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کو ذور دیگر سنی قائدین کے موقف کو درست سمجھتے ہوئے کانگریس کو خیر باد کہہ دیا جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں، دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ کانگریسی مولوی ایک طرف اپنے آپ کو توحید پرست ثابت کرنے کی خاطر مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے تو دوسری جانب خود مشرکین ہند کی غلامی قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے اس تضاد بیانی اور دو رخ کی وجہ سے مسلمانوں کا ہندو اعظم قوم پرست مولویوں سے متفرق ہو گیا۔

ہمارے ہاں

پلاسٹک گلاس ٹیکٹل لینز۔ کاسٹیکس لینز
بھی فٹ کیے جتے ہیں۔

نظر
کی
عیسائیں

دھوپ کے
ٹھنڈے
پتھرنے



فاروق آپٹیکل سروس

۱۔ علامہ اقبال روڈ (متنیں الحار سینا) چوک بوہڑ لہا ہوا

۴۳۶۹۷۲۲

فون: ۴۳۶۵۰۴۸

اہلسنت و جماعت کے ترجمان اور فکر و رضا کے امین

ماہنامہ کنز الایمان کے ”تحریک خلافت و ترک موالات نمبر“
کے تاریخی اشاعت کے بعد

”کنز الایمان“
ماہنامہ

تحریک پاکستان

کی پیشانی اشاعت پر چیف ایڈیٹر جناب محمد نعیم طاہر رضوی صاحب اور
کنز الایمان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

آصف انڈیا پرائزرز

دھاکہ روڈ سرد بازار، لاہور چھاؤنی، فون پنی پنی - 380509

ہندو مذہبیت اور قوم پرست مسلمان

..... اسی طرح پنڈت جواہر لال نہرو یہ کہہ کر

جو کہ دیتے تھے کہ بھائیو! میں تو صرف (عطاء اللہ شاہ)

نہرو صاحب کا قرآن سننے آیا تھا، اب میں معذرت کے

ساتھ 'بازت چاہوں گا کیونکہ برطانوی مشن کی آمد کے باعث

مصرورت زیادہ ہے" (۲) ص ۱۷۷

..... حالانکہ ان دونوں اسلام دشمن

بندوؤں کے مذکورہ بیانات کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی

نہیں تھا، مسلمان انہیں اس وقت تک عزیز تھے جب تک کہ

وہ ہندو راج قائم کرانے میں مدد معاون ثابت ہو رہے تھے

لیکن جوئی ان میں سے کوئی کانگریس چھوڑ کر مسلمانوں کے

مفادات کی حفاظت کرنے پر کمر بستہ ہو جاتا، وہ وطن دشمن

اور انگریز پرست جیسے خطابات سے نوازا جاتا، مولانا محمد علی

جوہر، جو کسی وقت مسٹر گاندھی کی آنکھوں کا تار تھے، نے

جب ہندوؤں کے مکروہ عزائم کا مشاہدہ کرنے کے بعد مسلم

لیگ میں شمولیت اختیار فرمائی تو وہ "ممانعتی" کے

نزدیک قابل گردن زنی قرار پائے، اسی طرح جواہر لال

نہرو کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے

ہے، انہیں قرآن پاک سننے اور ان کی تعلیمات جاننے سے

کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ وہ تو ہرے سے مذہب کو فنا کرنے

کے آرزو مند تھے (۳)

اب ہم بعض تاریخی واقعات پیش کرتے ہیں، جن کی

وجہ سے ہندوؤں کے مکروہ عزائم بے نقاب ہو گئے اور

مسلمان ایک علیحدہ خود مختار اسلامی ملک کے قیام کے لئے

جدوجہد کرنے پر مجبور ہوئے۔

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق کوئی بھی غیر مسلم اسلام اور

مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا، وہ بظاہر ہمدردی کا مظاہرہ

کرتے ہیں، تب بھی ان سے دوستی کرنی اور اپنا راز دار بنانا

بہت ہی چاہیے، چاہے اس کے مفادات کے تحفظ کی خاطر انہیں

کام نہ بنا کر خود دشمنی بن جائیں، غالباً اسلامی تاریخ میں یہ

مکرر واقعہ ہے کہ دین کی حفاظت کے دعویدار نہ صرف ایک

شرک کی قیادت پر متفق ہو گئے بلکہ اسے اسلام کی نشوونما

کے لئے بہتر سمجھتے گئے، آج ہندوؤں کے کروت اور اسلام

دشمن رویہ کو دیکھ کر کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ مسلمان

کھانے والے ایسے لوگ بھی موجود تھے جو ہندو لیڈروں کو

مسلمان راہنماؤں پر ترجیح دیتے تھے بعض حضرات اس غیر

شرعی روش کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ چونکہ کانگریسی مولوی

انگریزوں کے سخت دشمن تھے، اس لئے انہیں ہندوستان سے

ہٹانے کے لئے ہندوؤں کو مدد کے لئے پکارا لیکن یہاں یہ

بات نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت

بھی تو انگریزوں کے حق میں نہ تھی، اس کے علاوہ قوم

پرست مولویوں نے جس قدر جدوجہد بھی کی، اس کا فائدہ

کانگریس کو پہنچا، ان حضرات نے مسلمان ہند کے اتحاد کو

تقویت بخانے کی بھرپور کوشش کی، حقیقت یہ ہے کہ ہندو

جمہوریت کو جو خوش نصیب حضرات سمجھ گئے، وہ علماء و مشائخ

مسلم لیگ کے ساتھ وابستہ رہے لیکن جو پھسل گئے وہ

مسلم لیگ سے اور آخر تک بھٹکے رہے۔

ہندوؤں نے عیساری سے کام لے کر اپنے آپ کو

مسلمانوں کا ہمدرد اور دوست ظاہر کیا، بلکہ تحریک خلافت و

تک سوات کے دوران تو مسلمانوں کی انفرادیت ختم کرنے

کی خاطر مسٹر گاندھی مجز و انکاری کی مجسم تصویر بن گئے

تھے، یہ کہہ سکتے تھے کہ "میں مولانا محمد علی جوہر کی جھولی کا

تقسیم بنگال

تقسیم بنگال سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ پہنچنے کا احتمال تھا جبکہ ہندوؤں کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی گئی تھی، اس کے باوجود اس کے خلاف اپنی ٹینشن شروع ہوئی، ہندوؤں نے احتجاج کا طوفان کھڑا کر دیا، کانگریس نے بھی ملک گیر احتجاجی مہم شروع کی (۳)

..... باغیانہ لٹریچر شائع کیا گیا، خفیہ کلب اور انجمنیں قائم ہو گئیں، انقلاب پسند رگروٹوں کی ذہنی تربیت کی گئی، انگریز حکام کے قتل اور ریلوے ٹریوں کو اٹھانے کی وارداتیں شروع ہو گئیں، راجہ بنی، ڈاکہ اور قتل بھی اس تحریک میں شامل تھے اسی زمانہ میں ہندو مائرم کا گیت سنائی دیا، چند دنوں بعد کانگریس نے اسی شرکانہ عقائد پر مشتمل گیت کو قومی ترانہ کا درجہ دے کر اختیار کر لیا (۵)

ابوالکلام آزاد اور مولوی حسین احمد دیوبندی نے تقسیم بنگال کی کارروائی کو پسند نہیں فرمایا اور اسے ہندو مسلم اتحاد کو توڑنے کی انگریز کی سازش قرار دیا (۶)

..... بہر حال حکومت وقت نے ہندوؤں کے دباؤ میں آکر تقسیم بنگال کا فیصلہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو منسوخ کر دیا، یہ اعلان مسلمانوں کے قلوب پر بجلی بن کر گرا جبکہ ہندو سبساتدانوں نے اس کا پر جوش خیر مقدم کیا اور صدر کانگریس نے انگریز حکام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا یقین دلایا (۷)

تحریک شدھی اور سنگٹھن

شدھی اور سنگٹھن دونوں تحریکیں خوب چلیں اور یہ

دونوں ہی مسلمانوں کے خلاف چلائی گئیں، اگر شدھی مقصد صرف تبلیغ ہوتا اور سنگٹھن کا مقصد صرف فوجی جذبہ اور فوجی تربیت ہوتی تو غالباً مسلمانوں کو اعتراض نہ ہو مگر یہ تحریکیں صرف نفرت اور مسلمانوں سے نفرت اور ان کو بچا دکھانے کیلئے چلائی گئیں، نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ واریت تیز ہوئی، آپس کے فاصلے بڑھ گئے اور بڑھ کر دشمنی میں تبدیل ہو گئے اور یہاں وہاں جگہ جگہ بلوے اور فساد ہونے لگے (۸)

ہندو لیڈروں نے ان تحریکوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی، اس کے برعکس ہونے کے دلائل دے (۹)

..... بلکہ دل کھول کر مدد بھی کی، جس مسلمان لیڈر نے ہندو مسلم اتحاد کو برقرار رکھنے کی خاطر اتنا پسند ہندو لیڈروں پر تنقید کی تو مسٹر گاندھی فوراً اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے خاموشی کرالیتے (۱۰)

..... شردھانند جسے قوم پرست مسلمانوں نے تحریک خلافت کے دوران جامعہ مسجد دہلی میں منبر نبوی پر بٹھا کر تقریر کرائی (۱۱)

..... اور جو مسلمانوں کو مرتد کر کے ہندومت میں ضم کرنے کی تحریک کا روح رواں تھا، کی یادگار بنانے کے لئے دس لاکھ روپے چندہ کی ایپیل کی گئی تو مسٹر گاندھی نے ایک لمحہ توقف کے بغیر اس کی حمایت کی، بقول ظفر علی خان، یہ یادگار بنانے کا مقصد یہ تھا کہ اگر پوری دنیا میں نہیں تو کم از کم ہندوستان میں ایک مسلمان کو بھی زندہ نہ رہنے دیا جائے (۱۲)

..... ابوالکلام آزاد نے شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات کو جائز قرار دیتے ہوئے کسی حد تک ان کی ہمت افزائی کی (۱۳)

جمعیت العلماء ہند نے تبلیغ و حفاظت اسلام کا کام شروع کیا، پنجاب، آگرہ اور آودھ میں ۲۵ شعبے قائم ہوئے، ۱۳۱ کارکن مقرر کئے گئے۔ فنڈ کی بھی کچھ کمی نہ تھی، دو ماہ

یہ یوم میں میں ہزار روپیہ سے زیادہ جمع ہو گیا لیکن
اس کے لحاظ سے کچھ بھی نہ ہوا، تنظیم بھی ختم ہو گئی، البتہ
تین کا نام بھی کبھی کانوں میں پڑ جاتا ہے (۱۳)

شرہا نند کے قتل پر مسٹر گاندھی نے کہا کہ اسلام میں
بھلائی کن چیز پہلے بھی تلوار تھی اور اب بھی تلوار ہے (۱۵)
انہی اخبار ملاپ نے اس پر شدید رد عمل کا اظہار کرتے
ہے ہندوؤں کو تلقین کی کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو
قتل میں ضم کرنے کی کوششیں تیز کر دو (۱۶)

جواہر لال
نے شرہا نند کے حاسن تو بیان کئے لیکن اس کی
خوشی کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا (۱۷)

اور
جمعیت العلماء ہند کے صدر مفتی کفایت اللہ نے
شرہا نند کے قاتل غازی عبدالرشید کے لئے فتویٰ دیا کہ وہ
جنت سے محروم ہے۔۔۔ انہوں نے فرمایا "کافر مجاہد کا
قاتل جنت کی بو بھی نہ سونچھے گا (۱۸)

گاندھی اور شمعون کی تحریکوں کے علاوہ ہندوستان بھر
میں ہندوؤں نے ایسی تنظیمیں بنانی شروع کر دی تھیں جن کا
تصدیق تریبیت حاصل کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود
کرنا تھا، ہندو پوتھ لیگ کے نام سے ۱۹۳۱ میں کراچی میں
ایک تنظیم قائم ہوئی، اس تنظیم کے صدر نے کانفرنس میں
اپنے غلبہ صدارت میں کہا "اس وقت نوجوانان ہندو اقوام
جنگ کے لئے تیار ہوئے ہیں، وہ انگریزوں سے جنگ
کرنے کے لئے نہیں ہوئے بلکہ انہیں ہندوستان کے
مسلمانوں سے مقابلہ کرنا ہے (۱۹)

ہندو راج

مشہور ازاری لیڈر شورش کاشمیری نے ایک ہندو
مذاہب کووند سہائے سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا
ہے "ان دنوں ہر جگہ وزارتِ مشن کے پلان کا چرچا تھا،
مذاہب سہائے تقسیم کے حق میں اور سمجھوتہ کے خلاف تھے

ان کا خیال تھا، پاکستان بن جائے تو ہندوستان ہندو مسلم
مسئلہ سے خلاصی پالے گا، اس کے بعد ہندو اکثریت کو ہر
دائرے میں اپنے نظریات و خیالات کے مطابق نشوونما پانے
کی آزادی ہوگی۔

"ان نصف کے لگ بھگ مسلمانوں کا کیا بنے گا جو
تقسیم کی صورت میں بھی وہاں رہ جائیں گے" میں نے
پوچھا "کیا بنے گا؟" گووند سہائے ہنسا "تیسری طاقت کے
چلے جانے اور ہندوستان کے بٹ جانے سے یہ مسئلہ از خود
ختم ہو جائے گا، جن مسلمانوں کے مفادات پاکستان میں ہیں
'وہ پاکستان چلے جائیں گے، جو رہ جائیں گے، انہیں
ہندوؤں میں واپس آنا ہوگا، آخر ان میں نوے (۹۰) فی صد
ہندوؤں ہی کی اولاد ہیں"" اچھا تو آپ انہیں شدھ کرنے
کا سوچ رہے ہیں؟

وہ اس طرح مسکرایا جیسے اس کی تائید کر رہا ہو
"بھئی کانگریس کے بعض نیتا پاگل ہیں، وہ تقسیم قبول کر لیں
تو ہمارے ہاتھ سے جاتا کم اور آتا زیادہ ہے" (۲۰)

تقسیم ہند کی حمایت کرنے والے ہندوؤں کی
تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی، البتہ مسلمانوں کو فنا
کرنے، انہیں ہندومت میں دوبارہ شامل کرنے یا کم از کم
انہیں شور سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کرنے پر تمام
مشرکین ہند کا اجماع تھا جس کے تاریخی شواہد ہم آگے چل
کر پیش کریں گے۔ ہندوؤں کے مرکزی لیڈروں کی سوچ یہ
تھی کہ انگریز متحدہ ہندوستان کی حکومت مشرکین ہند کے
حوالے کر کے یہاں سے چلے جائیں اور پھر اکھنڈ بھارت
میں ہندو راج قائم کر لیا جائے، پنڈت جواہر لال نہرو نے
اپنی تقریر میں صاف طور پر واضح کر دیا کہ وہ کسی شخص کو
زبردستی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے، اگر کسی خاص خطہ کی

اکثریت علیحدگی کا مطالبہ کرے تو اسے حق علیحدگی سے محروم
نہیں کیا جاسکتا لیکن مجھ میں اور راجہ جی (مسٹر راجگوپال
اچاریہ) میں ایک بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ میں ہر
ممكن کوشش کروں گا کہ ہندوستان کو تقسیم سے بچاؤں
(۲۱)

سرور پٹیل کا کہنا تھا کہ ”ہندوستان اکھنڈ ہے اور اکھنڈ ہی رہے گا“ پاکستان بن بھی گیا تو چند ماہ میں (نمود بائد) اپنی موت آپ مر جائے گا (۲۲)

پاکستان بن جانے کے بعد بھی ہندو اور قوم پرست مولوی اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے ”ابوالکلام آزاد نے فرمایا ”تقسیم صرف ملک کے نقشہ پر ہے“ لوگوں کے دلوں میں نہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ تقسیم بہت مختصر مدت کے لئے ہوگی (۲۳)

مسٹر اچاریہ کرپانی نے پاکستان کے ہندوؤں کو یہ حکم دیا کہ وہ ۱۵ اگست کو اپنے ملک میں تقریب آزادی میں حصہ نہ لیں۔۔۔ اقلیت کو اکثریت سے نہیں ڈرنا چاہیے، ”مضی بھر مرہٹوں نے مغل سلطنت کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ ہندوستان ایک ہے، کوئی اسے تقسیم نہیں کر سکتا“ اگر پاکستان نے پاسپورٹ کی پابندیاں عائد کیں تو میں سستیہ گروں کا (۲۴)

دیوان جن لال نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ”میں مایوس ہونے والوں میں سے نہیں ہوں“ چنانچہ یقین رکھتا ہوں کہ بھارت کی تقسیم محض ایک عارضی بدولت ہے، یہ جانتے ہوئے بھی میں کوں گا کہ ۳۰ کروڑ ہندوؤں کو پاکستان اور بھارت کے دوبارہ اتحاد کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دینی چاہئیں، ہمارا بنیادی عارضہ یہ ہے کہ ہم کچھ زیادہ ہی امن پسند لوگ واقع ہوئے ہیں (۲۵)

قوم پرست مولوی تحریک ریشمی رومال کا ذکر بڑے فخر و انداز میں کرتے ہیں، اس تحریک کے قائدین نے جو بلا وطن حکومت افغانستان میں قائم کی ہوئی تھی، اس کے صدر راجہ مندر پر تپ تھے (۲۶)

----- اسی راجہ صاحب نے حکومت ہند کو مشورہ دیا تھا: ”جب تک پاکستان کا وجود ختم نہیں ہو جاتا، ہمارا ملک کوئی ترقی نہیں کر سکتا“ حالات اس طرح بدل رہے

جام عرفانِ محبت طیبِ نبوی ﷺ طریقہ علاج کا ایک پھر گردش میں ہے

فریدہ عصار، رابعہ صفت حضرت آیہِ حاجی صاحبہ (رحمۃ اللہ علیہ) فیض عام ٹرسٹ (حقاض) کی ایک عاجزانہ لیکن پُر غلوں سخی ○ ظاہری جسمانی تکالیف اور عوارض کے لیے طیبِ نبوی ﷺ کے حوالے سے ایک نئی جہت ○ طالبوں کے لیے غیر تجارتی بنیادوں پر سرگرم عمل۔
اوقاتِ کلام بعد نماز فجر تا ظہر (ماسوائے جمعہ)

فیض الحسن ملک، مہتمم حضرت آیہِ حاجی (رحمۃ اللہ علیہ) فیض عام ٹرسٹ (حقاض)۔
۲۔ جیش شریف سکیم، سمن آباد، لاہور۔ فونٹ ۴۱۳۴۵۶

کی آگ میں اس قدر جلا ہوا تھا کہ پہلے اس نے گاندھی جی کو قتل کیا، بعد ازاں ایسی عبرت انگیز وصیت کی، بھارت کے لاکھوں ہندو ہر سال ۱۵ نومبر کو گوڈے کی راہ کے درشن کیلئے اور اس کی وصیت کا جائزہ لیسے اور اس کی تکمیل کے سلسلے میں عہد کرنے کے لئے مندر کے سامنے جمع ہوتے ہیں جہاں یہ راہ اٹھنے بھارت کی خیریت ہے (۳۰)

مشہور صحافی اور ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" کے ایڈیٹر جناب الطاف حسن قریشی ۲۹ جنوری ۱۹۸۲ کو بھارت گئے تھے، اپنے ایک مضمون "میں نے بھارت میں کیا کیا دیکھا" میں لکھتے ہیں: "ہم بنگلور میں وزیر اعلیٰ سے ملنے گئے، اوہ کانگریس (آئی) کے زبردست مؤید ہیں اور جسمانی لحاظ سے تندرست، ان سے رسمی باتوں کا آغاز ہوا ہی تھا کہ انہوں نے بڑے جوش و خروش سے کہا "ہمیں امید ہے، ایک دن (پاکستان اور بھارت) دونوں ملک ایک ہو جائیں گے" (۳۱)

میں کہ مجھے یقین ہوتا چلا جا رہا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں جنگ لائیک ہو گئی ہے، بنا بریں میں حکومت ہند کو مشورہ دوں گا کہ وہ افغانستان کو اپنے ساتھ ملا کر پاکستان کو گروپ (۲۷)

جب گاندھی برت رکھے ہوئے تھے تو انہیں اچانک ایک خیال سوجھا جس نے انہیں سرور بھی کیا اور مست بھی، اس لئے کہ اس خیال کا میدان عمل بہت وسیع اور بے انتہا کن حد تک سیدھا سادہ تھا، خیال یہ تھا کہ وہ چند دنوں کے لئے واردہا جائیں گے تاکہ صحت بحال ہو جائے اور پھر وہ اپنی زندگی کی آخری اور عظیم ترین مہم کا آغاز کریں، وہ مہم یہی تھی کہ وہ پاکستان کی طرف مارچ کریں، اس امید و آرزو کے ساتھ کہ ان دونوں ممالک کو دوبارہ متحد کر دیں (۲۸)

بھارتیہ جن سنگھ کی جنرل کوئل کا اجلاس ۲۳ جنوری سے ۲۷ جنوری ۱۹۶۵ء تک وجینا واڈا میں منعقد ہوا اور اس میں بالیسی کے اصول طے ہوئے اور وہ ایک ملک، ایک نچر اور ایک زبان کا حصول ہے اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ جن سنگھ کا مقصد ہندوستان اور پاکستان کی متحدگی کو ختم کرنا ہے اور دونوں کو ملا کر ایک ملک بنانا ہے (۲۹)

گاندھی جی کے قاتل نتھورام گوڈے نے تختہ زار پر جھنڈے سے قبل ہندو قوم سے اپنی ناپاک خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "مرنے کے بعد اس کے جسم کی راہ اس وقت تک محفوظ رکھی جائے جب تک کہ "پاکستان" کا وجود ختم ہو کر (نعوذ باللہ) بھارت میں ضم نہیں ہو جاتا۔ جب "اٹھنے بھارت" بن جائے تو اس کی راہ لگا کی بجائے دیہاتے سندھ کی تیز و تند لہروں کے سپرد کی جائے، اس وقت اس کی آتما کو سکون نصیب ہوگا "یاد رہے، جیسے جیسے مسلمان کی تمنا ہے کہ اس کا خاتمہ دیار نبی ﷺ میں ہو، اس طرح ہر ہندو کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے پھول (جسے کو جلانے سے حاصل شدہ راہ) مقدس لگا کی لہروں کے حوالے کی جائے لیکن متعجب "گاڈے" پاکستان دشمنی

مدینہ ہنر فافٹ

ٹرینک اینڈ الماری سٹور

دکان 345 کینٹنمن روڈ

نزد صدیقین بازار بس سٹاپ لاہور

شبیر سلطان

خواہش ہے کہ ایک مشترکہ حکومت تشکیل دیں، اگر آپ مسلمانوں کی مدد سے آزادی حاصل کرتے ہیں، تو ہمیشہ کے لئے ان کے محتاج رہیں گے، اس لئے انہیں اکیلا چھو دیں" (۳۶)

ایک اور موقع پر فرمایا: "میں اعلان کرتا ہوں کہ پنجاب اور ہندوستان میں بسنے والے ہندوؤں کی نسل کی بقا کا انحصار ان چار ستونوں، استوار ہے (۱) ہندو سنگھن (ہندو اتحاد، کامل) (۲) ہندو راج (۳) مسلمانوں کی شہرہ (۴) افغانستان اور سرحدی علاقوں کی فتح اور شہرہ، جب تک ہندو قوم یہ چار کام سر انجام نہیں دے لیتی،

ہمارے بچوں، ہمارے پوتوں اور پوتوں کے بچوں کا وہ ہمیشہ خطرے میں رہے گا اور ہندو نسل کا تحفظ ایک ناممکن امر ہوگا، ہندو نسل کی اپنی ایک خاص تاریخ ہے اور اس کے ادارے ہم آہنگ ہیں لیکن جہاں تک مسلمانوں اور عیسائیوں کا تعلق ہے وہ ہندو مت کے دائرے سے بہت دور ہیں، اس لئے کہ ان کے مذہب بدیسی ہیں اور وہ لوگ فارسی، عربی اور فرنگی اداروں سے محبت کرتے ہیں، جس طرح کوئی شخص اپنی آنکھ میں پڑے ہوئے بیرونی موڈ سے آنکھ کو صاف کر لیتا ہے، اسی طرح ان دونوں مذہبوں کو شدہ کر لینا چاہیے، افغانستان اور سرحد کے کوہستانی خطے عہد ماضی میں ہندوستان کا حصہ تھے مگر آج ان پر اسلام کا غلبہ ہے۔۔۔ افغانستان کی مثال نیپال کی سی ہے جہاں آج بھی ہندو مذہب رائج ہے تو جس طرح نیپال میں ہندو ادارے کار فرما ہیں، اسی طرح افغانستان اور سرحدی علاقوں میں بھی ہونے چاہئیں، اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر سوراج حاصل کرنا بے معنی بات ہے کیونکہ کوہستانی قبائل ہر دم آمادہ جنگ ہیں اور وہ بھوکے بھی ہیں، اگر انہوں نے ہمارے ساتھ دشمنی کی ضمان لی تو نادر شاہ اور زمان شاہ کا دور از سر نو شروع ہو جائے گا، آج تو انگریز افسر سرحد کو تحفظ دیئے ہوئے ہیں مگر بیش

تو یہ صورت حال نہیں رہے گی اگر ہندو اپنا تحفظ چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ وہ افغانستان اور سرحدی علاقوں کو فتح کریں

ان بیانات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ہندو رائیہ تقسیم ہند کے خلاف تھے اور اب بھی وہ پاکستان کے وجود کو تسلیم کرنے کے لئے ذہنی طور پر آمادہ نہیں، انھیں بھارت کی صورت میں جمہوری نظام کی برکت سے ہندوؤں کو خود بخود بالا دستی حاصل ہو جاتی اور وہ ہندو راج قائم کرنے کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے قابل ہو جاتے۔ تحریک آزادی ہند کے دوران ہندو لیڈر برٹلا رام راج قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے تھے، ڈاکٹر کرکونی نے فرمایا۔ "ہندوستان ہندوؤں اور صرف ہندوؤں کا ملک ہے کیونکہ عرصہ دراز سے وہ اس ملک کو ہندوستان یعنی ہندوؤں کی سر زمین کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس لئے اسے آئندہ بھی ہندوؤں کا ہونا چاہیے، کہ مسلمستان نہ بن سچن ستان" (۳۲)

۲۵ جولائی ۱۹۲۶ء کو ڈاکٹر مونجے نے کلکتہ میں ہندو مہا سبھا کی صدارت کرتے ہوئے جو تقریر کی اس میں بپانگ دہل لکھا کہ: "ہندو مہا سبھا کا مقصد یہ ہے کہ تمام ہندوؤں کو متحد کر دے اور ہندو دھرم کو اتنی ترقی دے کہ ہندوستان صحیح معنوں میں ہندوستان کہلا لیا جائے، یعنی ہندوؤں کا ملک" (۳۳)

ہندو مہا سبھا کے صدر مسٹر ساڈر کرنے مارچ ۱۹۳۹ میں فرمایا۔ "ہندوستان کے اصلی مالک ہندو ہیں اور مسلمانوں کی حیثیت اس طرح ہے جس طرح جرمنی میں یہودیوں کی" (۳۴)

اس کی وضاحت مدیر روزنامہ "پرتاب" نے ان الفاظ میں کی: "پہلا کام جو ہندوؤں کو کرنا ہوگا یہ کہ اعلان کردیں کہ ہندوستان میں صرف ہندو رہ سکیں گے، اگر کسی غیر ہندو نے ہندوستان میں قیام کرنا ہے تو ہندوؤں کی شرائط پر قیام کر سکے گا، جو ہندوستان میں مسلمان ہوں، وہ غیر ملکی ہوں گے اور اگر ضرورت ہوگی تو ان سے بھی وہی سلوک کیا جائے گا جو جرمن یہودیوں سے کرتے ہیں (۳۵)

مسٹر ہر دیال نے کہا کہ "سوراج حاصل کرنے کے لئے ہمیں مسلمانوں کی امداد کی ضرورت نہیں، نہ تباری یہ

ہندو مہاوی قبائل کو ہندو بنائیں" (۳۷)

نائب صدر آل انڈیا ہندو مہا سبھا اور بنگال کونسل کی کانگریس پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر رادھا کرشنی نے آل انڈیا کانگریس (بوتھ) کانفرنس لاہور کی صدارت کرتے ہوئے "ہندوستان کو تھیوری (عقیدہ) اور پریکٹس (عمل) دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیے" اور "ہندو اور جس کا مذہب ہندو ازم ہو اور جس کی ذات ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو" (۳۸)

ہندو راج کے لئے راہ ہموار کرنے کی خاطر یہ تیسری سوچی سمجھی کہ مسلمانوں کو ہندو مت میں ضم کر لیا جائے یا صفحہ ہستی سے مٹا دئے جائیں، مشہور کانگریسی رہنما سر راج گھنیشی نے اپنے بیان میں کہا: "جو لوگ ایک براہمن قومیت کے متعلق ہیں، ان میں سے نوے فی صدی وہ ہیں جو اس ملک کی مٹی کی پیداوار ہیں، اس لئے اگر یہ لوگ پھر اپنی اصل میں جذب نہیں کئے جاسکتے تو یہ ان لوگوں کا تصور ہے جن سے نکل کر یہ لوگ الگ ہوئے تھے" (۳۹)

ہندو مہا سبھا کی نیتا پروفسر لراج مہوکر نے مشہور "ہندوستان کے پڑھے لکھے مسلمانوں کو یہ احساس دینے کی ضرورت ہے کہ ان کے آباء واجداد وہی ہیں جو ہندوؤں کے آباء واجداد تھے، مسلمانوں کو یہ باور لایا جائے کہ رام کرشن دیاسی اور کالی داس ہندوؤں کی طرف مسلمانوں کے بھی اکابر اور رہنما ہیں لہذا مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ مل کر مشترکہ طور پر ہندوؤں کی مذہبی تقریبات اور میلوں فیلوں میں حصہ لینا چاہیے، یہ ہندوؤں کی کوآپی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے آخری پیغمبر (حضرت محمد) کا بت بنا کر دوسرے بتوں کے ساتھ شامل نہیں کیا جیسا کہ انہوں نے مہاتما بدھ کے بت کو اپنے اوتاروں میں شامل کر لیا تھا، اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو ہندوستان میں بدھ مت کی طرح اسلام کا بھی علیحدہ وجود قائم نہ ہوتا، مسلمانوں نے یونانیوں کے ساتھ زمانہ قدیم میں یہی برتاؤ کیا تھا، آج کوئی ہندوستان میں ان کا نام لیوا بھی نہیں

ہے۔ مسلمانوں کو ہندو بنانے کا عمل فوراً شروع کر دینا چاہیے اس طرح ان کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے طے ہو جائے گا" (۴۰)

ایسا نہ ہونے کی صورت میں ہندوؤں کے پاس صرف وہ علاج باقی تھا جو اٹھارہویں صدی کے آخر میں "ہند مت ماترم کے گیت" کے مصنف بینکیم چندر چرچ نے اپنی کتاب "آئندہ منہ" میں درج کیا ہے: "وہ مسلمان مچھوؤں کے مقابلہ میں برطانیہ کی حکومت کو تسلیم نہیں، ہندوؤں کا قرض ہونا چاہئے کہ ہندوستان کی پاک سرزمین کو ان ناپاک مچھوؤں یعنی مسلمانوں سے پاک و صاف کر دیں، ان کی مسجدوں کو مٹا دینا چاہئے اور ان کو زبردستی ہندو بنا لینا چاہیے" (۴۱)

ہندوؤں کی اس ناپاک سوچ کی عکاسی اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو سر ڈالٹن لارنس نے اپنی کتاب "دی انڈیا دی سرورڈ" میں بیان کیا ہے، "فرماتے ہیں: "سریرتاب (ہمارا اجداد) اس رخصتی ڈنر میں شریک ہونے کے لئے شملہ آئے جو لارڈ کرزن نے میری بیوی کو اور مجھے روایتی سے قبل کی شب میں، تھا اور ڈنر کے بعد میں اور سر پر تاب رات کے دو بجے تک ان کی توقعات اور تنہاؤں کے متعلق گفتگو کرتے رہے، ان کی تنہاؤں میں سے ایک یہ تھی کہ ہندوستان میں جو مسلمان ہیں، ان سب کو وہ فنا کر دیں، میں نے اس تعصب کی مذمت کی اور ان مسلمان دوستوں کا نام لیا جو میرے اور ان کے درمیان مشترک تھے، انہوں نے کہا۔ ہاں مجھے بھی وہ پسند ہیں لیکن مجھ کو یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ مردہ ہوں" (۴۲)

۱۹۲۶ء کے اوائل میں جمعیت العلماء ہند کے ناظم مولوی احمد سعید صاحب نے ہندوؤں کی حکومت کے متعلق جو رائے قائم کی تھی، کاش جمعیت اسے بعد میں بھی پیش نظر رکھتی تو شاید وہ ایک کچے ہوئے بھلے کی طرح کانگریس کی جھولی میں گرنے سے بچ جاتی، سعید صاحب نے فرمایا تھا: "انسانی حکومت کے زوال پر اگر خدا نخواستہ اس ملک میں ہندوؤں کی حکومت قائم ہو جاتی تو مسلمانوں کو

جمینی کا کھایا یا دیا جاتا، جو قوم موجودہ غلامی کی حالت میں یہ ستم دہا رہی ہے، حکمران بن کر خدا جانے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی (۳۳)

مخلوط انتخاب

مخلوط انتخابات سے چونکہ مشرکین ہند کو فائدہ پہنچنے کا امکان تھا، اس لئے وہ مسلمانوں کے جائز "جداگانہ انتخاب" کا مقابلہ تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے، بد قسمتی سے قوم پرست مولوی بھی اس معاملہ میں اپنے "برادران وطن" کے ہمنوا تھے، کانگریس نے اپنے الیکشن مینی فیسٹو (انتخابی منشور) میں صاف صاف لفظوں میں اعلان کر دیا تھا کہ: "کمیونل ایوارڈ (فرقہ وارانہ حقوق کا فیصلہ) قطعاً اس قابل نہیں کہ اس کو منظور کیا جائے، کانگریس کی روش لاپرواہی اور غیر جانبداری کی نہیں ہے، وہ شدت سے فرقہ وارانہ فیصلہ کو نا منظور کرتی ہے اور اس کو ختم کرنا چاہتی ہے" (۳۴)

مسٹر ستیہ مورتی نے مخلوط انتخابات کی برکات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: "اگر تمام جداگانہ انتخابات منسوخ کر دئے جائیں تو کانگریس ہندوستان کے تمام گیارہ صوبوں پر قابض ہو سکتی ہے اور پھر ہمارے اور "پورنہ سوراج" کے درمیان کوئی شے حائل نہیں ہوگی" (۳۵)

جمعیت العلماء ہند کے اجلاس کراچی ۳۱ مارچ ۱۹۳۱ء سے خطاب کرتے ہوئے مولوی محمد صادق نے فرمایا: "جداگانہ انتخاب سے جہاں مسلمانوں کو قدرے فائدہ ہے وہاں اس کے مضار بہت زیادہ ہیں، جداگانہ انتخاب فرقہ کے ہند میں نفاق و شقاق کا موجب ہے" (۳۶)

صادق صاحب کی طرح، مولوی حسین احمد دیوبندی نے ہندوؤں کی حمایت کرتے ہوئے مارچ ۱۹۳۲ء میں مخلوط انتخاب کی فضیلت اور جداگانہ انتخاب کا نقص ان الفاظ میں بیان کیا: "جمعیت علماء ہند نے اس (جداگانہ

انتخاب) پر متعدد مجالس میں غور و بحث کر کے یہ سمجھا ہے کہ جمہوری اور فیما بقی طرز حکومت کی صورت میں مخلوط انتخاب ہی پبلک کے درمیان رابطہ مودت و اتحاد قائم رکھ سکتا ہے اور جداگانہ انتخاب بیش بیش باہمی اختلاف اور تشنہ بلکہ فتنہ و فساد پیدا کرنے کے سوا کسی مقصد نتیجے پر نہیں پہنچا سکتا" (۳۷)

مسٹر گاندھی نے وزیر ہند سر سونیل ہور کو اپنے خط ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء میں لکھا: "میری یہ مسئلہ رائے ہے کہ خالص سیاسی نقطہ نگاہ سے، خواہ کچھ بھی ہو، جداگانہ نیابت ان (اچھوتوں) کے لئے اور ہندوؤں کے لئے نقصان دہ ہے، جداگانہ نیابت ان کے لئے کس قدر نقصان دہ ہوگی، اس بات کا وہی شخص اندازہ لگا سکتا ہے جو یہ جانتا ہو کہ برائے نام اونچی ذات والے ہندوؤں میں وہ کس طرح پھیلے ہوئے ہیں اور جو یہ جانتا ہو کہ موخر الذکر لوگوں کا ان کو کتنا بھاری سارا ہے، جہاں تک ہندومت کا تعلق ہے، جداگانہ نیابت (یعنی جداگانہ طریقہ انتخاب) اس کے زندہ جسم کو چیر کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی، میرے لئے تو ان جماعتوں کا سوال سب سے بڑھ چڑھ کر ایک اخلاقی اور دھارمک سوال ہے، اگرچہ سیاسی پہلو بھی ضروری ہے لیکن وہ اخلاقی اور مذہبی سوال کے مقابلہ میں بچ ہے۔۔۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہندو لوگ صدیوں سے دلت جاتیوں (اچھوتوں) کو جان بوجھ کر ذلیل کرتے آئے ہیں، اس کے لئے خواہ وہ کتنی ہی طافی کریں، تھوڑی ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ جداگانہ نیابت نہ تو کوئی پیش جاننا (ترکیہ) ہے اور نہ اس کا قابل برداشت ذلت کا کوئی علاج، جس کے تلے پچکلے جا کر وہ گریہ و زاری کرتے چلے آئے ہیں، اس لئے میں ہر بھیجی کی گورنمنٹ کو موڈبانہ طور پر بتا دیتا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے فیصلے سے دلت جاتیوں (اچھوتوں) کے لئے جداگانہ نیابت پیدا کر دی گئی تو میں قاعدہ کشی سے جان دے دوں گا" (۳۸)

حضرت حکیم الامت علامہ محمد اقبال رضی اللہ عنہ، مسٹر گاندھی کے اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "میرے لئے

سکتا" (۵۱)

مولوی حسین احمد دیوبندی نے تو صرف اس نے مخالفت کی کہ اس میں مکمل آزادی کا تصور موجود نہیں (۵۲)

آئندہ مجلس احرار اور ابوالکلام آزاد نے اس کی حمایت کی (۵۳)

جنس نیشلت مولویوں کی حمایت کے باوجود جب ہندو رہنماؤں نے یہ محسوس کیا کہ مسلمان اس رپورٹ کو کسی صورت میں بھی قبول نہیں کریں گے تو اسے واپس لے کر سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کا اعلان کر دیا، انگریزوں کو وارننگ دی کہ وہ حکومت کانگریس کے حوالے کر دے، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کی تحریک پر جمعیت العلماء ہند نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا اعلان کیا (۵۴)

----- جبکہ قائد اعظم محمد علی جناح اور سنی بریلوی علماء و مشائخ نے اس کی بھرپور مخالفت کی (۵۵)

ہندو مسلم فسادات

مسٹر گاندھی کے خیال میں "مسلمان غنڈے ہیں اور ہندو بزدل" (۵۶)

----- جبکہ ابوالکلام آزاد کا نقطہ نظر یہ تھا کہ "ہندو من حیث الجماعت تنگ دل اور تنگ نظر ہیں" مسلمان من حیث الجماعت بزدل اور کوتاہ اندیش" (۵۷) "مہاتما جی" کی تنگ نظری، تعصب، مسلم کش پالیسی متعدد مواقع پر بے نقاب ہوتی رہتی تھی لیکن اس کا سب سے بڑا اور نمایاں مظاہرہ اس وقت ہوتا جب ملک میں ہندو مسلم فساد ہو جاتا، جو ہنی فساد کی خبر ملتی وہ بلا تحقیق و کاوش اس نتیجہ پر پہنچ جاتے کہ سارا قصور مسلمانوں کا ہے، ہندو

یہ سچ کوئی تعجب انگیز نہیں کہ ہندوستان کی قومیت متحدہ کے نام کے علمبردار اور ہندوستانی اقلیتوں میں فرقہ وارانہ پالیسی (جو سیاسی طاقت کے انتقال کے لئے لازمی ہے) کے مشہور ترین مخالف نے نہایت دلیری سے بالخصوص ہندو قومیت کے تحفظ کے مسئلہ کی حمایت کو نہایت ضروری خیال کیا، یہ صورت حال مسلمانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے کہ وہ مہاتما جو ملک کی تمام اقلیتوں کو قومیت متحدہ ہند میں جذب ہو جانے کی تلقین کیا کرتا تھا، آج اسے ایک ایسے فرقہ وارانہ اعلان میں ہندو قوم کا انتشار نظر آ رہا ہے جس کے نتیجے سے مجالس وضع آئین میں ان لوگوں کو محدود نمائندگی حاصل ہونے کا امکان ہے جو خود مہاتما گاندھی کے نزدیک صدیوں تک ہندوؤں کی اونچی جاتیوں کے تحت مشغول رہے ہیں، اگر اچھوتوں کی لئے جداگانہ انتخاب کے یہ معنی ہیں کہ ہندو قوم کے فنا ہونے کا اندیشہ ہے تو محلوہ انتخاب کا یہ مطلب ہو گا کہ جو اقلیتیں اسے اختیار کریں وہ سب سستی سے تابو ہو جائیں گی، میرے خیال میں مہاتما گاندھی کی روش سے یہ صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ جس اقلیت کو اپنے جداگانہ وجود کے برقرار رکھنے کی ضرورت ہوگی، اسے جداگانہ انتخاب سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے" (۵۹)

نہرو رپورٹ

نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے مطالبات کو نظر انداز کیا گیا تھا، اس میں فوجی اور خارجی اختیار انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی، گویا کہ برطانوی یٹینوں کے زیر سایہ مسلمانوں کو غلام بنانا مقصود تھا، مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح نے اس کی پر زور مخالفت کی (۵۸)

اور اسے متوازن بنانے کے لئے بعض تجاویز پیش کیں، جسے مسٹر گاندھی نے اسے اپنی اصلی شکل میں قبول کرنے پر آمادہ کیا اور کہا کہ میں کسی قبائل تجویز کا تصور ہی نہیں کر

دونوں نادیا، پس وہ فی الحقیقت "مجاہد فی سبیل اللہ" ہیں اور با نفسہم و اموالہم کے ہر دو مراحل جہاد مقدس سے گزر چکے ہیں، یہ (مسٹر گاندھی) حق و صداقت کا عجیب سا سارا ہے " (ابوالکلام آزاد) (۶۰)

☆ "میرا یقین ہے کہ ہندوستان کے لئے مہاتما گاندھی کی رہنمائی ایک جی رہنمائی ہے اور اگر ہندوستان آزادی اور نجات حاصل کر سکتا ہے تو صرف انہی کی رہنمائی سے" (ابوالکلام آزاد) (۶۱)

☆ "۱۹۳۰ء میں کانگریس نے ایک ریزولوشن کے ذریعے مسٹر گاندھی کو قیادت کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا لیکن یہ سبب نہیں بن سکتا کہ ان سے قیادت سنبھالنے کی استدعا کی۔ اس انتخاب پر ابوالکلام آزاد نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا "کئی ماہ کے بعد رات میں آرام لی خند سویا، مہاتما جی نے پھر کشی سنبھال لی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم ان کی متابعت میں فتح کے دروازے تک ضرور پہنچ جائیں گے" (۶۲)

☆ " (کانگریس کی صدارت کے لئے) میرا انتخاب درحقیقت مہاتما گاندھی کی قیادت پر اعتماد کا آئینہ دار اور اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ ملک ان کے پروگرام سے بالکل متفق ہے" (ابوالکلام آزاد) (۶۳)

☆ مہاتما گاندھی کی راہنمائی پر اعتماد، یہی ایک تنہا راہنمائی ہے جس نے ہماری تحریک کا شاندار ماضی تعمیر کیا اور اسی سے ہم ایک فتح مند مستقبل کی توقع کر سکتے ہیں۔" (ابوالکلام آزاد) (۶۴)

☆ "ایک جلسہ میں شرکت کے لئے ۱۹۳۰ء کی ۳۰ جنوری کو دہلی آیا تو حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مکان پر سب سے پہلے مجھے گاندھی جی سے نیاز حاصل ہوا، اس دن سے آج تک جبکہ ۱۹۳۸ء ہے ۲۷ برس گزر چکے ہیں، ۲۷ برس کے یہ دن ہم پر ایسے گزروں کہ گویا ہم ایک چھت کے نیچے رہے (۶۵)

☆ - - - - جب میں پہلی دفعہ مہاتما جی سے ملا، اس وقت میں اس کا معتقد نہیں تھا، میری آنکھوں پر اعتقاد کی

تجارت۔ مظلوم ہیں، مسلمان وحشی، درندے، ڈاکو، چور اور بد معاش ہیں، ڈھاکہ اور احمد آباد میں جو افسوسناک فسادات ہوئے، ان کے متعلق بھی سینہ مہاتمیت میں ایک قیامت خیز درد اٹھا اور انہوں نے اخبارات میں یہ بیان شائع کر دیا۔ "جو تفصیلات موصول ہوئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھاکہ اور احمد آباد میں مسلمان مذہبی دیوانوں نے ہندوؤں کی جائیداد کو نقصان پہنچانے، لوٹنے اور آگ لگانے میں کوئی کسر نہیں بھرا رکھی اور یہ سب کچھ اس انداز سے ہوا جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ پہلے سے طے شدہ تھا" (۵۸)

عقیدت کے پھول

پروفیسر محمد مسعود احمد تحریر فرماتے ہیں۔ "مسلمانان ہند میں گاندھی کی شخصیت آخر تک مابہ النزاع رہی، بعض لوگ ائمہ مسلمانوں کا خیر خواہ بلکہ مسلمان سمجھتے تھے، چنانچہ جب ان کو قتل کیا گیا تھا تو ان لوگوں نے مسٹر گاندھی کے لئے قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کی جو اولیاء کرام کے لئے بھی اسے نہ سمجھتے تھے، راقم اس کا یقیناً شاہد ہے۔۔۔ اور بعض تو مسٹر گاندھی کو مسلمانوں کا مذہب دشمن سمجھتے تھے، مندرجہ ذیل قطعہ اسی خیال کا ترجمان ہے۔

تھا قوم کی خاطر تیرا ہر ایک چلن

افسوس نہ سمجھتے تھے تیرا یاران وطن

کچھ پھول سادھی پہ تیری لایا ہوں

اے قوم مسلمان کے مذہب دشمن" (ناز بریلوی)

(۵۹)

مسلمانوں کے اس مذہب دشمن اور دیگر ہندو لیڈروں کے اسلام دشمن رویے کا تذکرہ بعد میں ہوگا، پہلے نیشلت مولویوں کے بعض ارشادات نقل کئے جاتے ہیں جن سے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہیں مسٹر گاندھی سے کس قدر عقیدت و محبت تھی:

☆ مسٹر گاندھی نے جنگ آزادی میں اپنی جان اور مال

نہ تھے، وہ جنگ ہندو تھے لیکن انہوں نے ہندو مذہب و دماغ
نہ ایک نئی تعبیر کی تھی اور ایک نیا زاویہ بنایا تھا جو تمام
ہندوؤں پر چھا گیا اور وہ ایسی جگہ بن گئی کہ نہ وہاں
تہذیب اور قومیت کی لکیریں چل سکتی ہیں اور نہ دوسری حد
ہندوؤں کی دیواریں قائم رہ سکتی ہیں، یہ وہ جگہ ہے کہ
اگر تمہارا دماغ وہاں تک پہنچ سکے تو اس سے بڑی خوبی کوئی
نہیں ہے" (ابوالکلام آزاد) (۶۶)

پھر "ملک میں ایک جدید تعمیر پروگرام کا ہونا ضروری
ہے جو گاندھی جی کے زیر قیادت گورنمنٹ کے ساتھ تعاون
پہنچے" (مولوی عبید اللہ سندھی) (۶۷)

پھر "چندت جو اہر لال خرو کے خیال میں مسند گاندھی کے
مستقل، فعلوں کو گاندھی تقلید کر کے قبول کرنا دانشمندی نہ تھی
نہیں تھی، خود "مہاتما جی" بھی برملا اعتراف کرتے تھے کہ
وہ بعض اوقات غلطیاں کر جاتے ہیں (۶۸)
لیکن ذرا اس

نہیں تھی جو انسان کی آنکھوں کو بند کر دیا کرتی ہے لیکن
اس کے بعد ان کی ہر ہر چیز نے ان کی عظمت کو میرے دل
میں راج کر دیا اور ہندوؤں گزرا، میرا اعتقاد ان کے سامنے
میں جھکا چلا گیا، ہم دو آدمیوں کو ان سے انتہائی قرب تھا
میں جس مدت طویل موقع ملا، وہ ایک کھلی ہوئی کتاب تھی
میں کا ہر ورق کھلا ہوا، ہر سطر روشن، ہر لفظ دھلا ہوا اور
ہر حرف چمکا ہوا۔ آج تمام دنیا میں شاید ان ہی کی زندگی
کی تھی جس کا ایک حرف بھی چھپا ہوا نہ تھا، یہ انسانیت
کی عظمت کے لئے سب سے بڑی کوئی ہے اور اس معیار پر
بہت اترنے والے تمام تاریخ انسانی میں صرف چند انسان
ہیں جنہیں آپ اپنی انگلیوں پر گن سکتے ہیں۔

جن کو دنیا کی تمام ہندوؤں نے الجھانے کی کوشش
کی لیکن وہ الجھ نہ سکے، تمام ہندوؤں نے ان کا دامن پکڑنا
چاہا مگر وہ گرفت میں نہ آ سکے، میرے نزدیک گاندھی جی کی
سب سے بڑی عظمت یہی ہے، یہ نہ تھا کہ مہاتما گاندھی ہندو

اعلیٰ خوبصورت اور دیرپا دراستی کے لیے

سرور و ڈیڑھ لاکھ چھاوٹی
پر تشریف لائے

ہمارے ہاں ہر قسم کے زمانہ،
مدانہ اور بچکانہ جوتے دستیاب
ہیں (بچوں کے لیے سکول
شووز بھی دستیاب ہیں)

انصاری شووز

نظارہ کو سامنے لائے کہ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کرسی صدقات پر متمکن ہیں، مولانا حسین احمد صاحب بعد علماء کی جماعت کے ارد گرد اسٹیج پر بیٹھے ہیں اور پنڈت پتھ اپنی تقریر میں فرما رہے ہیں کہ ”آج ہمارے ملک میں سامتا گاندھی کی ذات گرامی ایسی ہے جو تمام تقاضے سے مبرا اور تمام خطاؤں سے منزہ ہے (نمرہ تحسین)“ لیکن کسی نے بھی اس کی تردید کرنے کی جرات نہیں کی“ (۶۹)

☆ مولانا محمد بشیر صاحب مدیر ماہنامہ ”ماہ طیبہ“ کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ راوی ہیں ”جب کانگریس کا زور تھا اور مسلمان مطالبہ پاکستان میں سرگرم تھے دیوبندی مولوی کانگریس کے ساتھ اور مسلمانوں کے مخالف تھے۔ گاندھی دور رس تھے فارغ ہو کر پشاور سے لاہور جا رہے تھے۔ قحط میں جی ایس میں سوار تھا اور راولپنڈی سے لاہور جا رہا تھا۔ لاہور پہنچنے پر میں نے ریلوے پلیٹ فارم پر کانگریسوں کا ایک بہت بڑا جھوم دیکھا، ہر شخص بار لے گاندھی کی راہ دیکھ رہا تھا، گاڑی سٹیشن پر پہنچی تو گاندھی کا ڈبہ جھوم سے کچھ آگے نکل گیا، یہ دیکھ کر جھوم دیوانہ وار آگے دوڑا، اس افراقی کے عالم میں ایک کھدر پوش طویل ریش ادھیڑ عمر کا آدمی بھی نظر آیا، وہ بھی کسی طرح گرتے پڑتے گاندھی کے چرنوں میں پہنچ گیا، میری نگاہ اس آدمی کی طرف تھی کہ ایک رفیق سفر نے بتایا: ”یہ مولانا احمد علی ہیں، شیر نوالہ دروازے والے“ یہ سن کر مجھے تعویہ الامانی توید شرک کے چرنوں میں گری ہوئی نظر آنے لگی“ (۷۰)

☆ ”ہندوستان کو آزادی یو سی نیس ملی، لاکھوں نوجوانوں نے قیمت ادا کی ہے، گاندھی جی ایک عظیم المرتبت لیڈر تھے، انہوں نے سستیہ اور انہماں عانت سے برطانوی حکومت کو ہلا ڈالا، یہ ان کا اعجاز تھا کہ سینکڑوں نوجوان ملک پر قربان ہو گئے، خون دینا، پھانسی پر چڑھنا، گولی کھانا، دولت لٹانا اور قید ہونا کھیل نہیں، یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں قدرت نے حوصلہ اور یقین دیا ہو، ایک دفعہ کچھ مسلمان نوجوانوں نے مولانا آزاد سے پوچھا، ہندو نوجوان اور ہندو لڑکیاں گولی کیونکر چلاتیں اور بم کیسے پھینکتی ہیں؟“

مولانا نے جس کر فرمایا۔ ”میرے بھائی! ایمان دہ کی ہے، کسی دکان سے مل سکتا تو ضرور جاتا“ (شورش کاشمیر) (۷۱)

☆ ”مکان پر جب آزادی ہند وغیرہ کا تذکرہ ہوتا مولانا (حسین احمد دیوبندی) مسٹر گاندھی کی تعریف کر رہے ہیں اور کانگریس کی شرکت پر زور دیتے ہیں“ (قاضی ظہیر الحسن) (۷۲)

☆ ”افسوس کہ پاکستان کی سر زمین میں گاندھی جی کے پایہ اکوٹی راہنما پیدا نہ ہوا“ (ڈاکٹر رشید احمد جالندھری) (۷۳)

☆ ”گاندھی جی کی دور اندیشی، تدبیر اور اخلاق سب ماحول زندگی بھر رہا اور ان کی بے وقت اور بے دریاہ موت ملک کے لئے ہی نہیں، مسلمانوں کے لئے بھی ایک سانحہ ہے“ (مولوی عبدالماجد دریا بادی) (۷۴)

☆ ”تک ہال (کانپور) میں مسٹر گاندھی کی برسی کے موقع پر حافظ بیعت اللہ اور بابا خضر نے مسٹر گاندھی کی تصویر کے سامنے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی جبکہ دوسری طرف بھجن گائے جا رہے تھے“ (۷۵)

☆ روز نامہ ”جسارت“ کراچی ۲۳ جولائی ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر ایک تصویر شائع ہوئی ہے جس میں کانگریس مولویوں کو بچے گاندھی کے لئے قرآن خوانی کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے ”بچے گاندھی کیلئے دہلی میں ہونے والی قرآن خوانی، اندرا گاندھی بھی شریک ہیں“ (۷۶)

☆ اس پر گرفت کرتے ہوئے محترم سید محمد جمیلانی ایڈیٹر ”المیزان“ بمبئی اپنے ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں۔ ”بچے گاندھی کے لئے قرآن خوانی، محفل مغفرت، ایصالِ ثواب، دعائے نجات، آخرت کی خیر برکت جیسے امور کا مظاہرہ کرنا ایک مضحکہ خیز اور افسوسناک حرکت ہے، کسی بھی غیر مسلم کے لئے اس طرح کی دعائیں اور مجلسیں مزاج اسلام اور روح ایمان سے لاعلمی، لاشعری اور ناہنجی کا کھلا ثبوت ہے۔“

پہلے سوئی لعل نورو اور باپ جواہر لال نورو نے تحریک آزادی کے مسلم قائدین حضرت سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل شہید کی فکر اور شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا احمد سعید دہلوی کے ساتھ مل کر غیر ملکی حکمرانوں کو ہندوستان سے نکالنے میں اہم کردار ادا کیا، اندرا گاندھی نے اپنے (دور) اقتدار میں جمیت علماے ہند اور دارالعلوم دیوبند کی قومی خدمات کا ہمیشہ اعتراف کیا اور جشن دیوبند میں اکابر دیوبند سے خاندانی تعلقات کا برملا اظہار کیا، اس لئے پاکستان میں موجود ان علماے حق کے جانشین اندرا کی موت کو امن کے لئے خطرناک تصور کرتے ہیں" (۷۹)

جہاں تک جشن دارالعلوم دیوبند اور اندرا گاندھی کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ہم مولوی احتشام الحق تھانوی کا یہ بیان نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ اجلاس جو بھارت اور

پاکستان کے غم میں سیاسی شرکت کے لئے اور
... کی تلقین و تسکین کی حد تک تو بات سمجھ
... آگے بڑھ کر مسلم یوتھ کانفرنس نے دلی
... اور دعائے مغفرت کی محفل بھی منعقد کر
... حیرت انگیز بھی ہے اور درد ناک بھی،
... اور دعائے مغفرت کے لئے صرف اور صرف
... جہاں جہاں ایمان پایا جائے گا دعائے
... کی جائے گی۔ ایمان اور مغفرت قانون انجیل کی
... جہاں ایمان ہوگا دعائے مغفرت ضرور
... دعائے مغفرت کی جائے گی وہاں ایمان کا وجود
... مجھے ایمان اور اسلام کی بحث نہیں کرنی ہے،
... بات کہنی ہے اور کل کر کہنی ہے کہ گاندھی جی ہوں
... شاستری جی ہوں یا بھگے جی، سب کے سب غیر
... مسلم نہیں، محروم الایمان ہیں، مومن نہیں،
... میں محروم نہیں" (۷۷)

... میں رہنے والے اس محترم سنی بریلوی ایڈیٹر
... کا یہ تبصرہ ایمان افروز بھی ہے اور سبق آموز بھی۔
... (تحریر)

"بھئی کے اخبار "اردو شائستہ" کی اطلاع ہے کہ پونہ
... عبدالکریم نے اندرا گاندھی کی غائبانہ نماز جنازہ کی
... اور لکھنؤ کے اخبار "اودھ بازار" نے خبر دی
... مولانا اسد مدنی صدر جمعیت العلماء ہند نے
... کے لئے منعقد تقریب قرآن خوانی میں شرکت فرمائی
... وزارت کے ساتھ مغفرت کی دعا مانگی

۳۱ - اکتوبر ۱۹۸۳ء کو اندرا گاندھی پر قاتلانہ حملہ
... اصل یہ جنم ہو گئی، اس پر پاکستان کے دیوبندی
... صاحبان کو بہت صدمہ ہوا، چنانچہ نظام العلماء پاکستان
... (مقام اسلام) کے مرکزی رہنماوں مولوی زاہد
... مولوی محمد شریف وٹو اور مولوی بشیر احمد شاہ نے
... "مسز اندرا گاندھی کے خاندان نے
... کی آزادی میں مرکزی کردار ادا کیا ہے، ان کے دادا

حافظ مجھے

ایمپلی فائٹرز والے



چیمپئن

ایمپلی فائٹرز

لاؤڈ سپیکر

مشہور زمانہ شوہر مائیٹ کروفون

افلاق کارپوریشن

عوامی مارکیٹ، سال روڈ، لاہور

7248799 - 7228247

7228476 - 7239871

پاکستان کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک کے ہزاروں قاریغ تحصیل مذہبی پیشوا اور علماء و مشائخ کا خالص مذہبی اور عالمی اجتماع ہے اس کا افتتاح ایک خاتون (سزاندرا گاندھی) کے ہاتھ سے کرنا نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی روایات کے خلاف ہے بلکہ دین اسلام کی برگزیدہ مذہبی شخصیتوں کے تقدس کے منافی بھی ہے۔۔۔ اگر بھارتی وزیر اعظم سزاندرا گاندھی کو مسلمانوں کے ساتھ ان کی خیر سگالی اور ہمدردی پر خراج تحسین پیش کرنا تھا جس کی وہ بجا طور پر مستحق ہے تو وہ مذہبی پیشواؤں کے خالص مذہبی اجتماع کی حیثیت کو مجروح کئے بغیر دوسرے طریقے پر بھی پیش کیا جاسکتا تھا، ایسا ہی دینی درس گاہ کے اس خالص مذہبی صد سالہ اجلاس کو ملکی سیاست کے لئے استعمال کرنا ارباب دارالعلوم کی جانب سے مقدس مذہبی شخصیتوں کا بدترین استحصال اور اسلاف کے نام پر بدترین قسم کی استخوان فروشی ہے، ہم ارباب دارالعلوم کے اس غیر شرعی اقدام پر اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس شرمناک حرکت کو مسلک دیوبند کی ترجمانی تصور نہ کریں بلکہ اس کی ذمہ داری تنہا دارالعلوم دیوبند کے متمم (قاری محمد طیب) پر ہے جنہوں نے دارالعلوم کی صد سالہ روشن تاریخ کے چہرے پر کلک کا ٹھکے لگا دیا (۸۰)۔

ہندوؤں کا رویہ

قوم پرست مولویوں کی اس قدر عقیدت و محبت کے باوجود ہندو مسلمانوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے ذہن پر یہ خوف سوار تھا کہ کہیں پھر مسلمان بیرونی اسلامی ممالک کی مدد سے انہیں محکوم نہ بنالیں، ایک ہندو نے اسی خدشے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا: "مسلمانوں کو بھارتی میں ہونے کی وجہ سے رعایتیں دینی چاہئیں (۸۱)۔

ساتھ بنیسیہ پن کا برتاؤ نہ کرنا چاہیے، یہ بات سمجھ میں

آنے والی ہے اور اسی لئے بھارتی نے ان کے رعایتیں بھی کی ہیں مگر مسلمان جو چاہتے ہیں وہ بھارتی کے لئے خطرناک ہو سکتا ہے مثال میں مسلمانوں کی کثرت ہے وہاں سے ملا ہوا مسلمان حکومتوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا ہے، مسلمانوں کی پان اسلامیت کو دیکھتے ہوئے یہ دور نہیں کہ وہ ہندوستان کے ہندوؤں کے خلاف ایران افغانستان وغیرہ سے سازش کر کے محمود غزنوی کی طرح کریں، ہندو بھارتی کا یہ خطرہ بہت خاص توجہ کا حقدار ہے گاندھی جی بھی اسے نظر سے اوجھل نہیں کرتے (۸۲)۔

مسلمانوں کو ہر شعبہ زندگی میں سلوج کرنے کی خاطر ہندو کوئی جائز رعایت تک بھی دینے کے لئے تیار نہیں تھے اس لئے اگر کہیں غلطی سے یاد رکھاوے کی خاطر کوئی فائدہ کی بات مان بھی جاتے، تب بھی عملد آمد کے وقت ڈنڈ مارنے سے گریز نہ کرتے، کانگریس نے میثاق لکھنؤ توثیق کر کے عملاً یہ تسلیم کر لیا تھا کہ مسلم لیگ مسلمانوں نمائندہ جماعت ہے لیکن مسٹر گاندھی نے وہ تحریک ترک موالاء اور خلافت کی آڑ میں نیشنلٹ مولویوں کی مدد سے ایک قوی نظریہ کا پرچار کر کے اس تاثر کو ختم کرنے کی مہم چلائی اسی طرح "اس میثاق کی شقوں پر عمل کرتے ہوئے میاں فضل حسین صاحب نے پہلا کام یہ کیا کہ لاہور کے میڈیکل کالج، گورنمنٹ کالج اور انجیئرنگ کالج میں مسلمان طلبہ کے لئے چالیس فیصد نشستیں مخصوص کر دیں میونسپل کمیٹیوں میں جہاں جہاں مسلمانوں کو اپنی آبادی کے تناسب سے کم نشستیں حاصل تھیں، ان کی نمائندگی مناسب آبادی کے مطابق بڑھا دی اور سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا چالیس فیصد حصہ مقرر کر دیا، ہندوؤں کو یہ تینوں فیصلے سخت ناگوار گزرے، ہندو کے نزدیک قوم پرستی کا مفہوم یہ تھا کہ اس کی ہر قسم کی اجارہ داری میں، خواہ وہ سراسر بے انصافی پر مبنی ہو، غفل نہیں پڑنا چاہیے، میاں صاحب کے خلاف طوفان اٹھ کھڑا ہو، ہندوؤں کے اخباروں ہندوؤں کے انجمنوں اور ہندوؤں کی نجی محفلوں میں فضل حسین کو فرقہ پرستی کا بانی، ہندو مسلم اتحاد کا دشمن، ہندوؤں

پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی تقریر میں کہا۔

”میں سو سال تک مسلمانوں کا انتظار کر سکتا ہوں کہ وہ کانگریس میں آئیں یہ نسبت اس کے کہ ان کو رشوت دی جائے“ رشوت؟۔ یعنی قوی حقوق۔

صالحی

مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں ٹھیک یہی نقطہ نظر ہندو ماسیحا کا بھی ہے، بھائی پر مانند سابق صدر ہندو ماسیحا نے پنڈت جواہر لال نہرو کو ایک تحریر بھیجی تھی جس میں وہ فرماتے ہیں۔

”یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آج کانگریس بھی ہندو ماسیحا کے اس اصول کا اقرار کر رہی ہے کہ نہ کوئی مسئلہ اقلیات

(متاثر) ہے نہ اس کے حل کرنے کی ضرورت، نہ کوئی فرقہ وارانہ مسئلہ ہے نہ معاہدہ اور مفاہمت کی حاجت“ (۸۷)

”جن نیشنلٹ مسلمانوں بالخصوص سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین اور غازی عبدالرحمان وغیرہ نے پاکستان کے مطالبے کی بھرپور مخالفت کی تھی اور جو ہندوؤں، سکھوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں مسلمانوں کی بھلائی پر یقین رکھتے تھے اور پاکستان کے مطالبے کی مخالفت میں اپنا زور بیان صرف کر رہے تھے، جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو ان ہی ہندوؤں، سکھوں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین اور غازی عبدالرحمان کے ساتھ مل امرتسر میں جینا دو بھر کر دیا اور ہندوؤں، سکھوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کا درس دینے والے یہ تینوں بزرگ جس طرح ہندوؤں، سکھوں سے اپنی جانیں بچا کر امرتسر سے بھاگ کر پاکستان آئے، وہ ہندوؤں، سکھوں کی مسلم دشمنی کی منہ بولتی تصویر ہے“ (۸۸) صالحی

”قوم پرست مسلمانوں کے انجام کے بارے میں میں مزید دو واقعات دہیہ قارئین ہیں دہلی میں میرے خالو اور ان کا پورا خاندان قتل ہو گیا ایک بچی زخمی حالت میں لاشوں کے ڈھیر کے نیچے سے ملی ایک لڑکا نہ جانے کس طرح بچ نکلا۔ میرے عزیز، میرے بزرگ، میرے دوست مجھ سے پوچھتے تھے تمہاری قومیت کماں ہے؟ تمہارا مشرک کچل گیا ہوا

پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی تقریر میں کہا۔

”میں سو سال تک مسلمانوں کا انتظار کر سکتا ہوں کہ وہ کانگریس میں آئیں یہ نسبت اس کے کہ ان کو رشوت دی جائے“ رشوت؟۔ یعنی قوی حقوق۔

صالحی

مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں ٹھیک یہی نقطہ نظر ہندو ماسیحا کا بھی ہے، بھائی پر مانند سابق صدر ہندو ماسیحا نے پنڈت جواہر لال نہرو کو ایک تحریر بھیجی تھی جس میں وہ فرماتے ہیں۔

”یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آج کانگریس بھی ہندو ماسیحا کے اس اصول کا اقرار کر رہی ہے کہ نہ کوئی مسئلہ اقلیات (متاثر) ہے نہ اس کے حل کرنے کی ضرورت، نہ کوئی فرقہ وارانہ مسئلہ ہے نہ معاہدہ اور مفاہمت کی حاجت“ (۸۷)

”جن نیشنلٹ مسلمانوں بالخصوص سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین اور غازی عبدالرحمان وغیرہ نے پاکستان کے مطالبے کی بھرپور مخالفت کی تھی اور جو ہندوؤں، سکھوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں مسلمانوں کی بھلائی پر یقین رکھتے تھے اور پاکستان کے مطالبے کی مخالفت میں اپنا زور بیان صرف کر رہے تھے، جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو ان ہی ہندوؤں، سکھوں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین اور غازی عبدالرحمان کے ساتھ مل امرتسر میں جینا دو بھر کر دیا اور ہندوؤں، سکھوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کا درس دینے والے یہ تینوں بزرگ جس طرح ہندوؤں، سکھوں سے اپنی جانیں بچا کر امرتسر سے بھاگ کر پاکستان آئے، وہ ہندوؤں، سکھوں کی مسلم دشمنی کی منہ بولتی تصویر ہے“ (۸۸) صالحی

نیشنلٹ مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندوؤں کی نظر میں سب کو خطرناک تھے، سکھ دیوال کا یہ بیان اسی ہندو کی صحیح ترجمانی کرتا ہے: ”مسلمان لٹی ہو یا کانگری چھیلو، ہم سب مسلمان ہی نکلتے“ (۸۹)

کانگری حکومتوں کے مظالم سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے قائد اعظم نے مسز گاندھی سے درخواست کی کہ انہیں کے حقوق کے لئے کوشش کریں، ”ماتما جی نے جواب دیا۔“ مجھے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، مجھے انوس ہے کہ میں اس سلسلہ میں کچھ نہیں

؟ تمہارے وہ تصورات کہاں ہیں کہ قومیں محض مذہب کی بنیاد پر نہیں بنا کرتیں؟ تم تو کہتے تھے کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں، تم تو کہتے تھے ہندو مسلمان کے خون کے دشمن نہیں، تم تو کانگریس کی دریا دلی اور فیاضی کے قائل تھے۔

میرے چاروں طرف آگ تھی، میں حویلی کے اوپر والے کمرے میں خاموش بیٹھا گھنٹوں سوچتا رہتا اور کوئی جواب نہ پاتا، جو کچھ میں نے سوچا، وہ غلط تھا (ڈاکٹر محمد حسن ایم اے آپ جی) (۸۹)

☆ بابو نور الدین سنبھلی مقامی سیاست میں کانگریس کی ناک کا بال تھے، بلوائیوں نے جب انہیں گھیر لیا تو وہ پکارے "ارے میں تو کانگری ہوں، قوم پرست ہوں۔۔۔ مجھے تو نہ مارو" "پر ہے تو مسلائی"

یہ تھے وہ آخری الفاظ جو ان کے کانوں میں پڑے اور جن کی بازگشت دور دور سنی گئی، بہت سے لوگ اسی وقت سے دل ٹٹولنے لگے تھے (ڈاکٹر افتاد حسن) (۹۰)

مسلمانوں کی تضحیک

اس میں شک نہیں کہ کانگریس کو بعض مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی لیکن تعداد کم ہونے کی وجہ سے یہ بالکل بے اثر تھے، مسلمان انہیں اس لئے منہ نہیں لگاتے تھے کہ انہوں نے غیروں سے رشتہ جوڑ لیا تھا اور مشرکین ہند کی نظروں سے اس لئے گر گئے تھے کہ وہ انکی مدد سے غلطوہ نتائج حاصل کرنے میں بری طرح ناکام رہے اس لئے جو بھی ہندو لیڈر ان کی حیثیت پر تمبرہ کرتا وہ بڑا دل آزار اور عبرتناک ہوتا، کانگریس کے مرکزی رہنما سردار ٹٹل نے ستمبر ۱۹۳۵ء میں آل انڈیا کانگریس کے اجلاس میں کہا۔ "جو مسلمان کانگریس میں شریک ہیں، وہ مسلمان ہیں کب" (۹۱)

اصولی طور پر اگرچہ سردار صاحب کی بات غلط نہیں تھی لیکن جن لوگوں نے اپنی قوم سے رخصتی مصافحہ کر کے

کانگریس کے دامن میں پناہ ملے تھے، ان کی اس قربانی کا رکنا ضروری تھا، ۲۳ ستمبر ۱۹۳۵ء کو ایک قدم آگے بڑھ کر مسز نیکی رام نے سب مسلمانوں کے منہ پر ان الفاظ تھپڑ مارنے کی ناکام کوشش کی۔ "چاروں اکثریتی صوبوں لیگ چاروں شانے چت کرے گی، مسلمان بھوکے ہیں وہ اسی کو ووٹ دیں گے جو ان کی روٹی کا انتظام کرے" (۹۲)

مسلمانوں نے اس کا جواب اس شکل میں دیا انتخابات میں کانگریس اور قوم پرست مولویوں امیدواروں کی ضمانتیں ضبط کرا دیں۔

پنڈت من موہن مالویہ اس لئے ہمارے شکر یہ مستحق ہیں کہ اس نے مسز گاندھی اور نہرو کی طرح منافق سے کام نہیں لیا بلکہ ہندوؤں کی اصلی سوچ کا اظہار کر دیا ہوں، اگر مجھے کسی ایسے ملک میں جانے کا اتفاق ہو جاتا تو میں یورپینوں اور مسلمانوں پر ہماروں کو دیتا ہوں، اگر مجھے کسی ایسے ملک میں جانے کا اتفاق ہو جاتا تو میں یورپینوں اور مسلمانوں کے ہاتھ کا پانی پیسیں گی بجائے چماروں اور اچھوتوں کا پانی پینا پسند کروں" (۹۳)

ہمارے ہاں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو انگریزوں کی اسلام دشمنی کے پردے میں ہندوؤں اور قوم پرست مسلمانوں کے گٹھ جوڑ کو صحیح اور اسلام کے عین مطابق ہیں، یہاں جتنے بھی غلط کام ہوئے ہیں، ہور ہے ہیں آئندہ ہونے کا امکان ہے، یہ سب انگریزوں کے کام میں ڈالتے ہیں، قائد اعظم کی "کنزوریوں اور غلطیوں تمبرہ فرماتے ہیں تو بال کی کھال اتارنے سے گریز کرتے لیکن مسز گاندھی اور ان کے ہمنوا مولویوں کی آجاتی ہے تو انہیں سانپ سوگھ جاتا ہے، یہ سوچ غیرا ہے، اس قسم کے افراد سے بھی گزارش کی جاسکتی ہے پنڈت صاحب کا مذکورہ بالا بیان بار بار مطالعہ فرما کر حاصل کریں۔

ابوالکلام آزاد ہندو لیڈروں اور کانگریس کے

کے ماحول میں گھرے رہنے کی وجہ سے اس حقیقت سے قطعاً بے خبر رہے کہ انکی صف حکومت الٹی جا چکی ہے اور ان کی مملکت انکے دست تصرف سے کبھی کی نکل گئی ہے میں حیران ہوں کہ ہمارے اس شہنشاہ کو کون حقیقت حال سے مطلع کر کے ہوش میں لائے۔

کانگریس کی درگنگ کمیٹی نے اپنے تمام اختیارات مساتما گاندھی کے سپرد کر دیئے ہیں اور اکثر ارکان کمیٹی جیل جا چکے ہیں، اب مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ اختیار کہاں رہا لیکن پھر بھی وہ بزم خویش اسی خیال پر جتے ہوئے ہیں کہ وہ شہنشاہ اعظم فرانس کی طرح ”حکومت مجسم“ ہیں، آج اگر کسی فرد واحد کو کانگریس کے متعلق کچھ بولنے کا حق ہے تو وہ مساتما گاندھی ہیں نہ کہ مولانا ابوالکلام آزاد (۹۷)۔

ہندو قوم پرست مسلمان رہنماؤں کو گالیاں دینے سے

حال تھے، اس نے اپنی پوری زندگی ان لوگوں کی رفاقت میں گزاری، کانگریس کو قومی جماعت ثابت کرنے کے لئے اسے اس کا صدر بھی بنایا گیا تھا، لیکن جس طرح قائد اعظم کو قومی جناح بھی کی نظر میں اس کی حیثیت ایک ”شوہر“ سے زیادہ نہ تھی (۹۸)۔

----- بالکل اسی طرح ہندو بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے، مشہور ہندو راہنما مسز ایم این رائے نے کئی صحیح بات کہی تھی کہ: ”مولانا (ابوالکلام آزاد) صاحب کی (کانگریس کے) عمدہ صدارت کے لئے امیدواری کی اس بناء پر حمایت کی جارہی ہے کہ اس سے ہندو مسلم اتحاد میں آسانیاں پیدا ہو جائیں گی لیکن یہ خیال فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل میں افسوسناک ناواقفیت کی غمازی کرتا ہے، اب یہ ممکن نہیں کہ آپ کسی ایک فرد کی عزت بڑھانے سے ملت اسلامیہ کو خوش کر لیں گے بلکہ یہ خیال کہ مسلمان اس بات سے راضی ہو جائیں گے کہ کانگریس نے ایک مسلمان کو صدر منتخب کیا ہے اور اس بناء پر وہ کانگریس سے مصالحت پر آمادہ ہو جائیں گے، مسلمانوں کی ذہانت کی توہین ہے، یہ مسئلہ افراد کی عزت افزائی سے حل نہیں ہو سکتا“ (۹۹)۔

کانگریس کے اندرونی نظم و نسق کے ایک واقف حال اور سابق صدر مسز سباش چندر بوس، ابوالکلام آزاد کی صدارت کانگریس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”کانگریس کا مغل اعظم (۱۰۰)۔

----- دن بدن ایک سحرے کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے، وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اپنے دولت کدہ بلیا منج واقع سرکلر روڈ میں بیٹھے ہوئے گا بے گاہے مستحقین کے خلاف نادہی گولہ اندازی کر کے سارے بنگال پر حکومت کر سکتا ہے اسے، اس سے کیا غرض کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے، بجائے خود آئین کانگریس کی حدود سے باہر ہے اور نہ ہی اسے ان نتائج و عواقب کا خیال ہے کہ اس قسم کی تعزیری کاروائیوں سے تو وہ تھوڑے دنوں میں تمام پبلک کو کانگریس سے نکال باہر کرے گا، اسے دیکھ کر مجھے مغلوں کے دور انحطاط کے وہ شہنشاہ یاد آ جاتے ہیں جو شاہی جلال و جبروت

حق
ناہو

۷۸۶

حق
ناہو

ناصر
قلیہ شاپ

ہمارے ہاں سادہ نان، بیسن، الائمان، قیر، الائمان
روغنی نان، آلو، الائمان آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

پروپرائیٹر، صوفی، محمد حبیب اللہ

دوکان ۴۲۱ سکس روڈ، لاہور

سے اب بھی قوم پرست مسلمان کانگریس میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں لیکن جماعت کی حیثیت سے ان کی تباہی بڑی دردناک ہے" (۱۰۰)

بے بسی

جراث، دلیری اور عقلمندی کا مظاہرہ دشمن بھی کرے تو اس کا اعتراف کرنا چاہیئے، اسی طرح بزدلی، بے حسی اور کم عقلی کے کام اپنے بھی کریں تو انکی پردہ پوشی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے، مسٹر گاندھی میں یہ صلاحیت تھی کہ انہوں نے قوم پرست مولویوں کو کوئی رعایت دیئے بغیر اپنے ساتھ ملا لیا، ان حضرات کی نظروں سے یہ بات اوچھل رہی کہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد بت پرست مشرک طوطا چشتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی رہی سہی قوت کو بھی ختم کرنے کے درپے ہو جائیں گے، یہ حقیقت ان الفاظ میں انہیں ذہن نشین کرانے کی کوشش کی تھی تھی:

"بزرگان محترم۔ آپ کے جلسہ کے اعلانات سے ظاہر ہے کہ آپ علماء کرام کی جداگانہ جمعیت کو لازمی سمجھتے ہیں، اس کے استحکام و استحضاف کے لئے مشوش اور کوشاں ہیں پھر عام مسلمانوں کی جداگانہ جمعیت کے قیام کو آپ کیوں مسلک حریت نوازی کے خلاف قرار دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔ نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ کانگریس میں علماء کرام کی حیثیت بالکل مقتدیوں کی سی ہے، غور فرمائیے، کانگریس کی مجلس عالمہ میں علماء کی کتنی تعداد ہے، اس کے نظام و آئین کی تشکیل و تنسیخ میں علماء کا کتنا حصہ ہے۔ کانگریس کے مختلف شعبوں میں جو بڑی بڑی سیاسی، معاشی، معاشرتی، اصلاحی اسکیمیں تیار ہوتی رہتی ہیں، انکی تحقیق و تعمیر میں علماء کا کتنا ہاتھ ہوتا ہے۔۔۔ کیا اہم سیاسی کانفرنسوں میں آپ کی نمائندگی کو کبھی حق امتیاز دیا گیا ہے اگر نہیں اور یہ واقعہ ہے کہ ہمارے علمائے عظام کی حیثیت وہاں امامت و قیادت کی حیثیت نہیں تو پھر آپ ہی انصاف

بھی نہیں چکھتے تھے، شورش کاشمیری کا بیان ہے: "جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ (ہندو اور سکھ) پھلجڑیاں چھوڑنے میں لطف محسوس کرتے ہیں اور انہیں مسلمانوں کی ہر چیز سے نفرت ہے بلکہ عداوت ان باتوں کو اختیار کرتے ہیں جن سے مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ پہنچے یا ان کی عزت نفس زخمی ہو تو میں نے مامتا گاندھی کے نام پر سنڈنٹ نیل کی معرفت ایک خط لکھا جس میں اس شاخسانہ کا ذکر کیا، میں نے یہ بھی لکھا کہ صوبہ کانگریس کے یہ نیتا ہماری موجودگی میں مولانا ابوالکلام آزاد کو گالیاں دیتے اور شرمناک باتیں کرتے ہیں، آخر میں لکھا کہ یہ سب کچھ وہ لوگ کر رہے ہیں جو آپ کے بھگت کہلاتے ہیں" (۹۸)

پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی آپ بیتی میں نیشنلٹ مولویوں اور ان کی تنظیموں کا ذکر سرسری اور ہلکے انداز میں کیا ہے، مولوی عبید اللہ سندھی، جسے ان کے معتقدین "امام انقلاب" کہتے ہیں، سے پنڈت جی نے اپنی ایک ملاقات کا حال لکھتے ہوئے اگرچہ اس کی متحدہ ہندوستان کی سکیم کو فرقہ وارانہ مسائل حل کرنے کے لئے ایک کامیاب کوشش سے ضرور تعبیر کیا ہے، اس لئے کہ اس سے مسٹر گاندھی کے "رام راج" کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں مدد مل سکتی تھی لیکن خود مولوی صاحب کو جدید خیالات سے نااہل بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اس ملاقات کو غیر اہم سمجھ کر میں اس کے متعلق سب کچھ بھول گیا (۹۹)

اسی طرح نیشنلٹ مسلم پارٹی کے متعلق پنڈت جواہر لال نہرو اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں: "کانگریس مسلمانوں نے نیشنلٹ مسلم پارٹی نام کی ایک جماعت ترحیب دی۔ ان (نیشنلٹ مسلمانوں) کے پاس کوئی چیز نہ تھی جسے یہ اپنی کہہ سکتے، کوئی بنیادی اصول نہ رہا جس پر وہ قدم جما کر کھڑے ہو سکتے۔ آج وہ ہر اصول اور عمل کو جس پر انہوں نے اپنی جماعت کی بنیاد رکھی تھی، جسے وہ بڑے زور شور سے لے کر اٹھتے تھے، کھو چکے ہیں اور ان کے پاس نام کے سوا کچھ باقی نہیں ہے۔ انفرادی حیثیت

تھے کہ اس بے توجہی سے ملت اسلامیہ کا سینہ چھلنی کیوں نہ
جائے، اسی گری ہوئی حیثیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کی جو
کامیابیاں کے پلٹ فارم سے باہر آتی ہے، اس کا اثر
صرف ایک طرف خود مسلمانوں پر بھی نہیں ہوتا" (۱۰۱)

مولوی حسین احمد دیوبندی کے متعلق، شاہ عبدالقادر
نے پوری کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ - "حضرت اس
تک ملک و ملت کی خاطر باطل کے مقابلہ میں حق کا دامن
چوم کر جس مردانہ وار صورت میں استقامت اور استقلال
کے ساتھ قربانیاں پیش کر رہے ہیں، یہ شان حسینیت کا
ظہور ہے" (۱۰۲) ملاحظہ فرمائیے کہ

----- سب جانتے ہیں کہ مولوی صاحب زندگی کی آخری سانس تک مسلم لیگ کے خلاف اور کانگریس کی حمایتی و کامرانی کے لئے کوشاں رہے، اس طرح گویا ہندو کانگریس معیار حق ثابت ہوئی اور مسلمانوں کی جماعت باطل نیز ہندو قوم پرست مولویوں کا کردار حسینیت اور مسلم لیگوں کا یزیدیت والا تھا، ان لغو اور باطل تصورات سے قطع نظر، جس جماعت کی کاروائیوں کو حق بتایا گیا، اس کی حمایت کرنے کی پاداش میں "حضرت کی شان" ہم خود نہیں بلکہ جناب ڈاکٹر اقتدار حسن، جن کے گھرانے پر دارالعلوم دیوبند کے اثرات خاصے گہرے تھے، کی زبانی پیش کرتے ہیں۔ انتخابات کے سلسلے میں مولانا حسین احمد مدنی کا خورج آنا بھی مجھے یاد ہے، جلوس ہمارے پچھواڑے سے گزرا تو اس میں ہندو زیادہ تھے اور مسلمان کم اور کچھ اس تیزی سے چلے آگے صرف جھٹک دکھانا مقصود ہو، یہ وہی شیخ الہند تھے جن کی زیارت میں نے اپنے بچپن میں کی تھی، کلاوٹھی میں میرے پچھلے کے قائم کئے ہوئے دینی مدرسے میں جلسہ عقیم اسناد تھا اور مولانا اس کی صدارت کے لئے خاص طور پر تشریف لائے تھے۔۔۔ اب یہ کیفیت کہ شیخ الہند کے جلسوں کی گاڑی بھی ہندو کے سارے چل رہی تھی، میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی اور عبرت کا یہ منظر

لارڈ ویول نے اگرچہ ابوالکلام آزاد کی تعریف کی

ہے لیکن فرماتے ہیں کہ وہ مسٹر گاندھی کے سامنے ایسا تھا جیسا کہ قائم (STOAT) کے مقابلے میں خرگوش " (۱۰۴) ' مشہور مؤرخ جناب رئیس احمد جعفری نے زیادہ وضاحت کے ساتھ ابوالکلام آزاد کی بے بسی کا ذکر کیا ہے ' تلیقے ہیں۔

”ابوالکلام آزاد کی یہ بد قسمتی تھی کہ وہ مسلمان تھے، اس لئے وہ بہترین دلائل سے مسلح ہونے کے باوجود ہمیشہ شکست خوردہ رہتے، ان کی خود نوشت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر انہیں کانگریس ہائی کمان سے نیا دوی معاملات و مسائل میں اختلاف کرنا پڑا اور بعد میں ان کی رائے مان بھی لی گئی لیکن اس وقت جب گاندھی جی نے ساتھ دیا یا جواہر لال نے ان کی پشت پناہی کی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے ' ۱۹۳۴ء میں کانگریس کا سالانہ سیشن بمبئی میں ورلی کے میدان میں منعقد ہوا ' موجودہ صدر جمہوریہ ہند راجندر پرشاد صدر اجلاس تھے ' میں روزنامہ "خلافت" کا چیف ایڈیٹر تھا ' مجھے نہ صرف اس اجلاس میں شرکت کا بلکہ ڈاکس کے بالکل قریب بیٹھنے اور ورلگ کمیٹی ' مجلس مضامین (سبجیکٹس کمیٹی) اور عام اجلاس کی کاروائیوں کے مشاہدہ کا موقع ملا ----- مجلس مضامین جو تجویز زیر بحث لاتی ' اگر اس کی تحریک و تائید کسی ہندو لیڈر کی طرف سے ہوتی تھی تو برہ و چشم قبول کر لی جاتی ' خواہ اس کی تقریر کتنی ہی پھس پھسی ' اس کے دلائل کتنے ہی بڑے اور اس کا انداز بیان کتنا ہی لچر ہو ' حاضرین ہمد تن گوش ہو کر اس کے فرمودات سنتے تھے لیکن جب مولانا آزاد کسی تجویز کی تحریک یا تائید کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حاضرین ان کی طبابت سے متاثر ہیں نہ ذہانت سے ' وہ صرف یہ چاہتے کہ اس تقریر ختم ہو جائے ' بعض لوگ تو تقریر سننے کے بجائے گپ بازی میں مصروف ہو جاتے تھے اور مولانا کی تقریر کے بعد سدر چاہتے تھے ' ہاتھ اٹھا دیتے تھے - ان حالات میں مولانا کانگریس میں شامل رہتا بڑے دل گردہ کا کام تھا لیکن ان کے پائے ثبات میں جنبش نہ آئی - مزید حیرت اس پر ہے کہ

وہ اختلاف بھی کرتے تھے تو کسی نہ کسی بڑے ہندو لیڈر کی آڑ
لے کر، کبھی گاندھی جی کا سہارا لے کر کبھی، 'موتی لال
یا جواہر لال کے سہارے' تب اپنا اختلاف منوا پاتے تھے
(۱۰۵)

ہندو لیڈروں کا ابوالکلام آزاد پر کتنا اعتماد تھا اور کانگریس میں اس کی حیثیت کیا تھی ، اس کے متعلق محترم عبد الوحید خان کی رائے پیش خدمت ہے : ”مولانا آزاد کی کانگریس میں کیا پوزیشن تھی ؟ وہ کانگریس کے صدر تھے ، کانگریس کی عام ملکی معاملات کے متعلق جو پالیسی بنتی تھی ، اس میں مولانا کا مشورہ ضرور شامل ہوتا تھا ، بعض اوقات بالخصوص دوسری جنگ (عظیم) کے موقع پر انہوں نے کانگریس لیڈروں اور مہاتما گاندھی سے اختلاف رائے بھی کیا لیکن جہاں تک ہندو مسلم مسئلے کا تعلق ہے ، مولانا کی پوزیشن ایک نمائندگی کھلونے سے زیادہ نہ بڑھ سکی ، اس معاملے میں مہاتما گاندھی ، پنڈت اور آچاریہ کرپانی سے مشورہ کر کے ایک پالیسی مرتب کرتے اور مولانا آزاد کو آلہ کار بنا کر اس کو عملی جامہ پہناتے اور دراصل مولانا ہی کی ذات کانگریس کی قومیت اور ہندوستانیت کی پوری نمائندگی کا بحرم رکھے ہوئے تھے ورنہ وہ ہندو مہاجرا سے بھی ایک قدم آگے مسلمانوں کو متوجہ اور مغلوب کرنے کی اسکیموں میں مصروف تھے ، مسلمانوں کے متعدد مطالبات اور متفقہ فیصلوں کی مخالفت اور کانگریس کی بلا کسی عذر کے ہمنوائی اور تقلید کو رائے کے باوجود کانگریس میں مولانا کی پوزیشن درون خانہ کیا تھی اور ان پر کس حد تک اعتماد کرتے تھے ، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ لارڈ لنلتھگاو کے دور سے لارڈ ماونٹ بیٹن کے زمانے تک ہندو مسلم مسئلے میں جتنی سیاسی گفت و شنید بھی کانگریس اور حکومت برطانیہ کے مابین ہوئی ، کانگریس نے سوائے ایک دفعہ کے جبکہ مسٹر آصف علی ان کے ساتھ تھے ، کبھی مولانا کو تنہا یا کسی مسلمان ترجمان کی معیت میں ملنے نہیں دیا ، شملہ کانفرنس کے وقت کریس اور کینٹ مشن کے وقت اور آخر میں لارڈ ماونٹ کے زمانے میں جب کبھی مولانا وائس ریکل لاج میں تشریف لے گئے ، ان کے

[illegible]

قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے ابوالکلام آزاد کی قابل رحم حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: "مجھے ہندو اخبارات کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ برلا ہاؤس میں حیدر آباد کے ایک صاحب اور مولانا آزاد میں بات چیت ہوئی ہے اور موضوع بحث مسلم لیگ تھا، مجھے مولانا آزاد کی حالت پر رحم آتا ہے کہ وہ نہ تو ہندوستان کے نمائندے ہیں نہ مسلمانوں کے اور حقیقت یہ ہے کہ کانگریسوں کے مشوروں میں ان کی کوئی آواز نہیں، اس امر کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ حیدر آباد سے آنے والے صاحب کے نام مولانا آزاد کی طرف سے جو مکتوب بھیجا گیا تھا، اس پر سرٹھیک پنڈت نہرو کی طرف سے لگی تھی" (۱۷۰)

غلامی

مسٹر گاندھی نے کہا تھا - ”مسلمان یا تو عرب حملہ آوروں کی اولاد ہیں یا ہمیں سے جدا کئے ہوئے افراد“ اگر ہم اپنا وقار رکھنا چاہتے ہیں تو تین علاج ہیں، ایک تو یہ کہ اسلام سے ہٹا کر انہیں اپنے دھرم میں واپس لوٹایا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ان کے آبائی وطن میں لوٹادیا جائے

یہ بھی دشوار ہو تو ان کو ہندوستان میں غلام بنا کر رکھ جائے" (۱۰۸)

اگرچہ "ماتما جی" کی ان خواہشات میں سے ایک یہ بھی پوری نہ ہو سکی لیکن بعض ایسے حضرات ضرور ہاتھ آئے جنہوں نے اشاروں پر ناپتے رہے، جنہوں نے کبھی ٹھنڈے سے اس بات پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ اس کے اس طرز عمل سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو کس قدر ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، اس کی ایک واضح مثال ابوالکلام آزاد کی ذات گرامی ہے، "جب سوہاش کی صدارت (کانگریس) کا ایک سال ختم ہو گیا تو ہندوستان کے ہر سیاسی ذوق رکھنے والے آدمی نے محسوس کیا کہ گاندھی کو سوہاش کی آزادی فکر پسند نہیں اور وہ اسے چھٹی دینا چاہتے ہیں، ۱۹۳۹ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس تہنپوری میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کی صدارت کے لئے تین آدمیوں کے نام تجویز ہوئے تھے،

ایک مولانا ابوالکلام آزاد، دوسرے ڈاکٹر پنابھائی سیستہ رمیہ اور تیسرے سوہاش چندر بوس، مولانا بہت جلد یہ میدان خالی کر گئے، لیکن جانے سے پہلے انہوں نے ایک اخباری بیان میں یہ اعلان کیا - "مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ ڈاکٹر پنابھائی سیستہ رمیہ کا نام بھی صدارت کے لئے تجویز ہوا ہے، ڈاکٹر صاحب اس خیال سے اپنا نام واپس لینے کو تیار ہو گئے تھے کہ میں غالباً اپنا نام واپس نہیں لوں گا لیکن میں نے انہیں برابر سمجھایا کہ میں صدارت کا امیدوار نہیں ہوں تو میرے اصرار پر وہ کانگریس کی صدارت کے امیدوار بن گئے ہیں، وہ کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے پرانے رکن اور انتھک کام کرنے والے کارکن ہیں، میں کانگریس کے مندوبین سے پر زور درخواست کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو بلا مقابلہ منتخب کریں، مجھے امید ہے اور کوئی شخص ان کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہوگا" مولانا کا یہ بیان گاندھی جی کے ایماء سے اخباروں میں چھپوایا گیا تھا،

معیاری اور اذات خریداری کے کامرکز

اسٹیل ڈیپارٹمنٹل سٹور

میاں شاپنگ سنٹر (نزد حبیب بنک)
صدر بازار لاہور چھاؤنی، فون: 380189

اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا کہ صدارت کے کسی امیدوار نے اپنا نام واپس لیا ہو اور ساتھ پبلک سے پر زور سفارش بھی کی ہو کہ میری جگہ فلاں فلاں آدمی کو صدر منتخب کرو" (۱۰۹)

اب ذکر ہو جائے مولوی حسین احمد دیوبندی کا، ان کے تعلق جناب ابوالاعلیٰ مودودی رقتراز ہیں: "میں صاف کہتا ہوں کہ ان کے نزدیک کونسلوں اور اسمبلیوں کی شرکت کو ایک دن حرام اور دوسرے دن حلال کر دینا ایک کھیل بن گیا ہے، اس لئے کہ ان کی تحلیل و تحریم حقیقت نفس الامری کے اور اک پر تو مبنی ہے نہیں، محض گاندھی جی کی جنش لب کے ساتھ ان کا فٹوی گردش کیا کرتا ہے" (۱۱۰)

ہندوؤں کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے ان لوگوں نے مسلمانوں سے تعلق ختم کر لیا تھا اور ہر جگہ اکثر ہندوؤں کو خدمت کرنے کا موقع عطا فرماتے تھے، دن کے وقت مسلمانوں کو ورغلائے اور شب باشی کے لئے دھرم سالہ میں قیام ہوتا، عبدالماجد دریا بادی تحریر فرماتے ہیں: "آج چار دن سے اس قصبہ (دریاباد) پر کانگریسی خیال کے مسلمانوں کا دھاوا ہے، دیوبند کے طلباء کا ایک دستہ آیا ہوا ہے اور اپنے ملک کی تبلیغ یا کوشش تبلیغ میں مصروف ہے، اس میں مضائقہ نہیں، ظاہر ہے کہ ہر فرقہ بھی کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے لیکن ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ کام مسلمانوں کے اندر کرتا ہے لیکن تعلقات یہ تمام مسلمانوں سے توڑے ہوئے ہے اور قصبہ کی غیر مسلم آبادی سے جوڑے ہوئے ہیں، قیام ان کا دھرم سالہ میں حالانکہ قصبہ میں ایک نہیں دو سرائیں مسلمانوں کی موجود ہیں، ان کا رہنا سنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا تمام تر ہندوؤں کے ساتھ انہیں کے درمیان اور انہیں کا سا، حد یہ ہے کہ ان سطور کے راقم کو جب بھی انہوں نے سرفراز کیا تو ہمیشہ ہندوؤں ہی کے حلقہ میں۔ یہاں تک کہ ایک دن مسلمان صاحب تو ایک تھے اور ان کے ہندو رفقاء تین کی تعداد میں۔ گویا توحید کلیت کے زخہ میں، اس سے قبل سنٹرل اسمبلی کے

ایکشن کے وقت تو یہ منظر دیکھنے میں آیا تھا کہ نئے مسلمان امیدوار کے کارکن اور باقاعدہ پولنگ ایجنٹ ہندو۔ مسلک یا سیاسی نظریہ کے غلط یا صحیح ہونے کا یہاں نہیں، ذکر یہاں صرف اس ناقابل حل معرکہ کا اچھوت بنائے جاتے ہوئے سنا تھا، پڑھا تھا، اچھوت ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا" (۱۱۱)

ان شواہد کی روشنی میں مولوی عبید اللہ سندھی ایک معقہ، مولوی عبداللہ لغاری کا یہ بیان صحیح معلوم ہے کہ - "جمعیت العلماء (ہند) نسب کے سب ہندو کے غلام بنے رہے، ہندوؤں کے یہاں بھی ان کی نہیں نہ مسلمان کے یہاں ان کی عزت ہے" (۱۱۲) قوم پرست مسلمانوں کے انجام کے بارے میں ش کاٹھیری نے لکھا تھا: "ہندوؤں کا معاملہ یہ ہے کہ ان ایام قید، انکا بینک بیلنس ہیں، جب چاہیں اپنا چیک کرا سکتے ہیں، جن مسلمانوں نے استخلاص وطن کی تحریک حصہ لیا، وہ اپنا سب کچھ گنوا چکے ہیں، ان کی مثال عورت کی سی ہے جو نوجوانی ہی میں بیوہ ہو جائے، عمر روتی دھوتی رہے، بچہ جنے تو مردہ ہو" (۱۱۳)

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت مل جلنے کے نور ہیں۔ حضرت سے ہم روش ہوں۔ ان سے تابین روش ہوں۔ ان سے انور ختمین روش ہوں۔ ان سے ہم روش ہوں۔ اب ہم تم سے کچھ نہیں کہہ کر نور ہوں۔ میں اس کی ضرورت ہے کہ تم سے روش ہو۔ نور ہے کہ اللہ عزوجل مل جللا صلی اللہ علیہ وسلم کی کجی ہمت، ان کی تسلیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی عظیم اور ان کے دشمنوں سے نجات عداوت۔ جس سے اللہ عزوجل مل جللا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ ترین پادہ پوروں تمہارا کیسی پیدا کریں نہ ہو تو اس سے تمہارا ہر میں کو ہلاک و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پوروں تمہارا کیسی بزرگ کریں نہ ہو اپنے اندر سے اسے خود دوسے کئی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

ماہوار منظور دھایا
از
مولانا احمد رضا خان بریلوی مدظلہ

ہندوؤں کا سرمایہ

طرح ان مسلمان لیڈروں اور ان کی جماعتوں کو بھی کانگریس مالی امداد فراہم کرتی ہے جو ان کے خیال میں شرعاً ناجائز نہ تھا۔

مولانا احمد علی لاہوری کا اس بارے میں استدلال یہی تھا جو انہوں نے ایک دفعہ ایک سوال کے جواب میں ملک لطیف شیخ ماسٹر لاہور اور شیخ محمد عبداللہ سابق ڈپٹی ڈائریکٹر عکس انڈسٹریز لاہور کو ان کے دریافت کرنے پر خود بتایا تھا، 'جواباً ان دونوں نے اسی وقت یہ کہہ دیا کہ مولانا۔ یہ لوگ آپ کو رشوت دیتے تھے، کچھ بھی ہو، دیکھنا یہ ہے کہ کانگریس کا یہ روپیہ جن ذرائع سے آتا تھا وہ کیا تھے؟ بلا مقابلہ ۹۹ فی صد رقوم ہندوؤں کی طرف سے آتی تھی اور جو خالصتاً سود و رسود سے حاصل ہوتی تھی یا ہندو ساہوکار مسلمانوں کو سودی قرضے دیکر وصول پاتے تھے یعنی خالص اسلامی شرعی نقطہ نظر سے یہ روپیہ حرام کی کمانی سے حاصل ہوتا تھا اور پھر یہی روپیہ مسلمان لیڈروں کو بشمول مولانا حسین احمد مدنی کو بھی ملتا تھا، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور اس بات کی تصدیق کہیں بھی نہیں ہوئی کہ مولانا کانگریس سے روپیہ نہیں لیتے تھے اور ان کے گھر کا خرچہ کسی کاروباری دھندے وغیرہ سے چلتا تھا، اسی طرح خدائی خدمت گار، احرار، انجمن خدام الدین لاہور وغیرہ کو بھی ہندو کانگریس کے "برالافڈ" سے سرمایہ وغیرہ فراہم ہوتا تھا جو سودی رقوم سے اکٹھا ہوتا تھا" (۱۱۳)

۳۶-۱۹۳۵ء کے مرکزی اور صوبائی انتخابات کے دوران نیشنلسٹ مولویوں کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے روزنامہ نوائے وقت ۶ فروری ۱۹۳۶ء کے ادارہ نویس نے لکھا تھا۔ "مولوی حسین احمد کے چیلے چائے بھی اس صوبے (صوبہ سرحد) میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے کانگریس کے روپیہ سے اور رائے بہادر مہرچند کھنہ کی موٹروں میں قریہ قریہ پھر رہے ہیں، مولوی حسین احمد مدنی نے مرکزی

حزب عبداللطیف سیٹھی تحریر فرماتے ہیں۔ "جس احمد مدنی جس سیاسی مسلک پر قائم ہو گئے تھے وہ مسلک تھا، جس پر گاندھی، نہرو، پٹیل وغیرہ مسلط ہوئے تھے، اس وقت مولانا جمعیت کے بھی متعلق تھے اور اس پارٹی کے ساتھ وہ جس کے ایک حلیف تھے۔ جہاں تک انگریز کی مخالفت کے لئے مولانا صحیح تھے لیکن جہاں تک انگریزوں کے حق میں چھوڑ دینے کے بعد کے حالات میں مسلمانوں کی مخالفت کا تعلق تھا، یہاں حضرت مولانا نے سخت ٹھوکر کھائی اور مومن کی فراست کا مظاہرہ نہ کر کے اور ناکام ہو گئے تھے اس وقت ہندوؤں کے فراہم کئے ہوئے سرمایہ سے چندہ سے چلتی تھی۔ بڑے بڑے ہندو اور غیر مسلم "قانقا" ڈالیا وغیرہ بھاری رقوم کا چندہ دیتے تھے

کانگریس کے فنڈز سے کانگریس کے ساتھ ملحق مسلم جماعتوں کو بھی روپیہ دیا جاتا تھا اور اسی فنڈ سے مولانا "جمعیت العلماء ہند کو اور ان کے اخبار جمعیت کو مالی اعانت دی جاتی تھی، جب سیاسی جماعتیں تو کانگریس لیڈروں کے سفر و حضر کا خرچہ بھی لے لے چلتا تھا، جب لیڈر قید ہو جاتے تھے تو اسی فنڈ سے سیاسی قیدیوں کے گھروں میں پہنچایا جاتا تھا تاکہ قحب بھی ہوتی رہے اور گھر والوں کے نان و نفقہ کا انتظام ہوتا رہے۔ نہرو کو چھوڑ کر باقی دوسرے چوٹی کے مثلاً راجن بابو، پٹیل، مولانا ابوالکلام آزاد، حسین احمد مدنی، غفار خاں نے اپنی زندگیاں کانگریس کے وقت کر رکھی تھیں اور خاص طور پر مولانا آزاد اور ان کی طرح ایک بڑی سیاسی جماعت دوسری جماعتوں کے درگزر کو خرچہ وغیرہ دیتی ہے، اسی

میں ایک جماعت کی حیثیت سے مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے موثر اور مسلسل پروپیگنڈا کی ضرورت ہوگی، لہذا دیوبند اپ ذرائع مسلم لیگ کی خدمت میں پیش کر دے گا، بشرطیکہ پروپیگنڈا کا خرچ لیگ برداشت کرے، اندازہ لگایا گیا کہ شروع میں کوئی پچاس ہزار روپے درکار ہوں گے، ظاہر ہے کہ اس وقت لیگ کے صندوقچے میں پچاس تاجے کے بھی نہ تھے، صدر اور سیکرٹری جو دونوں اعزازی تھے، اپنے دفتر اپنے تھیلوں میں اٹھائے پھرتے تھے۔

مولانا کو مسلم لیگ کی مالی حالت کا علم، ہم میں سے جو لوگ جیلے میں حاضر تھے، ان میں سے بیشتر کی نسبت زیادہ اچھی طرح تھا، اس لئے وہ اپنی تجویز کے اس جواب کے بھی ضرور متوقع ہوں گے جو ظاہر ہے کہ دیا جاسکتا تھا، مسٹر جناح کو انہیں بتانا پڑا کہ ایسی رقم موجود نہ تھی اور نہ ہی انہیں یہ امید تھی کہ وہ مستقبل قریب میں اتنا روپیہ جمع کر سکیں گے، انہوں نے سب سے التجا کی، وہ جو بھی ذرائع فراہم کر سکیں، ان سے کام لیں اور کوئی ٹھوس نتائج پیدا کر کے دکھائیں، انہوں نے کہا کہ ”اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہم سچے دل سے ان کی بھلائی کے لئے کام کرنا چاہتے ہیں تو روپیہ بلاشبہ ضرور مل جائے گا لیکن پہلے کام کر کے تو دکھائیں۔“

جون ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے پاس کوئی روپیہ نہ تھا، لہذا مسٹر جناح مولانا کی یہ پیشکش منظور نہ کر سکے کہ مالی امداد کی شرط پر وہ دارالعلوم دیوبند کے تمام ذرائع تبلیغ ان کے لئے وقف کر دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ان کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی، یہ میرے لئے ایک تلخ صدمے کا باعث ہوا کیونکہ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ خود علمائے دین مسلمانوں کے راستے میں، جو اپنی قومی آزادی کی جدوجہد کر رہے تھے، حائل ہو جائیں گے، مجھے کبھی یہ یقین نہ آتا تھا کہ ایسے قابل تعظیم حضرات ذاتی اور جماعتی مفادات کو قوم کے مفادات پر مقدم رکھیں گے

اسمبلی کے انتخابات کے زمانہ میں بھی ہراول کے کانڈر کے فرائض سرانجام دیئے تھے، اس کے بعد انہوں نے سندھ اور آسام میں کانگریس کی بالکل یہی خدمات سرانجام دیں مگر تینوں محاذوں پر انہیں منہ کی کٹائی پڑی، اب انہوں نے صوبہ سرحد کا رخ کیا ہے، ہمیں یقین ہے کہ سرحد کے غیور مسلمان اس جال میں پھنسنے سے انکار کر دیں گے جس سے مضبوط تر جالوں کو سندھ اور آسام کے مسلمان تار تار کر چکے ہیں“ (۱۱۵)

۲۱ تا ۲۵ نومبر ۱۹۳۵ء بمقام مین پوری اجلاس خاتما
رشیدیہ کے وسیع ہال میں ضلع سنی کانفرنس کے پر شکوہ جلسے ہوئے (ان میں مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی بھی شامل تھے)، ایک کانفرنس میں یہ تجویز پاس ہوئی: ”سنی کانفرنس ضلع مین پوری کا یہ عظیم الشان اجلاس طے کرتا ہے کہ کانگریس ایک مسلم کش جماعت ہے اور مسلم کشی کے سوا کچھ اس کا نہ کوئی مقصد تھا اور نہ ہے اور وہ مسلم کش ہندوؤں کی نمائندگی کرتی ہے اور ان ہی کی نمائندہ ہے، اس کا چند فیصلے، نما اشخاص کو خرید کر یہ دعویٰ کرنا کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے غلط ہے، مسلمان ان میں سے کسی کے ساتھ تعاون نہ کریں اور کانگریس چالوں سے ہوشیار رہیں اور کانگریس امیدواروں کو ووٹ دیکر کانگریس کی مراد کو پورا نہ کریں“ (۱۱۶)

مشہور مسلم لیگی لیڈر مرزا ابوالحسن اصفہانی رقمطراز ہیں: ”آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ لاہور کے جلسہ کا ذکر ختم کرنے سے پہلے میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے مجھے تعجب بھی ہوا اور سخت رنج بھی۔“

پارلیمنٹری بورڈ کے جلسے کے دوران کئی تقریریں ہوئیں جو ہمارے تقریر کرنے کے روایتی شوق کے عین مطابق تھیں، مجھے یاد ہے کہ پہلے روز مفتی کفایت اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی نے مسٹر جناح کی تائید کی اور ان کی اس تحریک پر کہ مسلم لیگ کو زندہ سیاست کے اکھاڑے میں لایا جائے، خوشنودی کا اظہار کیا لیکن آخری روز ان دو عالموں میں سے ایک نے یہ تجویز پیش کی کہ چونکہ انتخابات

مقابلہ نہیں کر سکتے، اگر یہ علماء دل سے ہمارے ساتھ نہیں تو خریدی ہوئی وفاداریاں اور دوستی کب تک کام دے گی (۱۱۸)

استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بنڈیالوی نے احراریوں کے متعلق ایک سوال کے جواب میں بتایا۔

”انکی کیا بات کرتے ہیں، یہ ابن الوتوں کا ایک ٹولہ تھا، ضرورت پڑنے پر وہ کسی مذہب اور عقیدے کے پابند نہیں ہیں، انچرہ میں ہمارے مدرسہ کے ایک بزرگ میاں قمر الدین تھے، بڑے پکے سنی، جہاں آج گلبرگ ہے، یہاں پر ان کی زمینیں بہت تھیں اور یہ احراری سنی بن کر ختم نبوت کے نام پر ان سے بہت سی رقیں بیورتے رہے، عطاء اللہ شاہ بخاری اور بڑے بڑے جفادری احراری میاں قمر الدین کا طواف کیا کرتے تھے، اس سے میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر قائد اعظم ان کی مناسب قیمت لگا دیتے تو یہ تحریک

بعد میں بھی یہ مسئلہ زیر غور آیا تھا لیکن قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم نے ان مولویوں کو خریدنے سے انکار کر دیا، جناب ابو سعید انور رقطراز ہیں: ”گاندھی اور پنڈت نہرو مسلم لیگ سے بات کرنے کو تیار نہ تھے، انہوں نے کانگریسی مسلمانوں جمعیت العلماء کے لیڈروں، مجلس احرار اور مسلم لیگ کی چند اور مسلم جماعتوں کا سارا لینا شروع کیا، مسلم لیگ کی مخالفت شروع ہوئی، قائد اعظم نے سب کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا، ایک وقت ایسا آیا کہ بعض مسلم لیگی رہنماؤں نے قائد اعظم سے کہا کہ چند عیسائی خطیب علماء کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں اور انہیں کانگریس سے توڑا جاسکتا ہے مگر اس کے لئے پیسہ خرچ کرنا پڑے گا، قائد اعظم نے اس تجویز کو رد کر دیا، کہنے لگے: ”میں نے اس معاملے میں ہم انڈین نیشنل کانگریس یعنی ہندوؤں کا

خَلَمَتْ خَلَقُ

شوگر۔ امراضِ مَرَانہ۔ امراضِ نسواں۔ بے اولاد۔ حملہ امراض کا مجرب علاج

طیبِ اسلامی کے مرکبات جو کہ ملکی بڑی بوٹیوں اور معدنیات سے زیرِ نگرانی حکیم و کارِ اللہ گوریہ صاحبِ احتیاط سے بالکل بے ضرر تیار ہوتے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی مرضِ علاج سے فائدہ پا چکے ہیں۔

الحاج حکیم محمد رفیع غلامِ حبیب اللہ

محترم زادہ ہاؤس نزد پولیس اسٹیشن گورنمنٹ میڈیٹل کالج کوئٹہ پاکستان، فیض کوئٹہ 0431 - 32532

پاکستان کی حمایت کر سکتے تھے مگر کانگریس نے ان کو پہلے خرید لیا تھا" (۱۱۹)

تحریک پاکستان کے ممتاز راہنما مولانا عبدالستار خان نیازی نے ایک انٹرویو میں بتایا۔ "۱۹۳۶ء میں جب مسلم لیگ کا پارلیمانی بورڈ بنایا گیا تھا، اس میں مجلس احرار اور جمعیت علمائے ہند بھی ابتدائی طور پر شریک تھیں کہ کانگریس کے مقابلے میں متحدہ مؤقف اختیار کیا جائے۔ پھر انہوں نے قائد اعظم سے رقم کا مطالبہ کیا، قائد اعظم نے

جواب دیا کہ میرے پاس رقم نہیں ہے، مسلمان غریب قوم ہے تم اپنے طور پر جدوجہد کرو پھر ایک وقت ایسا آئے گا۔ مسلمان تمہاری مدد کریں گے لیکن وہ احراری رقم لینا چاہتے تھے۔۔۔۔۔ اس کے بعد تو ان لوگوں نے مسلم لیگ کی مخالفت میں یہاں تک کارنامہ انجام دیا کہ پنجاب میں ان لوگوں نے یونینٹ پارٹی سرکار پرست نوڈیوں کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ رہے اور یونینٹ سے مظہر علی اظہر نے رقم لی اور پھر جوتیوں میں دال بنی، الزامات لگے کہ اتنے پیسے کھا گیا، اتنے پیسے کھا گیا، یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ ان لوگوں نے کانگریس سے بھی رقم لی اور تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی بھرپور مخالفت کی، انہوں نے یہاں تک کہا کہ یہ دیوانے کا خواب ہیں

عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا۔

"اگر پاکستان کی پ بن گئی تو میری داڑھی پیٹاب

سے مونڈھ لینا" (۱۲۰)

مشہور احراری لیڈر جناب شورش کاشمیری نے بقلم خود اعتراف کیا کہ "جہاں تک کانگریس کے روپے کا تعلق ہے، وہ تو خود مولانا حبیب الرحمن کے علم میں ہے بلکہ پچاس ہزار روپے کی قسط دلوانے کے حصہ دار ہی آپ تھے، رہا یونینٹ پارٹی کے روپے کا سوال تو میرا خبر تمام کاغذات شاہ جی یا مولانا غلام غوث کو دکھانے کے لیسے تیار ہے ان کے سوا وہ کسی کو بھی کوئی کاغذ دکھانے کے حق میں نہیں، وہ سب کو ناقابل اعتبار سمجھتا ہے، وہ ایک سرکاری ملازم ہے، میں اس کا نام بھی بتانے کو تیار نہیں البتہ شاہ جی اور مولانا

غلام غوث چاہیں تو وہ ان سے ملنے کو تیار ہے"

"جب مولانا وہنگار کر جانے لگے تو شاہ جی نے روک

لیا "مولوی صاحب، آپ کہاں جا رہے ہیں، آپ تشریف رکھیں، آپ کے خلاف یا جماعت کے خلاف شورش کچھ چارج لگا رہا ہے" مولوی صاحب رک گئے، میں نے ترتیب وار چارج لگانے شروع کئے، کانگریس کا روپیہ ساٹھ ہزار، دس ہزار کی ایک قسط اور پچاس ہزار کی دوسری قسط اور یونینٹ پارٹی۔۔۔ ابھی فقرہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ مولانا غلام غوث نے ایک ایسا شق پر زور دیا، کچھ دیر تو سناٹا چھایا رہا، پھر سکوت ٹوٹا، مولانا نے تسلیم کیا کہ روپیہ لیا گیا ہے لیکن اس وقت ان کے ذہن میں صحیح یاد نہیں کہ یہ رقم کتنی ہے، بات صبح پر ملتوی ہو گئی، مجھے صاحبزادہ فیض الحسن شاہ، مولانا مظہر علی اظہر کے مکان پر لے گئے، رات وہیں کاٹی، مولانا اس افشاء کو برا خیال کرتے تھے اور مضطرب بھی تھے لیکن وہ افتخار کے حق میں تھے، میں نے عرض کیا، جب تمام لوگ آپ سے روپیہ لے چکے ہیں تو پھر وہ معصوم عن الخطا کیوں بننے ہیں؟ رات جو گزری سو گزری، صبح پھر وہی حیث بحث، صاحبزادہ صاحب نے ورنگ کیمپنی کے اجلاس میں یہ کہہ دیا کہ شورش اپنے الزام واپس لیتا ہے، میں موجود نہ تھا، جب پہنچا تو مجھے حیرت ہوئی، خیر دوبارہ وہی قصہ چمڑ گیا، مولانا مظہر علی نے تسلیم کیا کہ روپیہ لیا گیا ہے لیکن اس کے سزاوار وہ تھا نہیں بلکہ باقاعدہ مشورہ سے رقم قبول کی گئی ہے پہلا دس ہزار روپیہ مولانا داؤد غزنوی نے دیا تھا اور شیخ حسام الدین اس وقت موجود تھے دوسری قسط بھی انہی حضرات کے مشورے سے حاصل کی گئی یعنی شیخ حسام الدین نے مولانا حبیب الرحمن کو لدھیانہ خط لکھا کہ وہ کلکتہ میں کانگریس ہائی کمانڈ تک پہنچیں، یہ خط لے کر محققان بار مولانا مظہر علی کے صاحبزادے لدھیانہ پہنچے، مولانا حبیب الرحمن کلکتہ پہنچے مولانا ابوالکلام آزاد ایک لاکھ روپے کے لگ بھگ رقم دینے کو تیار ہو گئے مگر سرسرا پٹیل نے جو کانگریس کے خازن تھے، اس سے اختلاف کیا اور پچاس ہزار روپے کی رقم کا چیک لالہ بہیم سین چمر کی تحویل میں

کیا، شیخ حسام الدین بھی مان گئے، ماسٹر تاج الدین نے بھی سر ہلا دیا، مولانا حبیب الرحمن نے بھی صاف کیا، اس مجموعی رقم میں سے لے دے کے صرف ۲۰ ہزار بچے تھے، مولانا مظہر علی نے دس ہزار اپنے الیکشن کا صرف بتایا اور دس ہزار کے متعلق کہا کہ وہ روزنامہ ”آزاد“ نکالنے کے لئے جمع رکھا گیا ہے (۱۲۱)

دیا گیا جو ان کی معرفت دفتر احرار میں پہنچا، پھر اس رقم کی بدولت بانٹ کی گئی، وہ رقم جو یونیٹ پارٹی سے وصول کی گئی اور جس کو یہ اختلاف مولانا نے تسلیم کیا اور وہ رقم جو ۱۰ ہزار ہزار بطور چندہ فراہم کی گئی، یہ تمام مل ملا کر ۱۰۰۰ روپے یا پچاس ہزار بنتے تھے، جب مولانا مظہر علی نے بتایا کہ نواب زادہ نصر اللہ خان کے سوا درکنگ کمیٹی کے ہر امیدوار ممبر نے ان سے روپیہ لیا ہے تو سب نے تسلیم

”کنٹر الایمان“
ماہنامہ

تحریک پاکستان

کی بی مثال اشاعت پر چیف ایڈیٹر جناب محمد نعیم طاہر رضوی اور
کنٹر الایمان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

منجانب

قاری اللہ بخش ورک

صدر و اراکین حلقہ ۲۴ اپنی پی۔ جمیعت العلماء پاکستان، لاہور

ادارہ کرم پیلی کیشنری کی مطبوعات

بھائی امراض میں
ترتیب اور اسکے پیاروں کے لیے پیغام شفا
بھائی امراض کے روحانی شفا خانے
مفت عبدالحق ظفر چشتی

علماء و فضلاء
اساتذہ اور مقررین کے لیے انمول تحفہ
نور انبیت مصطفیٰ علیہ السلام
سید محمد نور شاہ

دل کی دھڑکنیں
سورج اور چاند کے زویہ چاہتیں اور مکیں اگر کسی صاحب
قلم کی زبان بن جائیں تو آخر کیے بغیر نہیں رہتیں۔
بات سے بات
سید محمد نور شاہ

طلیبا و طالبات
کے فن تقریر پر آسان اور عام فہم زبان میں
پُر مغز مقالہ طلباء کی تقریریں
مفت عبدالحق ظفر چشتی

ہر گھر کی عورت کے لیے
بمنت حوا
مفت عبدالحق ظفر چشتی

اللہ تعالیٰ کا
اپنی مخلوق سے سپا رکھا انداز
فیض کے چشمے
مفت عبدالحق ظفر چشتی

علماء اور طلباء
اور کتب فروش حضرات کیلئے
خصوصی مراعات

ادارہ کرم پیلی کیشنری چشتیہ منزل گلی رحمت کالونی مصطفیٰ آباد لاہور فون ۳۳۶۳۴۷

کانگریس اور مسلمان

نصب العین

مسٹر گاندھی کی حیثیت پوپ سے کم نہیں تھی ' وہ جو کچھ چاہتے
کروا سکتے تھے ' کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں تھی (۱۲۳)

اس سلسلہ میں صدر کانگریس مسز بوس کی مثال پیش کی جاسکتی ہے
نئے واضح اکثریت حاصل تھی لیکن چونکہ وہ "سامانجی" کی
اشرافیت سے محروم تھے ' اس لئے بالآخر انہیں شکست کا سامنا
کرنا پڑا (۱۲۵)

--- "مدرسہ میل" میں کانگریس پارٹی کے ایک
بہت بڑے ممبر کی شائع شدہ کتاب پچھٹی کے اس اقتباس سے
یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ کانگریس صرف مسٹر گاندھی
کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا ایک ادارہ تھا :

"بڑا افسوس ہے کہ کانگریس گاندھی اور اس کے
متبعین کی برہمنیت کی کچھ میں اس بری طرح پھنسی ہے
کہ اب اس کا اس سے ٹکنا مشکل ہو گیا ہے ' اگر یہ الجھاؤ
محض سیاسی ہوتا تو اس کی اصلاح ہو سکتی تھی لیکن مشکل تو یہ
ہے کہ اس نے مذہب کا چولہ پھن لیا ہے ' اس جماعت کی
موجودہ نازک حالت کی وجہ یہ ہے -- کہ اس میں کانگریس
کے لیڈر (گاندھی جی) کی (اندھی) اطاعت اور ضبط پر بے جا
زور دیا جا رہا ہے ' کانگریس دراصل برہمنیت کا مندر بن
چکی ہے جس میں اس کے رہنما (گاندھی جی) کا بت رکھ دیا
گیا ہے ' یہی بت پرستی ہے جس سے گہرا کر معقولیت پسند ہندو
اور غیر ہندو اس سے الگ ہو چکے ہیں " (۱۲۶)

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر کرپانی
نے واضح طور پر اعلان شائع کیا کہ کانگریس کے ذریعے جو
حکومت معرض وجود میں آئے گی وہ گاندھی فلسفہ حیات کو
نافذ کرانے کی پابند ہوگی ' فرماتے ہیں - "گاندھی نے سیاست
اور معاشرت کا جو خاکہ تیار کیا ہے ' اس کے تمام اجزاء ایک
دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں --- اگر ہم گاندھی جی
کے بتائے ہوئے بنیادی اصولوں کو نہ مانیں تو ہمارا سارا

سیاست ایک کو انگریزوں کی جماعت کہنے والے حضرات یہ بھی
کہتے تھے کہ ابتدا میں کانگریس کا نصب العین کیا تھا -
صدر کانگریس نے اپنے صدارتی ایڈریس میں کہا
"کانگریس کی بنیاد برٹش راج کے ساتھ وفاداری کے لئے
ہوئی ہے جس سے ہمارا ملک خوش حال رہے ' کانگریس
بھی یہ اجازت نہیں دی کہ ذرا سا شبہ بھی انگریزی
حکومت دئے جانے کا پیدا ہو " (۱۲۲)

۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء کو مسٹر راجہ گوپال آچاریہ نے
کانگریس کا نصب العین ان الفاظ میں بیان کیا تھا -
"کانگریس کا نصب العین درجہ نو آبادیات (STATUS
DOWN) سے کچھ مختلف ہے لیکن اس کا یہ مطلب
نہیں کہ اگر مصالح وقت کا تقاضا ہو تو مکمل آزادی کی بجائے
درجہ نو آبادیات قابل قبول نہ ہوگا ' اس چیز کا فیصلہ سیاسی
حکومت پر چھوڑ دینا چاہیے - آج تو درجہ نو آبادیات بھی
مکمل آزادی کے مترادف قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ یہ چیز
مکمل آزادی سے بھی تعبیر ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں بحری
ت (NAVAL POWER) بغیر پیسہ صرف کئے مفت میں ہاتھ
دے گی " (۱۲۳)

جب کانگریس پر ہندو راج قائم کرنے کے خواہشمند
ہندوؤں کا قبضہ ہوا ' تو اس کا نصب العین بھی بدل گیا
مسٹر گاندھی کے جیب کی گھڑی اور ہاتھ کی چھڑی بن
گئی ' عام طور پر یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ کانگریس ایک قومی
حزب پسند جماعت ہے لیکن تاریخی واقعات سے اس کی
حقیقت یہ ہے ' کہل خاکہ کھرے سابق وزیراعظم سی بی

۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

کوشش کی تھی، اگرچہ پبلک ہیلت فارم پر نہیں لیکن میں انہیں یقین دلایا گیا کہ اگر پاکستان میں انہیں تکلیف پہنچی تو ہندوستان، ہندوستانی مسلمانوں سے بدلہ ضرور لے گا۔

ان باتوں کا حال جب مجھے معلوم ہوا تو میں دم بخود میں نے محسوس کیا کہ یہ خطرناک جذبہ ہے، اثرات و نتائج بڑے دور رس اور تکلیف دہ ہوں گے اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ تقسیم ہند کی تجویز ہندوستان پاکستان نے اس بنیاد پر منظور کیا ہے کہ ایک ملک کی دوسرے ملک کی اقلیت کے لئے یہ فعال کی حیثیت یہ تخیل وحشت اور درندگی کا مظہر تھا، بعد کے واقعات میرے اس اندیشہ کو صحیح ثابت کیا (۱۲۸)

کانگریس کے آلہ کار

بد قسمتی سے کانگریس کو مسلمانوں میں سے تو ایسے مذہبی عناصر مل گئے جنہیں کانگریسی لیڈروں نے مقاصد کیلئے استعمال کیا۔ وہ ان کے ہر فعل کو حدیث کے حوالے دیکر جائز ثابت کرتے تھے، حکومتوں کے مظالم پر پردہ ڈالتے ہوئے مولانا ابوالکلام فرماتے ہیں: ”مسلم لیگ نے یہ بھی پروپیگنڈا کیا کہ وزارتیں اقلیتوں پر بے پناہ مظالم توڑ رہی ہیں، میں نے کمیٹی تشکیل کی جس نے ان تمام الزامات کی تحقیقات مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے ساتھ کانگریسی وزارت نامنصفانہ سلوک پر مبنی تھے، میں ذاتی معلومات کی بنا سکتا ہوں کہ یہ تمام الزامات قطعی طور پر بے بنیاد بالکل ہی خیال وائسرائے اور صوبہ جاتی گورنر کا بھجپناچہ لیگ نے جو (کانگریسی حکومتوں کے مظالم پر مبنی کمیٹی) رپورٹ شائع کی، اس نے مجھ دار طبقہ کو متاثر نہ کیا“ (۱۲۹)

۱۹۳۶ء کے صوبائی انتخابات میں پنجاب میں مس

یہ گرام بے روح ہو کر رہ جائے گا۔۔۔ اس لئے وہ لوگ جو کانگریس کے پروگرام کو تو مانتے ہیں لیکن اس سیاسی عقیدہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں جس پر گاندھی جی نے کانگریس کے پروگرام کی بنیادیں قائم کی ہیں وہ نہ تو کانگریس کی تاریخی ترقی سے واقف ہیں اور نہ یہ جانتے ہیں کہ گاندھی جی کے فلسفہ حیات نے کانگریس میں کیا مرتبہ حاصل کر لیا ہے؟ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اب کانگریس محض ایک سیاسی جماعت نہیں ہے جس کا مقصد ملک کو اغیار کی غلامی سے آزاد کرنا ہو بلکہ وہ ہماری معاشرت کی موجودہ حیثیت کو بھی بالکل بدل ڈالنا چاہتی ہے اور اس کی بنیاد بالکل نئے فلسفہ پر رکھنا چاہتی ہے۔۔۔ گاندھی جی سے پہلے سیاسی لیڈروں نے زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک سیاسی زندگی دوسری معاشرتی زندگی لیکن گاندھی جی نے اس اصول کو توڑ دیا۔ انہوں نے کانگریس کو بتایا کہ ہماری سیاسی تحریک ہماری زندگی کے اعلیٰ فلسفہ کے تحت ہونا ضروری ہے تاکہ ہماری زندگی کا ایک نیا باب شروع ہو اور زندگی کا یہی وہ باب ہے جسے گاندھی جی کانگریس کے ذریعہ سے ہندوستان میں شروع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

واضح ہو کہ کانگریس کی ہر سکیم گاندھی جی کے فلسفہ کے ماتحت چلائی جائے گی۔۔۔ کانگریسی سکیموں کا قلم کسی اور فلسفہ پر نہیں لگایا جاسکتا (۱۳۰)

”مہاتما جی“ کی قیادت میں کانگریس کا جب اصل رخ سامنے آیا تو مسٹر گاندھی کے سب سے بڑے مداح ابوالکلام آزاد بھی کانپ اٹھے اور یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ ”سب سے زیادہ بدتر چیز وہ فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ تھا جو بڑ پکڑتا جا رہا تھا، متحدہ حلقوں میں علانیہ کہا جا رہا تھا کہ۔۔۔ (تقسیم ہند کے بعد) اگر پاکستان میں ہندوؤں پر ذرا بھی ظلم ہوا تو اس کے نتائج ہندوستان کے مسلمانوں کو بھگتنے پڑیں گے“ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جلسہ میں سندھ کے نمبروں نے بڑے زور کے ساتھ تقسیم کے ریذولوشن کی مخالفت کی، ان لوگوں کو ہر طریقے سے مطمئن کرنے کی

بقول پروفیسر محمد سرور "وہ ذہناً انڈین کانگریسی بن گئے جو وہ آخر وقت تک رہے" (۱۳۵) کانگریس پر تنقید

سن کر مولوی صاحب آپ سے باہر ہو جاتے:

"۳۱ جنوری ۱۹۳۹ء کا ذکر ہے، مولانا (عبداللہ سندھی) بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے کانگریس کے بارے میں کوئی جملہ کہا، مولانا بکڑ گئے، فرمانے لگے، میں کانگریس ہوں، ہندوستان سے باہر جہاں بھی میں گیا، اپنے آپ کو بحیثیت انڈین کانگریس مین کے متعارف کرایا، اس سے میری عزت ہوئی، مجھ پر اعتماد کیا گیا" (۱۳۶)

ایک صاحب نے کہیں اعتراض کیا کہ جواہر لال اور گاندھی مسلمانوں کے لیڈر کیسے ہو سکتے ہیں، اس کے جواب میں ایک مسلمان کانگریسی اخبار نے لکھا کہ: "اگر لیڈری سے مراد مسلمانوں کی دینی امامت و قیادت ہے تو یہ اعتراض درست ہے لیکن اگر اس سے مراد سیاسی رہنمائی ہے تو بے شک وہ قائد و امام ہو سکتے ہیں" (۱۳۷)

ہماری نصیاتی اور تحریک پاکستان پر لکھی جانی والی کتابوں میں دارالعلوم دیوبند کو کچھ ایسے انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو خاتم بدین ہندوستان میں اسلام ختم ہو چکا ہوتا اور پاکستان کا قیام بھی ناممکن تھا لیکن ان باتوں کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، خود مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کا بیان ہے: "افسوس وہ دارالعلوم جس کی بنیاد اویلوڈ اکابرین نے اسلامی تعلیم اور اس کی روایات کے بقا و تحفظ کے لئے رکھی تھی، آج کانگریسیوں کا ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے جس میں ایک ریزرو فوج کافی تعداد میں ہر وقت جمع رہتی ہے، دارالعلوم کے فرزندوں کو جہاں کانگریسی حکومت کے شوق نے ملکی آزادی کا پروانہ دے دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دین سے آزادی حاصل کرنی بھی شروع کر دی ہے آج ملت سے ایسے طلباء موجود ہیں جو محرکات شریعہ اور منکرات میں اس درجہ مبتلا ہیں کہ شاید کسی ہندو گائے میں یہ بات نہ ہو" (۱۳۸)

آج سے چند سال قبل کی صورت حال کے متعلق جامع مسجد دہلی کے امام جناب عبداللہ بخاری کا بیان قابل

تأملی اہم کر سامنے آئی لیکن اس کے ممبروں کی تعداد میں کمی کہ وہ حکومت بنا سکے، ابوالکلام آزاد نے ایڑی سے کاٹ دیا کہ مسلم لیگ کی بجائے کانگریسی ممبروں کی تعداد انگریزوں کی منظور نظر یونینٹ پارٹی برسر اقتدار کے دور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گئے، آزاد صاحب نے کتاب "انڈیا ونز فریڈم" میں اس "شائد ار کارنامے" سے غریہ انداز سے کیا ہے، حالانکہ اور تو اور خود جواہر لال نہرو نے بھی ان کے اس غیر جمہوری اور غیر انصافی اقدام کو پسند نہیں کیا تھا (۱۳۹)

کے بڑھنے سے قبل ابوالکلام آزاد کی اس غلط سوچ کا حق قائد اعظم محمد علی جناح جیٹھے کی رائے نقل کی جاتی ہے، ممتاز ہندوستانی صفائی ڈی ایف کراکالنے قائد اعظم کو کہ انہوں نے مولانا آزاد سے ملاقات کی تھی اور مولانا کو یقین ہے کہ سلسلے میں رائے شماری کا نتیجہ اس کے حق میں ہوگا، تاہم (صوبہ) سرحد کے باب میں اس سے کچھ نہیں کہہ سکتے، قائد اعظم نے برجستہ پوچھا: آپ مسلمان ہوتے تو کس کو ووٹ دیتے؟ کراکالے کوئی جواب نہ دینا پڑا۔ وہ (ڈی ایف کراکال) لکھتے ہیں: "انہوں نے اپنے سر کو جنبش دی، میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ زبان بے زبانی کہہ رہے ہیں کہ بوڑھے مولانا (آزاد) کی نیت تو نیک تھی وہ احمق ہیں" (۱۴۱)

ابوالکلام آزاد کے بعد دوسرے "علماء کرام" کے تحت پیش خدمت ہیں۔ مولوی حسین احمد دیوبندی لکھتے ہیں: "بیش ایسی تجاویز کانگریس میں آتی اور پاس ہوتی ہیں جن کی وجہ سے مذہب اسلام کے تحفظ اور ترقی میں نقصان ہوگا" (۱۴۲)

ایک اور موقع پر مولوی صاحب نے کہا "ہندو ماساجد کی بنیادوں کی الگ جماعت ہے جیسے مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے، ہندوستان میں بسنے والے ہر ہندوستانی کی جماعت ہے" (۱۴۳)

توجہ ہے "ایک صدی سے بھی پرانی درس گاہ دارالعلوم دیوبند پر آج برسرِ اقتدار کانگریس اپنے ایجنٹ مولانا اسد مدنی کے ذریعہ زبردستی قبضہ کئے بیٹھی ہے" (۱۳۹)

جمعیت العلماء ہند کے رہنما اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ آزادی حاصل کرنے سے قبل مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں کانگریس سے بعض شرائط منوالے جائیں (۱۴۰)

----- ان اور دوسرے نیشنل راہنماؤں کا

موقف یہ تھا کہ پہلے مشترکہ جدوجہد کے ذریعے ملک سے انگریزوں کو نکال دو، اس کے بعد ہندو اور مسلمان باہمی حقوق کا تقبیہ کر کے یہاں ایک جمہوری حکومت قائم کریں گے (۱۴۱)

لیکن یہ بات ان کی نظر سے اوچھل رہی کہ مسلمان تو انگریزوں کا بستر بندھوانے میں مشغول تھے اور ان کے "برادران وطن" اس کی جگہ اپنا بستر بچھائے چلے جا رہے تھے (۱۴۲)

یہاں وہ مشہور ہندو راہنما آچاریہ کو تلبیہ کے یہ فرمودات نظر انداز کر رہے تھے:

☆ معاہدات، ہمسرا اور بستر مکرانوں کے ساتھ کئے جائیں گے اور کمزور کو مغلوب کیا جائے گا (۱۴۳)

☆ دشمن کو جاہ کے بغیر نہ چھوڑا جائے (۱۴۴)

کانگریسی دور وزارت کا ایک شاہکار واردہا کی تعلیمی سکیم کی شکل میں نظر آیا، اس سکیم کا مقصد مسلمانوں کے "تمدن، ثقافت، معاشرت اور روایات کو ختم کر کے مسلمان بچوں کے ذہنوں پر ہندو طرزِ فکر اور مذہب کی برتری ثابت کرنا تھا۔ اس سکیم کے پیچھے گاندھی کا دماغ کام کر رہا تھا۔۔۔ واردہا سکیم کے دو بنیادی مقاصد تھے، ایک یہ کہ مسلمان طلبہ میں ایسا (عدم تشدد) کی روح پیدا کی جائے اور دوسرے ان میں وطنی غمگینوں کا جذبہ پیدا کیا جائے (۱۴۵)

----- جمعیت العلماء

ہند کے اجلاس دہلی منعقدہ مارچ ۱۹۳۹ء میں قوم پرست مولویوں نے دھمکی دی تھی کہ اگر کانگریس نے مذکورہ اسکیم

میں ان کی پیش کردہ تجاویز کے مطابق ترمیم نہ کر دی سول ناظرانی شروع کردیں گے، اسکیم جوں کی توں نافذ ہوئی لیکن دھمکی کے یہ الفاظ شرمندہ معنی نہ ہوئے (۱۳۶) اسی طرح کانگریسی دور حکومت میں مسلمانوں پر

مظالم ڈھائے گئے، یہاں تک کہ خود جمعیت العلماء

کے نائب صدر مولوی احمد سعید صاحب نے بھی ان زیاد

کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: "کم طرفی اور تعصب کا

مظاہرہ کیا گیا کہ دشمن تو دشمن، دوست بھی پریشان ہو

حکومت ملنے کے بعد بھی ترازو ہاتھ سے نہ گئی، جو چیز دی

تو لے کر اور ٹاپ ٹاپ کر دی گئی، خیر اس کا بھی مض

نہ تھا، تو لے کر دیا جاتا لیکن پورا تو تولا جاتا، وزیر بن

لیکن ڈنڈی مارنے کی عادت نہ گئی، ہندو مسلمانوں کو دو

آنکھوں سے دیکھا گیا" (۱۴۷)

لیکن جب مسلم لیگ نے کانگریسی وزراء کے منہ

ہونے پر "یومِ نجات" منانے کا اعلان کیا تو ان تمام حض

نے مسلم لیگ کی مخالفت کی اور ملک کے طول و عرض

اس کے خلاف مظاہرے کئے اور جلے منعقد کئے گئے جن

مسلمانوں کو چیلنج دیا گیا کہ وہ کانگریسی حکومت کی کوئی بد

حادثہ کرے (۱۴۸)

----- حقیقت یہ ہے کہ جب کانگریس اعلیٰ

طور پر مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے پر قیام پاتی تو مس

عوام کے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے نیشنل مولوی

لیڈر اس ماحول میں ذہنیت پر تنقید بھی کر لیتے (۱۴۹)

چونکہ کوئی عملی اقدام اٹھانا ان کے بس کی بات نہیں تھی

اس لئے جذباتی ٹھنڈے ہو جانے کے بعد وہ دوبارہ اس

برادران وطن کے شانہ بشانہ مسلم لیگ کے خلاف "جہا

کرنے میں مصروف عمل ہو جاتے۔

ایک انگریز نے "دی پارٹیشن آف انڈیا" نامی

کتاب مرتب کی ہے جس میں ایک ہندوستانی مفکر کے حوالے

سے یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ قوم پرست مسلمان راہنما

اور مولویوں کی وجہ سے کانگریس کو نقصان اٹھانا پڑا کی

مصلحتاً کانگریس نے انہیں لاپرواہ کر دیا

مصلحتاً کانگریس نے انہیں لاپرواہ کر دیا

مصلحتاً کانگریس نے انہیں لاپرواہ کر دیا

مصلحتاً کانگریس نے انہیں لاپرواہ کر دیا

مسلمانوں کی ایک معقول تعداد کانگریس کی سیکورازم کا
 قائل کرانے میں ناکام رہے (۱۵۰) اگر سیکورازم کے حامی تھے
 ----- اس میں شک نہیں کہ
 کانگریس کو شش کے باوجود یہ لوگ مسلمانوں کو دو قوی نظریہ
 سے ہمیشہ نہ کرا سکے لیکن انہیں اس جرم کی وجہ سے
 کانگریس کے لئے نقصان دہ قرار دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا
 اس لئے کہ انہوں نے اپنی جانب سے بھرپور کوشش کی
 مسلمانوں نے ہندوؤں کو ناقابل اعتبار سمجھا تو اس میں ان کا
 کیا قصور تھا اس کے علاوہ اس بات کو بھی نظر انداز نہیں
 کیا جاسکتا کہ جب بھی کانگریس کسی مسئلہ پر مسلمانوں کو ذک
 بچانے کا تہیہ کر لیتی تو مسز گاندھی اور دیگر ہندو لیڈر خود
 سامنے نہ آتے بلکہ اپنا نقطہ نظر ان ہی کے ذریعے پیش کرتے
 تھے، مسلم لیگ کے جائز مطالبات بھی یہ کہہ کر ماننے سے
 انکار کر دیتے کہ ان کے مسلمان ساتھی ان سے متفق نہیں
 اور مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت تسلیم نہ کرنے کے سلسلہ میں
 بھی یہی بہانہ بناتے، اس سوال کے جواب میں کہ ”جب

آپ جناب جناح سے ملاقات پر رضامند ہوئے تو کیا آپ
 ان سے ”مسلمانوں کے واحد نمائندہ“ کی حیثیت سے ملے“
 مسز گاندھی نے کہا ”یہ دعویٰ میں نے کبھی تسلیم نہیں کیا،
 لیکن یہ ہر صورت میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ مسلم لیگ ہی زیادہ
 مسلم نمائندہ تنظیم ہے، اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنا میری
 غلطی ہوگی لیکن ساتھ ہی میں اس بات سے بھی آگاہ ہوں کہ
 مسلم لیگ کے باہر بھی مسلمانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہے جو
 نہ تو اس کی حمایت کرتا ہے اور نہ ہی دو قوی نظریے پر
 اس کا یقین ہے“ (۱۵۱)

سردار بھیل نے اپنی ایک تقریر میں کہا: ”اگر
 کانگریس لیگ کے دعویٰ نمائندگی کو تسلیم کرے تو اس کے
 یہ معنی ہوں گے کہ اسے سرحد کے (قومیت پرست)
 پٹھانوں کو چھوڑنا ہوگا، ان شیعوں کو تیاگ دینا پڑے گا جو
 ہندوستان کے آٹھ محروم مسلمانوں میں سے تین کروڑ کی
 جماعت ہیں اور (یہی نہیں بلکہ یہ تو) مولانا ابوالکلام آزاد
 اور دوسرے مسلمان قومیت پرست حضرات سے غداری کے

اسحاق ڈار

اینڈ کلائمہرینٹ

186- انارکلی۔ شاہراہ قائد اعظم۔ لاہور نمبرز، فون 65135
 7373916

مترادف ہو گا جنہوں نے موجودہ نیشنل کانگریس کی تشکیل میں اس قدر حصہ لیا ہے۔۔۔۔ کیا ہم مولانا آزاد اور جمعیت العلماء کے لیڈروں سے آج یہ کہہ دیں کہ آپ اس قومی ادارہ سے تشریف لے جائیے اور مسٹر جناح کی قیادت تسلیم کیجئے؟" (۱۵۲)

کانگریس میں شرکت کے جواز پر علماء دیوبند سے کئی
 فتوے منقول ہیں، جن میں سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں
 ”ہندو مسلمان باوجود اختلاف مذہب کے کسی مشترک
 مقصد کی تحصیل کے لئے متفق ہو سکتے ہیں، ایسا اتفاق شریعت
 کے کسی قاعدہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایسی حالت میں کہ
 مسلمانوں کو ان کے دینی مقاصد کی تحصیل میں تقویت حاصل
 ہوتی ہو یہ اتفاق ضروری ہو جاتا ہے، یہ اتفاق و اتحاد سیاسی
 و تمدنی ہے اور ایک قومی اور مشترک دشمن کے مقابلہ میں
 ہے۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے یہود مدینہ کے
 ساتھ بمقابلہ مشرکین معاہدہ کیا، عہد نامہ لکھا گیا“ (مولوی
 حبیب الرحمن عثمانی مستم دارالعلوم دیوبند) (۱۵۳)

اس سوال ” اگر اس جماعت (یعنی کانگریس) جسے مسلمان خواہش کریں کہ ملک کی آزادی سے پہلے باشندگان ملک میں ایک باہمی سمجھوتا ہو جائے کہ آزادی کے بعد طریقہ حکومت کیا ہوگا “ مسلمانوں کی حیثیت کیا ہوگی اور اپنے مذہبی فرائض میں مسلمان آزاد ہوں گے یا نہیں “ تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ غیر ملک کا باشندہ یہاں حکومت کر رہا ہے “ پہلے ہم دونوں مل کر اس کو یہاں سے نکال دیں “ اس کے بعد جو صورت ممکن ہوگی “ اس پر عمل کیا جائے گا “ ان حالات کے ماتحت مذکورہ الصدر جماعت کے ساتھ مسلمانوں کو وابستہ ہو جانا چاہیے ؟ “ (۱۵۳)

----- کے جواب میں
انگریزوں کے مظالم کا ذکر کرنے کے بعد مولوی محمد میاں اور

----- باقی اقلیت کی شکایتیں اگر ہیں یا آئندہ ہوں تو ان کا علاج وہی ہوگا جو آج انگریز کے مقابلہ پر کیا جا رہا ہے یا دنیا کی عام جمہوریتوں میں اقلیت کی پارٹی اکثریت کے مقابلہ میں کرتی رہتی ہے، چنانچہ جمعیت العلماء ہند کا یہی مسلک اور اس کا یہی فتویٰ ہے کہ مسلمان اپنی قوت معظم کرنے کے لئے زائد سے زائد جمعیت العلماء ہند کے ساتھ مربوط ہوں اور انگریز کو نکلانے کیلئے زیادہ سے زیادہ انقلاب کے خوگر اور مشتاق بنیں اور اس مقصد کیلئے دیگر اقوام ہند سے تعاون اور اشتراک عمل میں کوئی پس و پیش نہ کریں" (۱۵۸)

ابوالکلام آزاد کا فتویٰ یہ تھا کہ ”مسلمانوں کو اپنے
(حقوں کے) تحفظات کے لئے گورنمنٹ برطانیہ کی طرف
نہیں دیکھنا چاہیے۔ انہیں اپنے برادران وطن کی طرف
دیکھنا چاہیے۔۔۔ ان سے بدگمان نہیں رہنا چاہیے بلکہ
جوق درجوق کانگریس میں شریک ہو جانا چاہیے کانگریس کے

توں میں ان کے حقوق بالکل محفوظ ہیں" (۱۵۹)

مولوی حسین احمد دیوبندی، جو جمعیت العلماء ہند کے سربراہ اور کانگریس کے بڑے مداح تھے، کو ہندو لیڈروں پر بہت زیادہ اعتماد تھا، قائد اعظم محمد علی جناح اور دوسرے مسلم لیگی لیڈر نیز بریلوی علماء و مشائخ کو وہ کانگریسوں کا ایجنٹ تصور کرتے تھے، وہ آخری دم تک اس ملک پر قائم رہے، جناب عبدالرشید ارشد تحریر فرماتے ہیں: "اس نازک وقت میں حضرت (مولوی حسین احمد) مدنی کی ذات گرامی قدر تھی جو آگے بڑھی اور تمام مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ جو جماعت انقلاب لاتی ہے، وہی سزاوارتہ آتی ہے، مسلمانوں کو اپنے ملک کے دوسرے باشندوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے اور مسلمانوں کو جنگ آزادی کیلئے کانگریس کی شرکت کا مشورہ دیا" (۱۶۰)

مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک عقیدت مند فاضل عبدالرحمن کا کہنا ہے کہ "مولانا حسین احمد مدنی کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کو فرض بتلاتے تھے" (۱۶۱)

خود مولوی حسین احمد مدنی نے یہ دیکھا کہ جماعت اسلامی دہلی کے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے متعلق رقمطراز ہیں "انہی مصروفیت کے باوصف آپ اسلام کے سیاسی رخ سے بھی غافل نہ تھے، بڑی ہی تندہی سے فرائض انجام دیتے رہے، جمعیت علماء ہند کے کئی بار صدر ہوئے اور کانگریس کے مشورہ قارئین میں ایک بلند مقام حاصل کیا" (۱۶۲)

کانگریس کے ایک مرکزی لیڈر کی حیثیت سے مولوی صاحب کو کئی بار جیل بھی جانا پڑا، جس کا قائد مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ کو نہیں بلکہ ہندو کانگریس کو پہنچتا رہا لیکن مولوی ابوالحسن علی ندوی کے خیال میں:

(مولوی حسین احمد دیوبندی نے) ہندوستان کی جیلوں میں بیٹھ کر سنت یوسفی ادا کی" (۱۶۳)

مولوی حسین احمد دیوبندی کا اپنا بیان ہے کہ: "میں کچھ پہلے سے کانگریس میں شامل نہ تھا مگر مانا سے واپسی پر کانگریس کا ممبر باقاعدہ بن گیا اور ہمیشہ جدوجہد آزادی میں شریک رہا" (۱۶۴)

----- پھر حسرت بھرے لہجے میں کہتے ہیں "اگر

میں تخییر قلوب کا عالم اور عامل ہوتا تو آج ہندوستان میں نہ کوئی مسلمان (مسلم) لگی ہوتا اور نہ ہی کوئی برطانیہ کا خیر خواہ، سب کے قلوب کو جمعیت علماء ہند اور کانگریس کی طرف پھیر دیتا" (۱۶۵) مولانا مسیح الدین بریلوی نے فرمایا ہے ایک غیر مسلم جماعت کی نشوونما میں اس قدر اضافہ اگرچہ مستحسن نہیں بلکہ بدعت ہے لیکن اسی دوران اس سے بھی زیادہ نقصان وہ ایک اور بدعت کا اضافہ ہو گیا تھا، محترم محمد امین زہیری کا بیان ہے کہ: "مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث کے گھر پر جو مدرسہ کی ملکیت ہے، کانگریس کا جھنڈا لہراتا ہے اور جناب موصوف ان تمام غیر شرعی رسوم میں شرکت کرتے ہیں جو کانگریس میں ہوتی ہیں" (۱۶۶)

شرکت میلاد حرام یہ کیا ہے ----- مولوی شبیر

محمد عثمانی نے بھی اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے: "بار بار ایسا وقت آیا ہے جبکہ سیاسی صورت حال پر خاموش رہنا ممکن نہ تھا، مثلاً دارالعلوم (دیوبند) کے مکان پر، جس میں حضرت مولانا (حسین احمد مدنی) کا قیام رہتا ہے، کانگریسی جھنڈا نصب کیا گیا" (۱۶۷) میلاد حرام حرام

مولوی محمد حسین صاحب، مولوی شاہ عبدالقادر رائے پوری کے تذکرہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں "حضرت کا ذہن سیاسی معاملات میں وہاں تک پہنچا جہاں تک بڑے بڑے سیاستدانوں کے اذہان کی رسائی ناممکن ہے اور یہ نتیجہ ہے ریاضات و مجاہدات کے ساتھ ساتھ کامل اتباع سنت کا نئے اگر کوئی چاہے تو علم لدنی کا نام دے لے۔ حضرت نے اپنی مومنانہ فراست سے ہمیشہ سیاسی زعماء کی رہبری فرمائی، جمعیت العلماء، مجلس احرار اسلام اور کانگریس وغیرہ کے بعض لیڈروں کو بروقت نہایت مفید اور قیمتی مشورے دئے، گو خود عملاً سیاست کے میدان میں کبھی نہیں اترتے تاہم سیاسی معاملات میں ہمیشہ مولانا حسین احمد مدنی کی ہمنوائی کی اور بار بار فرمایا کہ "ہم تو حضرت مدنی کے ساتھ ہیں" (۱۶۸) تبلیغی جماعت کے متعلق بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ اس کے قارئین کو کانگریس اور کانگریسیوں سے کس قدر

ہونے کا فائدہ اس نے زیادہ کچھ نہیں کہ ہمیں زبردستی نماز پڑھنے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ ہمارے اندر وہ ارتداد آہستہ آہستہ آتارا جائے گا جس سے ہم خود نماز پڑھنا چھوڑ دیں، ہماری مسجدیں توڑی نہیں جائیں گی بلکہ ہمارے دل و دماغ کو اندر سے بدلا جائے گا تاکہ یہ مسجدیں ویران ہو کر خود بخود آثارِ قدیمہ میں تبدیل ہو جائیں، ہماری عورتوں کے چروں سے پولیس کے سپاہی زبردستی غائب نہ ہو جائیں گے بلکہ مدرسے کے معلم نہایت شفقت و رحمت کے ساتھ ان کے ذہن میں وہ معیار اخلاق پیوست کریں گے جس کی بنا پر وہ گھر کی ملکہ بننے کی بجائے اسٹیج کی رقاصہ بنتا زیادہ پسند کریں گی، یہ آزادی محض ایک فیون ہے تاکہ اس کی پیٹک میں ہم پڑے سوتے رہیں اور ہمارے گرد و پیش زمین و آسمان بدلتے چلے جائیں، اس آزادی کے پروانے کو لے کر جو مولوی صاحب پشاور سے مدراس تک ماس کنٹیکٹ کی

تلقین نہ کی جاتی ہو کی تقریروں اور رات دن کی متواتر کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دارالعلوم نہ صرف ہندو کا مذاق ہے بلکہ ان کے دل میں بہت کچھ رنگا جاچکا ہے (۱۷۶)

سالہ جشنِ دیوبند کے موقع پر اس وقت کی بھارتی دارالعلوم دیوبند کی "شاہدار خدمات" کو سراہا گیا تھا کہ: "دارالعلوم نے مسلمان گاندھی کی قیادت میں ہندو قوم کی آزادی میں تعاون کیا" (۱۷۷)

مسلمان دانشوروں اور رہنماؤں کے تاثرات

قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کے باڈی گارڈ کرنل سلطان ظہور اختر صاحب نے ایک انٹرویو میں بتایا: ہندوستان کی جماعتوں میں کانگریس ایسی جماعت تھی جس میں کئی ایسے مسلمان شریک تھے جو کھلواتے تو خود کو مسلمان کہتے مگر حقیقت میں یہ ہندوؤں کے چاکر تھے، علاوہ ان ہندوؤں کی جماعتوں میں جن سگم، مہاسجا اور اکالی دل کے ہندوؤں کی بالا دستی کی خواہاں تھیں جبکہ مسلمانوں کی جماعتوں میں جماعتِ اسلامی، جمعیت علماء ہند، خاکسار تحریک، مجلس احرار ایسے لوگوں پر مشتمل تھیں جو اسلام کا نعرہ دیتے مگر ہندوؤں کے ساتھ تعلقات بھی استوار رکھنے کے حسی تھے بلکہ ان مسلمان جماعتوں میں کانگریس ہندوؤں کے سکھوں کے باقاعدہ تحفہ دار آدمی بھی موجود تھے جو سکھوں کے ساتھ ساتھ ان کی زبان میں بھی باتیں کرتے تھے (۱۷۸)

محترم کاش البرنی قوم پرست مولویوں کے تعاون سے ہندوستان میں آنے والی کانگریس حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ایک ایسی جماعت (حکومت کے) اختیارات استعمال کرے جو ہمارے اصول تہذیب سے قطعاً نا آشنا اور غیر متعلقہ قسم کے نظریات تہذیب و اخلاق و تمدن کی حامل ہو، اس حکومت کے ماتحت ہمیں آزادی حاصل

تحریک پاکستان نمبر
— شائع کرنے پر —
ار ا کپن کنز الایمان کو
مبارکباد

علامہ قسبال کالج

دہلی روڈ صدر بازار لاہور کینیٹ
فون: ۳۸۰۱۸۷

مسلمانوں کو بے جان کر دیا" (۱۸۱)

ارشاد امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیر سے پردہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں عورتیں بیہوش ہو جاتی ہیں اچھلتی کودتی ہیں اور انکی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے ایسا بیعت ہونا کیسا ہے؟

الجواب = (۱) پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم (۲) یہ صورت محض خلاف شرع و خلاف حیاء ہے ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیے (احکام شریعت حصہ اول - ص ۱۰۹)

تبلغ کرتے پھر رہے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ پروانہ آپ کو اتنی آزادی ضرور دیتا ہے کہ رات دن قال اللہ و قال الرسول میں مشغول رہیں، آپ کی داڑھی زبردستی نہیں مونڈھی جائے گی نہ آپ کی عباہٹ کی جائے گی، نہ آپ کی تصبیح چھٹی جائے گی نہ آپ کی زبان درس حدیث و قرآن سے زد کی جائے گی مگر اس امر کی وہ کوئی ضمانت نہیں دیتا کہ آپ کی نسل سے دوسری پشت میں کوئی اودے شکر اور تیسری پشت میں کوئی دیو کارانی برآمد نہ ہوگی (۱۷۹)"

معروف صحافی جناب الطاف حسن قریشی نیشنل مسلمانوں کی خدمات کے صلہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں "وہ نیشنل مسلمان جنہیں اپنی قومی خدمات پر بڑا ناز تھا اور ہمیشہ اپنے ہم مذہبوں کی ناراضگی مول لے کر ہندو کانگریس کا ساتھ دیتے رہے تھے، تقسیم کے موقع پر ہندوؤں اور سکھوں کے عتاب سے نہ بچ سکے، یہاں تک کہ پاکستان مردہ باد کے نعرے لگاتے والے مسلمان بھی اس جرم میں مارے گئے کہ آخر یہ مسلمان تو ہیں" (۱۸۰)

آخر میں جناب عبدالوحید خاں (سابق ممبر دستور ملت اسلامی) کی گرفتار رائے ہدیہ قارئین ہے "قوم پرست مسلمان طبقہ کانگریس کے ہاتھوں میں جس طرح آلہ کار بن رہا تھا، وہ سخت تکلیف دہ تھا، مولانا آزاد اس طبقے کے کانگریس میں امام مانے جاتے تھے اور اس طرح کانگریس ہندو اور مسلمان دونوں کی نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرتی تھی، ان کے اثرات کو ختم کرنا آسان نہ تھا لیکن جب مہاتما گاندھی نے ۱۹۳۸ء میں قائد اعظم کو لکھا کہ میں آپ سے ملنے آؤں گا تو مولانا ابوالکلام آزاد جو مسلم سیاست میں میرے مشیر ہیں، میرے ساتھ ہوں گے، تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ اگر مولانا آپ کے ساتھ آئے تو میں ملاقات نہیں کروں گا، پھر کچھ دنوں بعد یہ حیثیت صدر کانگریس مولانا آزاد کے ایک تاز کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ آپ کانگریس کے محض نمائندگی کھلونے (SHOW BOY) ہیں، آپ سے کوئی خط و کتابت نہیں کی جاسکتی، صرف ان دو جملوں نے قوم پرست

فیشن گھر
گارمنٹس

خواتین حضرات اور بچوں کے ریڈی میڈ ملبوسات
کی اعلیٰ درجہ کی دستیاب ہے۔
پروپرائیٹری
میاں محاسن، میاں جاوید اقبال

فیشن گھر گارمنٹس

مغرور وڈ، صدر بازار لاہور، فون: ۶۳۰۴۶۱

جمعیت العلماء ہند

قیام و تقسیم

کے شاگرد بھی تھے اور نہایت معتد رفیق کا رہی، لہذا اس کی پشت پر اصلی کار فرما ذہن حضرت شیخ الہندی کا تھا (۱۸۳)۔

حالانکہ تاریخی لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کا بیان صحیح معلوم نہیں ہوتا، اس سلسلہ میں خود اسی طبقہ کے مولویوں اور لکھنے والوں نے جو کچھ کہا ہے، ان سے اس دعویٰ کی تردید ہو جاتی ہے، مولوی عبد الماجد دریابادی رقمطراز ہیں: ”جمعیت العلماء ہندی“ وہ بھی گویا انہیں (مولانا عبد الباری فرنگی محلی) کی بنوائی ہے، گو کچھ روز بعد اس سے علیحدہ ہو گئے یا علیحدہ کر دیے گئے“ (۱۸۳)۔

جناب ایچ بی خان اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں: ”حفظ الرحمن و امصف خلف مفتی کفایت اللہ نے بیان کیا ہے کہ خدام کعبہ، خلافت کمیٹی اور جمعیت علماء ہند کا سنگ بنیاد مولانا عبد الباری کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ تھا اور ان جماعتوں کے بانی اور موسس ممدوح ہی تھے“ (۱۸۵)۔

جمعیت العلماء ہند میں ہر مکتبہ فکر کے علماء شامل تھے لیکن جب اس نے ہندو نواز پالیسی اختیار کرنی شروع کر دی تو سنی بریلوی علماء نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی: ”جمعیۃ العلماء ہند کی مایوس کن کارکردگی کے پیش نظر“ مولانا عبدالمجید بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت کی رکنیت سے ہی استعفیٰ دے دیا تھا۔ انہوں نے جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ مولوی احمد سعید دہلوی کے نام ایک خط میں لکھا کہ:

”چونکہ آپ حضرات کی اور جمعیت علماء کی یہ روش کہ وہ بغیر ممبران کے فیصلہ و استصواب کے کانگریس کی کلینٹا تائید کر رہی ہے بلکہ جمعیت کے وجود کو کانگریس بت پرستوں کے چشم وایروپر آپ لوگ متحرک کر رہے ہیں، حتیٰ

جمعیت العلماء ہند کی بنیاد سنی بریلوی عالم دین حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمہ اللہ نے رکھی تھی، جس سے بعض حضرات اسے صحیح تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کریں، اس لئے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں قلم ہے، انہوں نے لکھا تو بہت کچھ ہے لیکن کبھی بھی کوئی ایسی بات عام پر آنے نہیں دی جس کا کریڈٹ فریق ثانی کو جائے، نہ جاسکتا ہے کہ چونکہ جمعیت العلماء ہند ہندو کانگریس کی شاخ پر مدار تھی، اس لئے اس کے بانی ہونے کا سرا سر پرانے کا فائدہ کیا ہو سکتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ ابتدا میں اس کی پوزیشن اس قدر کمزور نہیں تھی بلکہ جب تک اس کی بنیاد مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم کے ہاتھ میں رہی، یہ فیصلہ کرنے میں کانگریس کی محتاج نہیں تھی، جوں جوں ہندی مولویوں کی گرفت مضبوط ہوتی گئی، اس کے بتور بننے لگے، امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے مولانا عبد الباری رحمہ اللہ سے خط و کتابت کے دوران اس خدشے کا اظہار فرمایا تھا کہ جمعیت العلماء ہند پر دیوبندی قابض ہو چکی ہیں (۱۸۲)۔

یہ خطوط ”الطاری الداری“ کے نام سے

شائع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں ”جمعیت العلماء ۱۹۱۹ء میں بنائی گئی تھی اور اگرچہ اس کے قیام کے وقت حضرت شیخ الہندی ہندوستان سے باہر تھے تاہم چونکہ اس کے موسس مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی تھے جو حضرت شیخ الہندی

اور سلام
بدرست
مسلک
بدرست
نہ

کہ ہندے ماترم جیسا مشرانہ ترانہ آپ کے نزدیک قوی ترانہ ہے اور مولانا حسین احمد مدنی صاحب مسلم لیگ کو ناپنے والوں کی جماعت تھرا رہے ہیں اور کانگریس کو ذریعہ نجات سمجھتے اور تحریر کرتے ہیں، لہذا ایسی جماعت کے جو بد قسمتی سے اپنے آپ کو علماء کے ساتھ منسوب کرتی ہو، کوئی خوددار شخص اس مذموم طریقے کو برداشت نہیں کر سکتا، میں جمعیت علماء کی رکنیت سے علیحدہ ہوتا ہوں اور کسی قسم کا کوئی تعلق آپ کی جماعت سے نہیں رکھنا چاہتا، دعا کرتا ہوں کہ خدائے برتر آپ حضرات کو مشرکین کی غلامی سے آزاد کرے اور آپ کو منصب علماء اور وقار مذہب کو باقی رکھنے کی ہمت عطا فرمائے، یقین کیجئے کہ آپ جس تحریک کو آزادی سمجھ رہے ہیں وہ حقیقتہً ہندو راج ہے" (۱۸۶) مولوی محمد منظور نعمانی مدیر "الفرقان" لکھنؤ جمعیت العلماء ہند کی تقسیم کے بارے میں رقمطراز ہیں: "مولانا محمد علی مرحوم اور جمعیت العلماء ہند کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ جمیت العلماء ہند دہلی کے مقابلہ میں ایک دوسری جمعیت العلماء بنالی گئی تھی جس کے صدر خود مولانا محمد علی مرحوم تھے۔ یہ کشمکش ناخجیدگی میں کس حد تک جا چکی تھی، اس کا اندازہ بس اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ جمعیت العلماء ہند دہلی کا اجلاس (۱۹۳۰ء میں) امروزہ میں جن تاریخوں میں ہونا طے ہوا تھا، ٹھیک ان ہی تاریخوں میں امروزہ ہی میں دوسری جمعیت کا اجلاس بھی طے کیا گیا اور ہوا اور خود مولانا محمد علی مرحوم نے اس کی صدارت کی" (۱۸۷)

نعمانی صاحب اس اختلاف کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جمعیت العلماء کے مخالفین کی طرف سے اس وقت دو باتوں کا خاص طور سے پروپیگنڈا کیا گیا تھا، ایک یہ کہ یہ لوگ کانگریس سے اور ہندوؤں سے مل جانے والے ہیں اور دوسرا یہ کہ یہ دیوبندی دہائی ہیں، نجدلیوں کے حامی ہیں، دشمن رسول ہیں (معاذ اللہ) اس دوسری بات کو اچھالے جانے کی خاص وجہ یہ تھی کہ دوسری جمعیت کے اجلاس کا داعی اتفاق سے امروزہ کا وہ عنصر تھا

جس کے نزدیک دیوبندی دہائیوں کی تکفیر کے سوا مسئلہ زندگی کا کوئی دوسرا مسئلہ قابل توجہ نہیں تھا" (۱۸۸) بد قسمتی سے کانگریسی مولوی سچی بات بھی کچھ انداز سے کرتے ہیں کہ اپنی غلطیوں کو خوشنما الفاظ میں کرمدقابل کی ٹیکوں کو برائیوں میں بدل دیتے ہیں، یہ تو یہ تھا کہ نعمانی صاحب ہندوؤں کے ساتھ اشتراک جائز ثابت کرتے اور سنی بریلوی علماء کی مخالفت کانگریسی مسلم لیگ میں شمولیت کے پرچار کا رد کتاب وسنت کی میں فرماتے لیکن انہوں نے اپنی کمزور پوزیشن کو نظروں اوچھل رکھنے کی خاطر مسئلہ تکفیر کا سہارا لیا ہے، اس بحث کو چھیڑ کر ہم قارئین کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے، شائقین اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ خود صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔

جناب محمد صادق قصوری تحریر فرماتے ہیں "میں جب جمعیت العلماء ہند مکمل طور پر کانگریسی حلیف بن گئی اور مسلم مفادات کو بالکل فراموش گاندھی کی لگونی کی اسیر ہو گئی تو علمائے حق جن میں مولانا علی جوہر، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا غار احمد کانپور، مولانا عبدالکافی الہ آبادی، مولانا فاضل آبادی اور قطب میاں فرنگی محلی جیسے اعظم شامل تھے، نے علحدہ جمیت کی تاسیس کی فکر کی، چنانچہ کانپور ایک جدید جمیت علماء بنائی گئی جس کا صدر مولانا علی جوہر جیسے شیفتہ مذہب کو بنایا گیا، اس جمیت کے قیام مولانا قطب میاں کا خاص عمل دخل تھا (۱۸۹)

یہاں دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ ایک بعض مصنفین علی برادران کی سیاسی خدمات کو علمائے یا اہل حدیث کے کھاتے میں ڈالتے ہیں، حالانکہ خود محمد علی جوہر نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان سنی بریلوی مسلک سے ہے۔ (۱۹۰)

اس سلسلہ میں جناب اسلم سیف فیروز پوری (الہمدیث) کا یہ بیان حرف حیثیت رکھتا ہے: "ابن سہود" کی رگ توحید

کارنامے بیان کرتے ہیں کہ جن سے ایک جانب غیر مولویوں کی تہمت پسندی ذہنوں پر نقش ہوتی جائے دوسری طرف مسلم لیگ اور اس کے رہنماؤں کی تعظیم مولوی سعید الرحمن علوی کا لفظ نظر یہ ہے کہ: "جماعت اور اس کے اکابر سے متعلق میری واضح رائے اور ہے کہ یہ حضرات سب سے زیادہ آزادی خواہ تھے کی قربانیاں سب سے زیادہ ہیں اور انہوں نے ہمیشہ قائمیت سے اپنا رول ادا کیا" (۱۹۳)

جمعیت العلماء ہند اور مسلم لیگ کا تقابل ہوئے مفتی محمود صاحب رقطرازی ہیں: "جمعیت علماء نے جو قابل فخر کردار ادا کیا، اس کا مقابلہ کوئی تحریک کر سکتی مسلم لیگ کو تو چھوڑیں کہ جدوجہد کا لفظ اس کی میں ہی نہ تھا، کانگریس بھی ابھی تک پوری بیداری کے پر نہ آئی تھی کہ بیسویں صدی کے پہلے راج کے اختتام جمعیت نے کامل آزادی کا نعرہ لگا کر جدوجہد کو نیا دیا" (۱۹۳)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسلم لیگ کی لغت جدوجہد کا لفظ موجود نہیں تھا تو پاکستان کیسے وجود میں آسکتا اس کے متعلق تو عام طور پر یہ جواب دے دیا جاتا ہے پاکستان انگریز کا عطا کردہ تحفہ ہے حالانکہ تاریخ کے اندر میں یہ بات محفوظ ہے کہ جدوجہد آزادی کے آخری سالوں میں انگریز نے کانگریس اور کانگریسی مولویوں کے اس مطالبہ کی کھل کر حمایت کی کہ ہندوستان تقسیم نہ ہو اور پاکستان بنے، تاہم اس سوال کا جواب شاید کوئی بھی کانگریسی ذہن فرد نہیں دے سکتا کہ اگر مسلم لیگ بے جان لاش تھی تو ۱۹۳۵ء کے الیکشن میں کانگریس اور قوم پرست مولویوں کے نامزد کردہ امیدواروں کی ضمانتیں کیوں ضبط ہوئیں۔

کانگریس کے شیدائی مولوی حسین احمد دیوبند رقطرازی ہیں: "جمعیت (علماء ہند) نے سیاسی اور مذہبی خدمات مہمہ آج (تک) انجام دی ہیں، ان کو جمعیت کے شاندار ریکارڈ اور ملک سے پوچھنے اور پڑھنے کی قربانیاں اس راہ میں پیش کی ہیں، مسلم لیگ ان کا شہر

اس نے علماء سے فتوے لے کر تمام قبروں کے گنبد وغیرہ ڈھائے تو فرنگی کی ملی بھگت سے ہندوستان کے قبوری مسلمانوں نے برصغیر بھر میں قیامت برپا کر دی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری فرنگی محل لکھنؤ کی قیادت میں سلطان ابن سعود کے خلاف صف آراء ہو گئے" (۱۹۱)

اس اقتباس سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ علی برادران، جو مولانا عبدالباری فرنگی محل رحمہ اللہ کے مرید تھے، کا تعلق مسلک دیوبند یا اہلبیت سے نہیں تھا، جہاں تک "قبوری مسلمانوں" کی اصطلاح کا تعلق ہے تو ہمارے خیال میں ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا یا کہنا اپنی مسلمانی کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے جو قبر یا صاحب قبر کو خدا ماننے اور اس کی پوجا کرے، البتہ "فرنگی کی ملی بھگت" کے الزام کا جواب ہم خود نہیں بلکہ بزبان مولوی محمد میاں ناظم جمعیت علماء ہند دینا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں، مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں "عرب عربوں کے لئے، جب یہ سبق شریف حسین نے برطانیہ کو سنانا چاہا تو اس کو نکال کر ابن سعود کو مجاز پر قابض کر دیا گیا" (۱۹۲)

دوسری بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ سنی بریلوی حضرات نے جس اصلی جمعیت العلماء ہند کی بنیاد رکھی تھی، اس کا ذکر مختصر عرصہ کے بعد کسی بھی مآخذ میں نہیں ملتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جمعیت کے اکابرین مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے، چونکہ سنی بریلوی حضرات کی ایک مستقل جماعت "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے نام سے موجود تھی جو ۱۹۲۵ء میں وجود میں آئی تھی، اس لئے اصلی جمعیت العلماء ہند کو مسلم لیگ میں ضم کر دیا گیا۔

جمعیت کی کارکردگی

کانگریسی ذہن کے لوگ جمعیت العلماء ہند کی ہندو نوازی کو پردہ اخفا میں رکھ کر اس کے ایسے "شاندار

فرماتے ہیں: "جمعیت العلماء ہند کی تاسیس تحریک خلافت کے دوران میں ہوئی مگر اس نے رفتہ رفتہ کانگریس حمایت کو اپنا شعار بنالیا، اس کا سارا زور آزادی پر تھا آزادی کے سلسلے میں جو مسائل پیدا ہو رہے تھے ان از روئے اسلام اس نے کبھی گفتگو نہیں کی بلکہ اس قسم گفتگو سے بیش احتراز کیا یا سوئے عن سے کام لیا اور یہ کہ ایسی گفتگوؤں سے برطانوی شہنشاہیت کے مفاد کو تقویت پہنچے گی" (۲۰۵)

قاضی محمد عدیل عباسی جمعیت کے کردار پر روش ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں: "تحریک خلافت کے زمانہ میں جمعیت العلماء ہند کا قیام عمل میں آیا جس کے روئے خیال علماء نے آخر وقت تک کانگریس اور گاندھی جی کے پیام عمل کی تائید کرتے ہوئے ملک کی آزادی کے دارورسن کو دعوت دی اور مسلم لیگ کا تادم آخر مقابلہ کے تقسیم پر کبھی راضی نہ ہوئے" (۲۰۶)

جناب عبدالوحید خان سابق ممبر دستور ساز اسمبلی فرماتے ہیں: "مجلس احرار، جمعیت العلماء ہند دونوں مسلمانوں میں بڑی مقبول جماعتیں تھیں مگر مسلمانوں کے خلاف معمولی اور فروغی مفادات کی خاطر کانگریس کے کاربن کر جس طرح ان دونوں جماعتوں نے خود کو ختم کیا ہماری سیاسی تاریخ کا ایک عبرتناک باب ہے" (۲۰۷)

جمعیت العلماء ہند نے نہ تو کانگریس پر قبضہ کیا اور نہ ہی اس میں اتنی سکت تھی کہ کسی بھی موقع پر جانز اور مقول مطالبہ منوائے بلکہ:

"وہ مسلمانوں کے سواداعظم سے کٹی ہوئی کانگریس کا دم چھلانی ہوئی تھی" (محمد احمد خان) (۲۰۸)

"مولانا حسین احمد مدنی جیسی عظیم شخصیت کی قیاد کے باوصف جمعیت العلماء ہند کی حیثیت کانگریس ضمیمے سے زیادہ نہ تھی" (ڈاکٹر اسرار احمد) (۲۰۹)

ایک دنیا جانتی ہے کہ اس جماعت کا اخیر چند طرز عمل اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ ہندو کانگریس کی اور ہندوؤں کی من گھڑت متحدہ قومیت کی علمبردار بن

حرتے رہے، فتوؤں کی شکل میں، اپنے اخباروں کے ذریعے تحریک پاکستان کے خلاف لکھتے رہے، اپنی تقریروں میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ پاکستان نہ بن سکے، نوبت یہ اس جارید کہ یہ (کانگریسی مولوی تو حضرت قائداعظم کو مسلمان تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں تھے) (۲۰۱)

اسی لئے قائداعظم بیٹھنے نے یہ ہدایت فرمائی کہ مسلم لیگ کا کوڈ، آری دہلی میں ہونے والی جمعیت العلماء کانفرنس کے ساتھ کسی قسم کا سروکار نہ رکھے کیونکہ اس جمعیت کی کاروائیاں مسلم لیگ کے مفاد کے خلاف ہیں بلکہ مسلم لیگ کو تباہ کرنے کی غرض سے اختیار کی جارہی ہیں (۲۰۲)

جمعیت اور کانگریس

مولوی حسین احمد دیوبندی کے صاحبزادے مولوی محمد اسعد نے ایک تقریر میں دعویٰ کیا ہے کہ "کانگریس ملک کی ایک نوڈی جماعت تھی جس کا کام انگریزوں کی خوشامد کرنا تھا --- اس جماعت پر قبضہ کیا گیا، نوڈی لوگوں کو نکالا گیا اور انقلابی بنایا گیا۔ پھر برسہا برس تک ہندوستان میں ایک جماعت ہے "جمعیت علماء ہند" کبھی آپ نے نام سنا ہوگا، اس کے دفتر میں تجاویز مرتب ہوتی تھیں، سودے لکھے جاتے تھے اور اس کے دفتر سے ڈاکٹر انصاری مرحوم اور حکیم اجمل خاں مرحوم ان مسودوں کو لے کر جاتے تھے اور جا کر کانگریس کے اجلاس میں ان کو منظور کرواتے تھے" (۲۰۳)

ایک اور دعویٰ پروفیسر محمد انوار الحسن نے کیا ہے: "جمعیت علماء کا یہ خیال تھا کہ ہندوستان کو آزاد کرانے کے بعد اسلامی حکومتوں کو ہندوستان پر قبضہ دلانے کی کوشش کرنی چاہیے" (۲۰۴)

حالانکہ ان دونوں دعوؤں کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، اصل بات یہ ہے کہ جمعیت العلماء ہند مسلم لیگ کی مخالف اور ہندو کانگریس کی حلیف تھی، سید نذیر نیازی

فتی (مفتی محمد شفیع) (۲۱۰)

دیتے تو اس سے سارے علماء کی بدنامی ہوتی تھی، اس سلسلہ میں مفتی کفایت اللہ صاحب کے ایک فتویٰ پر ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا دلچسپ تبصرہ دیدہ قارئین ہے، مفتی صاحب نے فتویٰ دیا تھا کہ ابوالاعلیٰ مودودی چونکہ کسی امام کے قائل نہیں، اس لئے ان کا اتباع شرعاً ناجائز ہے۔ مودودی صاحب نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا تھا: ”میں حیران ہوں کہ جن لوگوں نے مولانا کفایت اللہ صاحب سے یہ سوال کیا تھا، انہوں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ یہی مولانا کفایت اللہ صاحب تیس سال سے گاندھی اور نہرو کا اتباع فرما رہے ہیں اور آج بھی انہوں نے یہ فتوے دیا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس کے حق میں ووٹ دینا چاہیے، کیا کانگریس کسی امام کی قائل ہے؟ بلکہ کیا کانگریس خدا اور رسول کو بھی مانتی ہے؟ پھر جو عالم دین کانگریس کے معاملہ میں تو اماموں کو مانتے یا نہ مانتے کا لحاظ نہ کرے مگر جماعت اسلامی کے معاملہ میں اسے امام یاد آنے لگیں، کیا وہ اس قائل بھی ہے کہ اس کے فتوے کا لحاظ کیا جائے؟“ (۲۱۳)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جمعیت العلماء ہند مولوی کے بعد اسلامی ممالک کو ہندوستان پر قبضہ دلانے کی تحریک تھی تو اس کی تردید تقسیم ہند کے بعد خود ان حضرات کے اختیار کردہ لائحہ عمل سے ہوتی ہے، مولوی صاحب نے علی ندوی لکھتے ہیں: ”جب ہندوستان آزاد ہو گیا تو ملک میں حکومت خود اختیاری قائم ہوئی تو وہ (مولوی صاحب) احمد دیوبندی (اپنے اصلی کام) درس و تدریس اور تحریک و ارشاد میں ایسے معروف اور سیاسی جدوجہد کے میدان سے ایسے کنارہ کش ہو گئے جیسے ان کا کام ختم ہو چکا“ (۲۱۱)

مولوی محمد اسعد نے اپنی ایک تقریر میں کہا: ”ہم نے آزادی کے بعد سیاسی تک و دو کو اپنے جماعتی مقصد میں سے نکال دیا، پارلیمنٹری پالیٹکس کو چھوڑ دیا۔۔۔ اور صرف ”علی، شافعی، علی خدوتوں میں مشغول ہو گئے“ (۲۱۲) سنی بریلوی علماء کی علیحدگی کے بعد جمعیت العلماء کے وجود کا جواز نہیں رہا تھا، اس لئے کہ جس طرح اہل الذکر علماء کرام نے اپنی جمعیت کو مسلم لیگ میں ضم کر دیا تھا، اسی طرح کانگریسی مولویوں کو بھی اسے کانگریس میں ضم کر دینا چاہیے تھا یہ حضرات جب گاندھی اور نہرو کی اتباع کے فتوے



59

علامہ اقبال روڈ
گڑھی شاہو۔ لاہور

فون: ۶۳۶۶۱۷۷

سستی
اور
معیاری
ادویات
کا مرکز

رضا
طیلسین کھلمنی

اہلسنت و جماعت کے ترجمان اور فکرِ رضا کے امین

ماہنامہ کنز الایمان کے ”تحریکِ خلافت و ترکِ موالات نمبر“
کے تاریخیے اشاعت کے بعد

”کنز الایمان“
ماہنامہ

تحریک پاکستان

کی بیشال اشاعت پر چیف ایڈیٹر جناب محمد نعیم طاہر رضویؒ اور
کنز الایمان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

امپریل ایجنسیز

۱۰۔ فیروز سٹریٹ بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، فون:- ۲۰۵۶۶۵

ایک قومی نظریہ

کرنے والے صراطِ مستقیم پر گامزن تھے۔
آئے دیکھتے ہیں کہ ایک قومی نظریہ کی وکالت کرنے والے
قوم پرست مولوی لیڈر اور ہندو رہنماؤں کا موقف کیا تھا۔

پہلے ہندوستانی پھر کچھ اور

مولوی عبید اللہ سندھی آخر دم تک اپنا نظریہ ان
الفاظ میں دہراتے رہے، جس کے راوی آج بھی موجود ہیں
کہ: ”میں سندھی پہلے ہوں اور مسلمان بعد میں“ (۲۱۳)
حکیم محمد حسین بدر مرحوم کے اس بیان سے بھی اس کی
تصدیق ہوتی ہے

”مولانا عبید اللہ سندھی سے جامعہ ملیہ میں ملاقات
ہو گئی، مولانا صاحب نئے نئے روس سے واپس آئے تھے اور
طلبہ کو متحدہ قومیت اور سوشلزم پر پیکچر دے رہے تھے اور
کہتے تھے کہ میری ان تعلیمات سے نہ ہندو ہندو اور نہ
مسلمان، مسلمان رہے گا اور دونوں خدا سے بھی دور نہ
ہوں گے بلکہ ہندو اور مسلمان کبیر شکر بن کر رہیں گے
(۲۱۵)“

جناب الہی بخش صاحب وزیر مالیات سندھ نے فرمایا
”اگرچہ میں مسلمان ہوں لیکن میں آپ پر واضح کرنا چاہتا
ہوں کہ میں کرسی وزارت پر بیٹھتا ہوں تو میں نہ مسلمان
ہوتا ہوں نہ ہندو، میں اس وقت خدا کا نمائندہ ہوتا ہوں
اور ہر ایک سے انصاف کرتا ہوں“ (۲۱۶)

مرکزی اسمبلی میں ایک سوال اٹھا کہ محکمہ ریلوے کی
ملازمتوں میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم ہے، مس
ستیا مورتی نے بتایا کہ کانگریس پارٹی ایسے معاملات میں ایسا
غیر جانبدار رہنا چاہتی ہے، فرمایا کہ: ”میں چاہتا ہوں کہ یہ

مسلمانوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ متحدہ ہندوستان میں رہنے
سب ایک ہندوستانی قوم ہیں، مذہب سے عقیدت و
محبت ہے لیکن وطن کے مقابلے میں اس کی حیثیت
نیچے جاتی ہے، اس لئے کہ مذہب ایک نجی معاملہ ہے
اس کی سیاست سے کوئی تعلق نہیں، تمام ہندوستانیوں کو
ایک مشترکہ دشمن انگریز کو یہاں سے نکال کر جمہوری
حکومت کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے، اگرچہ ظاہر یہ
تھی کہ بے ضرر معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر انہیں درست
دیکھا جائے تو مسلمان گھائے میں رہتے ہیں، اس لئے
مسلمانوں کے نزدیک پہلا نمبر مذہب کو حاصل ہے، مذہب
مسلمانوں کی عظمتیں بھی مل جائیں تو اسلامی نقطہ نظر کے
مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ
میں پر موجود تمام کلمہ گو مسلمان آپس میں بھائی بھائی
کی بھی مذہب کا آدمی جب اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ
میں سے ایک معزز رکن بن جاتا ہے بالفاظ دیگر
صرف دو قومیں ہیں ایک مسلمان اور دوسری تمام غیر

میں میں شک نہیں کہ انگریز تمام ہندوستانیوں کے
تھے انہوں نے بڑور قوت اس ملک پر قابضانہ قبضہ کیا
میں یہاں سے نکالنا ضروری تھا، یہ فرض تمام ہندو
کا تھا لیکن اس مقصد کے لئے ہندوؤں نے جو لاکھ
لاکھ لیا، اس کے صحیح یا غلط ہونے کا تعین کرتے وقت
میں میں پھوٹ پڑ گئی، بعض مسلمانوں کی سوچ یہ تھی کہ
میں نظریہ قبول کرنے میں شرعی لحاظ سے کوئی قباحت
نہیں، اکثریت کا خیال یہ تھا کہ یہ نظریہ برحق تسلیم کرنا
میں حق کے مترادف ہے، دونوں قرآن و سنت سے
میں تھے لیکن حق یہ ہے کہ ہندوؤں کے نقطہ نظر کو
میں نے ٹھوکر کھائی اور دو قومی نظریہ کا پرچار

پنڈت جی کے لئے شک میں اور دودھ کا آرڈر دیا۔"

ہندوستان سے تعلق

مولوی حسین احمد دیوبندی نے ایک تقریر میں کہا "بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستانی باشندوں (ہندو مسلم) اتحاد محض غرض پر مبنی ہو سکتا ہے۔" اس کو کوئی دیر پائی اور دوام حاصل نہیں ہو سکتا۔ خیال بالکل غلط ہے، چونکہ یہ اتفاق ہندوستان اور ہندوستانیوں کے مفاد اور مصالح کی غرض اور ان کے مذہبی اور سیاسی حقوق کی حفاظت کے سبب سے ہے تو وہ کسی مدت تک محدود نہیں ہو سکتا بلکہ جب تک ہندوستان اور اس کے باشندے روئے زمین پر موجود ہیں اور جب تک ان کے مذہبی اور انسانی و ملکی حقوق کی بقاء ہے، جب تک یہ اتحاد اور اشتراک ضروری ہوگا۔" (۲۲۰)

مولوی عید اللہ سندھی اپنے ایک خط بنام ڈاکٹر چوہدری رام پریڈنٹ کانگریس کمیٹی سندھ میں لکھتے ہیں:

"جب سے ترکی نے اپنا اسلام اپنی قومیت کا جزو بنایا، اس کامیابی نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے، اسی طرح میرا فیصلہ بھی قطعی ہو گیا ہے کہ مجھے اسلام کی حفاظت کے لئے ہندوستانی مسلمانوں کے اسلام کو نیشنل کانگریس کا جزو بنانا چاہیے، میری تحقیق میں ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت خصوصاً ادنیٰ طبقہ کے لوگ میری طرح ہندوؤں کی اولاد ہیں، ان کی قدرتی وطن اور ملک ہند کے سوا دوسرا ملک نہیں ہو سکتا اور جو بزرگ باہر سے آئے مگر ہمیں کے ہو رہے وہ بھی ہمارے طرح ہند سے باہر اپنا کوئی ہمدرد نہ پائیں گے، انہیں بھی ملکی طاقت کے زور پر اپنا مذہب چلانا چاہیے۔ اس کے لئے کافی وقت صرف کر کے میں نے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی رہنمائی میں اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی شروع کی، اس کو اپنا کر دیا کہ ہندوستانی قومیت کے ساتھ جمع ہو سکے تاکہ تمام ہندوستانی قوموں سے مسلمانوں کی مذہبی جنگ ختم ہو جائے۔"

Reviews

(۲۲۱)"

ایوان اپنے اندر قومیت کا جذبہ پیدا کرے، جس سے مفہوم یہ ہے کہ وہ اول و آخر ہندوستانی ہوں اور یہ اس وقت ہو سکے گا کہ جب ہندو آہستہ آہستہ اس بات کو بھول جائیں کہ وہ ہندو ہیں اور مسلمان بھول جائیں کہ وہ مسلمان ہیں۔" (۲۱۷)

پنڈت مدن موہن مالوی نے آزادی حاصل کرنے کا نسخہ یہ بتایا کہ: "ہم اگر آج سے اپنے آپ کو پہلے ہندوستانی بعد میں ہندو یا مسلمان سمجھیں تو فوراً سوراج حاصل کر سکتے ہیں۔" (۲۱۸)

قوم پرست مولوی اور رہنما حضرات کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے مایوس ہو چکے تھے جبکہ ہندو رہنما صرف اپنے ہم مذہبوں کے مفادات کا تحفظ چاہتے تھے، مسلمانوں کو ملازمتوں میں جائز حصہ دینے کے مطالبے کو ایک قومی نظریہ کی نشوونما کے لئے نقصان دہ قرار دیکر رد کر دیا گیا، جہاں تک اپنے آپ کو پہلے ہندوستانی اور پھر کچھ اور سمجھنے کا سوال ہے تو یہ فلسفہ بھی ہندوؤں کی جانب اس لئے پیش کیا گیا تھا کہ مسلمان اسلام کو خیر باد کہہ دیں ورنہ عملی طور پر شرکین ہند اس کے قائل نہیں تھے، وہ اپنے مذہب کو اولیت دیتے تھے، پنڈت مدن موہن مالوی کا بیان ہم اوپر نقل کر چکے ہیں لیکن خود ان کا اپنا عمل کیا تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے جو قائد اعظم محمد علی جناح نے کشمیری لیڈر شیخ عبداللہ سے بیان کیا اور جس کے راوی خود شیخ صاحب ہیں۔ قائد اعظم نے فرمایا: "ایک پار وہ بھی میں اپنی بیوی کے ساتھ میز پر دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ پنڈت مدن موہن مالوی کہیں سے آئے۔ میں نے انہیں اپنے ساتھ ہی کھانا کھانے کی دعوت دی، وہ بولے میں مذہبی وجوہ کے باعث ایک ہی میز پر تمہارے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتا۔ جب میں نے کہا کہ آپ ساتھ والی میز پر بیٹھ کر کھانا تناول فرمائیں تو بولے: یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ مشترکہ قالین بھیجی ہوئی ہے اور اس کے ذریعے سے پھوت آسکتی ہے، بھیجی میں پھوت پھات کا بہت قائل ہوں، تب میں نے میرے کو بلوا کر قالین ہٹوا دیا اور

○

ہیں ہر وہ شخص جو ہندوستان کا رہنے والا ہو، جس کے آباء و اجداد یہاں کے باشندے تھے اور اس ملک سے محبت رکھتے تھے اور جس کے مذہبی راجنما اس ملک کے رہنے والے تھے (۲۲۲)۔

ایک اور موقع پر کہا "ہر وہ شخص جو اس بھارت بھوی کو یعنی اس سر زمین کو جو دریائے سندھ سے سمندروں تک پھیلی ہوئی ہے، اپنی مادر وطن اور مقدس سر زمین کو اپنے مذہب کا سرچشمہ اور اپنے ایمان کا گوارہ سمجھتا ہے" وہ ہندو ہے (۲۲۵)۔

پنڈت جواہر لال نہرو کے خیال میں: "ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے جس کا نام ہندوستانی ہے اور تمام لوگوں کی نمائندگی کا حتمی راجنما ہے" (۲۲۶)۔

ایک دینی دارالعلوم کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے فرمایا "اس وقت اسلام خطرے میں ہے۔۔۔ میں اساتذہ سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے شاگردوں کو ایسی تعلیم دیں جو انہیں سچا مسلمان اور سچا ہندوستانی بنادے" (۲۲۷)۔

اسلام کو اس خطرہ سے بچانے کے لئے ڈاکٹر شکر داس کی تجویز مسٹر گاندھی کے مشورہ بلکہ ہدایت سے بھی زیادہ نقصان دہ تھی، ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا: "سب سے اہم سوال جو ملک کے سامنے درپیش ہے، وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کس طرح قومیت کا جذبہ پیدا کیا جائے، ہندوستانی مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کئے بیٹھے ہیں اور وہ دن رات عرب کے ہی گیت گاتے ہیں، اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دیدیں"۔

"اس مابوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم، ستوں کو ایک ہی امید کی شمع دکھائی دیتی ہے اور وہ احمدیوں کی تحریک ہے، جس قدر مسلمان احمدیت کی طرف راغب ہوں گے، وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محب ہند اور قوم پرست بن جائیں گے" (۲۲۸)۔

ڈاکٹر سید محمود سابق سیکرٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی کانگریس حکومت صوبہ ہما کے وزیر کا ایک مضمون رسالہ ہندوستان اکتوبر ۱۹۳۶ء میں چھپا تھا، اس میں انہوں نے انگریزوں کی تلقین کی تھی کہ ہندوستان جیسے ملک میں مذہب کا ہونا چاہئے جس قسم کا دین اکبر نے ایجاد کیا تھا۔ انگریزوں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "بعض نے اپنے مذہب اور جوش سے مجبور ہو کر ہندوستان میں متحدہ قومیت کی بنیاد کے پیش نظر ایک ایسے جدید مذہبی نظام کی نشوونما دی ہے جو ہندوستان میں سب کے مناسب حال ہو، یہ ان کی معمولی خدمات نہیں کہی جاسکتیں" (۲۲۲)۔

ان کے لئے دین الہی کا نام لیا گیا ہوگا، اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: "لفظ ہندی کو زبان کے لئے نہیں بلکہ اہل ہند کے لئے اختیار کرنا چاہیے، دنیا بھر میں صرف ہمارا ہی ایک ایسا ملک ہے جس میں مختلف لوگ مذاہب سے مختلف ہیں، صرف اس کا اظہار ہی ہماری دماغی عظمت کا آئینہ دار بن جاتا ہے اور ہمارے متعلق یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم اس براعظم کی علیحدہ علیحدہ مذہبی اقوام ہیں، اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ ہم سب ایک مشترک نام اختیار کر لیں" (۲۲۳)۔

دراصل قوم پرست مولوی اور رہنما اسلام کی نہیں بلکہ ہندو لیڈروں کی ترغیبی فرماتے تھے ورنہ ان کے احکامات اسلامی احکامات سے مطابقت رکھتے، درج بالا بات کا تجویز کیا جائے تو معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا مسلمان بھی آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ کتاب و سنت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں، موازنہ کے لئے ہم بعض ہندو لیڈروں کے بیانات بھی درج کرتے ہیں، جن کے ایک گوردوارہ میں ہندوؤں اور سکھوں کے مشترک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر سادو کر، صدر ہندو مہاسابا نے کہا:

"لفظ ہندو سے عبارت ہے ہر وہ شے جو ہندوستان کی مثلاً کلچر، نسل اور روایات وغیرہ اور ہندو کے معنی

سرور برسر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقام محمد ﷺ است

مولانا (عبداللہ) سندھی واپس وطن آکر سب سے زیادہ مسلم لیگ کے لیڈروں کے اس دعویٰ کی مخالفت کرتے رہے، وہ فرماتے تھے کہ ہندوستان میں اسلامی ملت ضرور ہے لیکن اس مسلم قومیت کا نہ یہاں اور نہ باہر کی اسلامی دنیا میں کوئی وجود ہے، یہاں سندھی قوم ہے، پنجابی قوم ہے، بلوچی قوم ہے اور پشتون قوم ہے اور یہ اور ہندوستان کی دوسری بہت سی قومیں اس برہمن میں برابر کی شریک ہیں اور سب مل کر ایک وفاقی یا مافوق وفاقی یا بین الاقوامی وحدت بنی ہیں (۲۳۱)۔

یہی نظریہ ابوالکلام آزاد کا تھا: ”مسٹر جناح کا یہ نظریہ کہ ہندوستان میں (ہندو اور مسلمان) دو جداگانہ اقوام ہیں، غلط فہمی پر مبنی ہے، میں اس باب میں ان سے متفق نہیں ہوں (۲۳۲)۔“

آل انڈیا نیشنل کانگریس کے صدر مسٹر اچاریہ کرپانی نے کانگریس کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ”یہ خیال غیر تاریخی، غیر قانونی، غیر حقیقی اور غیر طبعی ہے کہ ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، ہندو اور مسلمانوں میں لباس کے سوا کوئی فرق نہیں“ (۲۳۳)۔

مسٹر گاندھی نے اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں بیان کیا: ”میں اس بیان کو تسلیم کرنے سے بھی قاصر ہوں کہ ہندوستانی مسلمان ہند کے باشندوں سے الگ اور منفرد ایک قوم ہیں“ (۲۳۴)۔

ہندوؤں سے مل کر کام کریں

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی فرماتے ہیں: ”مولانا آزاد اپنے ابتدائی ایام سے ہی یعنی سیاست میں حصہ لینے کے آغاز سے کانگریس کی طرف مائل تھے اور مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم کو پسند نہ کرتے تھے، یہی نہیں بلکہ وہ مسلم یونیورسٹی

اگرچہ مذہب کو یکسر مٹا دینے کو ہی ترجیح دیتے تھے لیکن دین الہی کے وہ بھی مداح تھے، فرماتے ہیں: ”ہندوستان میں اسلام ایک غلط طریق پر آیا، بایں ہمہ ان ہر دو متقاد تصورات زندگی (اسلام اور ہندومت) میں احتجاج پیدا کرنے کے لئے ایک کو دوسرے میں جذب کرنے کا عمل شروع ہو گیا، یہ سلسلہ گرونانک اور بھگت کبیر جیسی شخصیتوں اور اکبر جیسے بادشاہ کی کوششوں سے کافی ترقی کر گیا، اکبر نے اس باہمی احتجاج کے لئے خاص طور پر کوشش کی، ہر چند وہ اس باب میں اپنی توقعات کے مطابق کامیاب نہ ہو سکا لیکن اس سلسلہ میں تقدم کا سرا اس کے سر ہے، اس کے بعد یہ کوششیں ماند پڑ گئیں لیکن یہ سلسلہ بالکل منقطع نہیں ہوا، رفتہ رفتہ آگے ضرور بڑھتا رہا لیکن قبل اس کے کہ یہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا، ایک بیرونی طاقت ہندوستان میں آ پہنچی“ (۲۳۵)۔

پنڈت جی نے ایک دلچسپ بات اپنے ایک رازدار دوست سے یہ بھی کہی تھی کہ: ”اگر مولانا ابوالکلام کو ہندوستان کا بادشاہ بنا دیا جائے تو وہ اکبر اعظم کی طرح ہر قوم میں مقبول ہوں گے، خوائے ان کے جو ان کی بادشاہی کو اپنے لئے نقصان دہ سمجھیں“ (۲۳۶)۔

اسلامی قومیت کا انکار

پروفیسر محمد سرور رقطراز ہیں

”مسلم لیگ کے لیڈروں کا دعویٰ تھا کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان ایک قوم ہیں اور یہ دس کروڑ کی ہندوستانی مسلمان قوم چالیس کروڑ یا ساٹھ کروڑ دنیا کی کل مسلمان قوم کا ایک جزو ہے، علامہ اقبال تمام عمر اسی پیام کی اشاعت کرتے رہے اور مخصوص وطن سے قوم کو منسوب کرنے والوں کو انہوں نے ہمیشہ برا بھلا کہا، یہاں تک کہ مولانا (حسین احمد) مدنی کے متعلق انہوں نے زندگی کے آخری ایام میں یہ تک کہہ دیا:

مستقبل پر چھوڑ دینا چاہیے" (۲۳۷)

خام خیالی

انڈین نیشنل کانگریس رام گڑھ کے اجلاس مارچ ۱۹۳۰ء سے خطاب کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے کہا: ”گیارہ صدیوں کی مشترک (ملی جلی) تاریخ نے ہماری ہندوستانی زندگی کے تمام گوشوں کو اپنے قیمتی سامانوں سے بھر دیا ہے ہماری زبانیں، ہماری شاعری، ہمارا ادب، ہماری معاشرت، ہمارا ذوق، ہمارا لباس، ہمارے رسم و رواج، ہماری روزانہ زندگی کی بے شمار حقیقتیں، کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں ہے جس پر اس مشترک زندگی کی چھاپ نہ لگ سکی ہو، ہماری بولیاں الگ تھیں، مگر ہم ایک ہی زبان بولنے لگے، ہمارے رسم و رواج ایک دوسرے سے بیگانہ تھے مگر انہوں نے مل جل کر ایک نیا سانچہ پیدا کر دیا، ہمارا پرانا لباس، تاریخ کی پرانی تصویروں میں دیکھا جاسکتا ہے مگر وہ اب ہمارے جسموں پر نہیں مل سکتا، یہ تمام مشترک سرمایہ ہماری متحدہ قومیت کی ایک دولت ہے اور ہم اسے چھوڑ کر اس زمانہ کی طرف لوٹنا نہیں چاہتے، جب ہماری یہ ملی جلی زندگی شروع نہیں ہوئی تھی، ہم میں اگر ایسے ہندو دماغ ہیں جو چاہتے ہیں کہ ایک ہزار برس پہلے کی ہندو زندگی واپس لائیں تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ایک خواب دیکھ رہے ہیں اور وہ کبھی پورا ہونے والا نہیں، اسی طرح اگر ایسے مسلمان دماغ موجود ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنی اس گزری ہوئی تہذیب و معاشرت کو پھر تازہ کریں جو وہ ایک ہزار برس پہلے ایران اور وسط ایشیا سے لائے تھے تو میں ان سے بھی کہوں گا کہ وہ اس خواب سے جس قدر جلد بیدار ہو جائیں، بہتر ہے کیونکہ یہ ایک غیر قدرتی تخیل ہے اور حقیقت کی سرزمین میں ایسے خیالات اگ نہیں سکتے، میں ان لوگوں میں ہوں جن کا اعتقاد ہے کہ تجدید RENEWAL مذہب میں ضرورت ہے مگر منافرت میں ترقی سے انکار کرنا ہے۔

میں نے کبھی تفسیر اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے بھی خلاف
نہیں۔ آپ کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو تمام سیاسی معاملات
میں ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے“ (۲۳۵)
مسز گاندھی کی قیادت کو تسلیم کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے
ابوالکلام آزاد نے فرمایا تھا: ”میں مسلمانوں سے خاص کر
ساتھ میں کون گا، ایک یہ کہ اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ
پوری طرح متفق رہیں، اگر ان میں سے کسی ایک بھائی یا
کسی ایک جماعت سے کوئی بات نادانی کی بھی ہو جائے تو
اسے بخش دیں اور اپنی جانب سے کوئی بات ایسی نہ کریں
جس سے اس مبارک اتحاد کو صدمہ پہنچے، دوسری بات یہ
ہے کہ مائتا گاندھی پر پوری طرح اعتماد رکھیں“ (۲۳۶)
ابوالکلام آزاد سے پوچھا گیا تھا کہ ”مسلمان کانگریس
میں صرف حصول آزادی کے مقصد میں ہندوؤں کے ساتھ
شراک کرنے کے لئے داخل ہوئے ہیں، وہ نیشنلزم یا
نیشنلزم کے یورپی نظریوں کے قائل ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں
تجس آج نیشنلزم یا سوشلزم کا کھلا ہوا پرچار ہو رہا ہے جس
سے عام دماغ قدرتا متاثر ہوتے ہیں ایسی صورت میں
مسلمانوں کا طرز عمل کیا ہو، آیا وہ کانگریس میں رہ کر اس
قسم کے خیالات کی تردید کریں یا ان پر سکوت اختیار کریں
تجس تردید کرنا بے سود ہے اور سکوت کرنا مضر ہے پھر علاج
کیا ہو۔۔۔۔۔۔؟“ اس پر مولانا نے ارشاد فرمایا تھا کہ:
”دفاعی قومیت اسلام کے منافی نہیں، البتہ بھوجی (جارحانہ
قومیت اسلام کے منافی ہے مگر اس وقت ہماری جدوجہد
میں سوال بھوجی قومیت کا نہیں بلکہ دفاعی قومیت کا ہے، یعنی
اس وقت ہمارے سامنے ہندوستان کو غاصبوں کے چنگل سے
جات دلانے کا سوال ہے، سو اس امر میں مسلمانوں کو
ہندوؤں کے ساتھ ایک قوم بن کر دفاع کی کوشش سے پرہیز
نہ کرنا چاہیے، اس قسم کی قومیت اسلامی توسع کے خلاف
ہیں“ آگے چل کر فرمایا ”ہمیں اس وقت مستقبل کا پورا
ترتیب نہ دینا چاہیے بلکہ صرف راستہ کے پتھر ہٹانے
کا ہی یہ نہ سوچنا چاہیے کہ پانی جو آرہا ہے وہ اپنا رخ
کے ہٹانے کا اور کون سا راستہ اختیار کرے گا، اس چیز کو

تحدہ قومیت کا سانچہ ڈھال دیا ہے، ایسے سانچے بنائے نہیں جاسکتے، وہ قدرت کے مٹتی ہاتھوں سے صدیوں میں خود بخود بنا کرتے ہیں، اب یہ سانچہ ڈھل چکا اور قسمت کی مہراس پر لگ چکی، ہم پسند کریں یا نہ کریں مگر اب ہم ایک ہندوستانی قوم اور ناقابل تقسیم ہندوستانی قوم بن چکے ہیں، علیحدگی کا کوئی بناوٹی تخیل ہمارے اس ایک ہونے کو دو نہیں بنا سکتا، ہمیں قدرت کے فیصلہ پر رضا مند ہونا چاہیے اور اپنی قسمت کی تعمیر میں لگ جانا چاہیے۔“ (۲۳۸)

کانگریس کے بے اختیار صدر جناب ابوالکلام آزاد کی یہ تقریر اس سے قبل ۱۹ مارچ ۱۹۳۷ء کے پنڈت جواہر لال نہرو کے اس بیان کی تعمیر ہے جس میں انہوں نے فرمایا تھا: ”تعب ہے کہ ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں جو مسلمانوں کو ایک الگ گروہ تصور کر کے ہندوؤں سے سمجھوتہ کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔“ یہ انداز فکر قرون وسطیٰ میں رائج ہو تو ہو، موجودہ زمانہ میں اسے کوئی نہیں پوچھتا، آج کل ہر چیز اقتصادی نقطہ نظر سے غور کیا جاتا ہے جہاں تک افلاس، بے کاری اور قومی آزادی کا سوال ہے، ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور مسیحیوں میں کوئی فرق نہیں ہے، چونکہ فرق پرست لیڈر ہر وقت جھوٹے، بخرے اور بھڑارے کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔“ (۲۳۹)

ابوالکلام آزاد نے فرمایا، جب کبھی ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح و مفاہمت کے آثار نمودار ہوتے ہیں، مسٹر جناح کا ہاتھ اس دروازہ کو بند کر دیتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کوئی صلح تھی جسے مسٹر جناح کی اس تجویز (یوم نجات منانے کی اپیل) نے روک دیا، مصالحت سے معترضین کی مراد یہ ہے کہ پنڈت جواہر لال مسٹر جناح کے ساتھ اس موضوع (فرقہ وارانہ مسائل) پر گفتگو کرنے کی تیاری کر رہے تھے، اس تجویز سے وہ تیاری رک گئی، لیکن سنئے خود پنڈت جی اس باب میں کیا فرماتے ہیں، انہوں نے ۱۳ دسمبر (۱۹۳۹) کو بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے کہا: ”عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ فرقہ وارانہ مسائل سے مراد مساجد کے سامنے باجہ بجانا اور ذبیحہ گاؤ وغیرہ ہیں لیکن اس ملک میں

گذشتہ دو سال سے فرقہ وارانہ مسائل سے تو کچھ اور منہموم لیا جانے لگا ہے اور انہیں بڑی سیاسی اہمیت حاصل ہو گئی ہے، مثلاً وزارتوں میں مسلم لیگ کی نمائندگی یا وزارتوں (COALITION MINISTRIES) کی تشکیل، بھلا معاملات کو فرقہ وارانہ مسائل سے کیا واسطہ؟“ آپ ملاحظہ فرمایا کہ پنڈت جی کے نزدیک فرقہ وارانہ مسائل ہیں اور سیاسی مسائل اور، دہلی میں سیاسی مسائل پر ہوئی تو مقتدر کانگریسی حضرات نے اس امر کا اعلان کیا چونکہ مسٹر جناح کی اولین شرط یہ تھی کہ لیگ کو مسلمانوں کا واحد نمائندہ جماعت تسلیم کیا جائے اور یہ شرط کانگریس منظور نہ تھی لہذا گفتگوئے مصالحت پروان نہ چڑھ سکی حصہ تو ہمیں ختم ہو گیا، اس کے بعد پنڈت جی مسٹر جناح کے ساتھ کن معاملات کے متعلق گفت و شنید کرنے جانا چاہتے تھے، اس کے متعلق وہ خود اپنی تحولہ صدر تقریر میں فرماتے ہیں: ”دہلی میں جب مسٹر جناح سے سیاسی معاملات کے گفت و شنید کر رہا تھا، تو میں نے ان سے کہا کہ میں بات کے لئے بھی تیار ہوں کہ کسی آئندہ تاریخ پر فرقہ وارانہ مسائل کے متعلق بھی آپ سے گفتگو کروں۔“ (۲۴۰) مرکزی اسمبلی کے ممبر اور کانگریس کے مشور لیڈر امبینے نے اپنی تقریر میں کہا ”آریہ سماج نے ہندو قوم کو خدمات سر انجام دی ہیں وہ ایسی مشہور و معروف ہیں اس خطبہ میں ان کا ذکر کرنا ضروری معلوم نہیں ہوتا۔“ ہندو ایک قوم ہیں، اب مسلمانوں کے متعلق سنئے، فرماتے ہیں: ”مسلمانوں کی طرف سے اب یہ شور مچایا جا رہا ہے کہ وہ صرف اسلام کے پیرو اور ہندوستان کے شہری ہی نہیں ایک قوم ہیں۔“ (۲۴۱)

دستبردار نہیں ہو سکتا

انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاس دہلی ستمبر ۱۹۳۳ء خطاب کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے کہا: ”آج اگر

واقع اور مفید تر ہندو مسلم اتحاد یعنی ہندوستانی آبادی کا اشتراک عمل ہے" (۲۳۵)

"مولانا ثبلی کا عقیدہ تھا اور انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے اور انہوں نے کہا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد اور متفق ہو کر اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے چاہئیں، مولانا ثبلی نے مسلم سیاست کے متعلق اپنے مسلسل مضامین بنام "مسلمانوں کی سیاسی کروت" لکھے، ان مضامین میں مولانا نے مسلم لیگ کی تنگ نظری پر بھی تنقید کی" (۲۳۶)

پنڈت جواہر لال نہرو بھی یہی اپیل کرتے رہے کہ "ہندوستان میں ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایک متحدہ قوم پیدا ہو" (۲۳۷)

ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت کا احساس انگریزوں کو بھی تھا، اس لئے کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے ابھر کر ان کے لئے درد سر بن جائیں۔

ان کی بدلیوں سے اثر آئے اور دہلی کے قلعہ میں ایک جلسہ ہو کر یہ اعلان کرے کہ سوراج چوہیں گھنٹے کے لئے مل سکتا ہے بشرطیکہ ہندوستان ہندو مسلم اتحاد سے متعلق ہو جائے تو میں سوراج سے دستبردار ہو جاؤں گا مگر یہ سب دستبردار نہ ہوں گا کیونکہ اگر سوراج کے لئے میں ہندی تو یہ ہندوستان کا نقصان ہوگا لیکن اگر ہمارا اتحاد قائم رہے تو یہ عالم انسانیت کا نقصان ہوگا" (۲۳۲)

ایک اور موقع پر فرمایا: "میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں، ہندوستان کی ایک ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں، میں اس متحدہ قومیت کا ایک اہم عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عقلت کا پیکل برباد رہ جاتا ہے، میں اس کی نگین (ہناوت) کا ایک عامل FACTOR ہوں، میں اپنے اس دعویٰ سے بھی دستبردار نہیں ہو سکتا" (۲۳۳)

اتحاد ضروری ہے

فائن پینٹس



بہترین گورنگ، لازوال چمک، موسمی اشارات سے محفوظ

بلال پینٹ انڈسٹری لاہور

مولوی محمود حسن نے ہندو مسلم اتحاد کے متعلق جو حیرت انگیز بات فرمائی دیا تھا، اس سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے: "کچھ شبہ نہیں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے ہم وطنوں اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم (ہندو) کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کے ایسے (بھائی) خلافت کی ایک جیسے (پاک مقصد کے حصول میں موئید بنادیا ہے اور ان دونوں قوموں کے اتفاق و اتحاد کو بہت ہی مفید اور نفع بخش بنادیا ہے اور حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو اس کے لئے فریقین کے عداوت نے کی ہے اور ہے ہیں، اس کی میرے دل میں بہت قدر ہے" (۲۳۴)

مولوی حسین احمد دیوبندی نے ۲۹ دسمبر ۱۹۲۳ء کو ایک تقریر میں کہا: "ہندوستان کی آزادی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے، ان میں سب سے زیادہ اہم اور

بارے میں یہی خیال تھا" (۲۵۰)

ابوالکلام آزاد جو پنڈت جواہر لال نہرو کے دوست تھے (۲۵۱)

----- "ایک جانب تو اسلام سے اس قدر باغ و بانگ ہو چکے تھے کہ اسے ایک چلا ہوا کارٹوس سمجھتے تھے۔ کانگریس میں شمولیت کے بعد لاہور کی ایک نشست میں آزاد اور علامہ اقبال کے درمیان اسلامیان ہند کے مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی کہ دوران گفتگو مولانا آزاد ایک ایسا جملہ کہا کہ جو حضرت علامہ کی طبع پر بے حد گزرا، ایک ممتاز عالم دین سے یہ سن کر علامہ لڑ بھڑکے۔ بقول سید نذیر نیازی (مرحوم) علامہ نے بعد میں ان سے کہ میری طبیعت اتنی مشتعل ہوئی کہ جی چاہا کہ اس امام (۲۵۲)

کو وہ سناؤں کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے، اس نے اذیت ناک الفاظ کہے تھے: "ڈاکٹر صاحب، آپ اسلام کی بات کرتے ہیں؟ (ISLAM IS A SPENT FORCE) یہ ایک چلا ہوا کارٹوس ہے" (۲۵۳)

تو دوسری جانب ہندو مذہب سے اس قدر مرعوب کہ اسلام سے بھی زیادہ اسے توحید کے قریب سمجھتے تھے۔ آزاد صاحب نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا: "ہندو مذہب پرانا دماغ اور نقشہ جو ہمارے سامنے آتا ہے، اس میں زیادہ وسعتیں تھیں اور جہاں تک میرا مطالعہ ہے، دنیا تمام مذاہب میں نظریہ توحید کو جس مذہب نے سب سے قریب سے دیکھا ہے وہ ہندو مذہب ہے، میرے پاس اس بات سے تاریخی شواہد و نظائر موجود ہیں" (۲۵۴)

ایک ابوالکلام آزاد نہیں بلکہ دوسرے قوم پرست مولویوں کے دلوں میں بھی ہندوؤں اور ہندو مذہب کے بزم گوشے موجود تھے جس کی وجہ سے وہ اسلامی نظریہ توحید کے باوجود متحدہ قومیت کے برحق ہونے کا پرچار کرتے تھے، اسی سلسلہ میں مولوی عبید اللہ سندھی کے افکار و نظریات ملاحظہ فرمائیں

جائیں، دوسری وجہ یہ تھی کہ متحدہ قومیت کے موجد پونڈے انگریز تھے، اس لئے وہ اپنے اس باطل اور غیر شرعی نظریہ کو مقبول بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ اس وقت کے نیشنلسٹ مولوی اگرچہ بار بار یہ وضاحت فرماتے تھے کہ متحدہ قومیت سے ان کی مراد وہ نہیں جو مخالفین بتاتے تھے اور کتاب و سنت کے علاوہ عربی لغت کی بڑی بڑی کتابوں کے حوالے دیکر اپنا نقطہ نظر اسلام کے عین مطابق قرار دیتے تھے لیکن عملاً ان کے رویہ سے انگریزی طرز کی متحدہ قومیت کو فروغ ملا، جس کے شواہد آج بھی موجود ہیں

مذہب اور قومیت

مولوی حسین احمد دیوبندی نے ایک تقریر میں کہا "آیت (دشمنان اسلام کے لئے جس قدر بھی قوت اور سواریاں گھوڑوں وغیرہ کی ہو سکے، تیار کر لو تاکہ اس کے ذریعہ سے تم خدا کے اور اسے دشمنوں کو ڈراتے رہو، سورہ انفال) صاف بتا رہی ہے کہ مسلمانان اہل ہند کے لئے یہ (ہندو مسلم) اتحاد ضروری ہے کیونکہ وہ قوت جس کے ذریعے سے ہم دشمن کو ڈرا سکتے ہیں اور اس کے پتھر پلے دل و دماغ کو پگھلا سکتے ہیں، وہ اہل ہند کے لئے ظاہری حیثیت سے اتحاد ہندو مسلم اور صرف اتحاد ہندو مسلم ہے" (۲۵۸)

----- اس لئے یہ اتحاد مذہبی حیثیت سے فقط جائز نہیں بلکہ ضروری بھی ہوگا" (۲۵۹)

پروفیسر محمد سرور، مولوی عبید اللہ سندھی کے متعلق لکھتے ہیں کہ: "وہ اس کے قائل نہ رہے تھے کہ اگر ایک شخص اپنا مذہب بدلے تو وہ اپنے پہلے معاشرے سے بالکل قطع تعلق رکھنے والے دوسرے مذہب کے معاشرے میں آجائے۔۔۔ راقم الحروف نے سنا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کا بھی اس

جائے (لیکن یہ یاد رہے کہ)

(۳) مذہبی مراسم کو نیشنل تحریک کا جزو بنانا، خواہ کیسی نیک نیتی سے ہو، ملک کو تباہی سے نجات نہیں دے گا اس کے بعد آپ نے اس پروگرام کی وضاحت کی ہے جسے وہ تحریک انقلاب کی تمہید کے طور پر نمونہ سندھ میں شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں مثلاً

(۱) سندھی زبان (جو آج کل عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے) کو رومن رسم الخط میں لکھا جائے۔

(۲) مسلمان گھنٹوں سے نیچے تک کی نیکر اور ہیٹ پہنیں اور ننگے سر نماز پڑھ لیا کریں،

(۳) نماز بوٹ سمیت پڑھ لی جایا کرے" (۲۵۷)

مولوی حسین احمد دیوبندی مسلمانوں اور ہندوؤں کے ایک ہونے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "اگرچہ انگریز وہ معاملہ چھوٹ چھات کا نہیں کرتے مگر اسلام کے بدترین

اور اعلیٰ ترین دشمن ہیں، بخلاف ہنود، یہ ہمارے پڑوسی ہیں اور پڑوسی اگرچہ کافر ہو پڑوسی پر حق رکھتا ہے۔ کمزور فی الحدیث، ان کے ساتھ ہمارا خون ملا ہوا ہے، رشتہ اور قربت داری ہے یا آباء کے ساتھ یا جدات کے ذریعے سے" (۲۵۸)

آئیے اب دیکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہندو لیڈروں کے خیالات کیا تھے، مسٹر کے۔ ایم۔ فشی ہوم فشر حکومت بمبئی نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں فرمایا "جس قدر رجحانات مذہب یا زبان یا ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل کی بناء پر قومیت پرستی کے خلاف پیدا ہوتے ہیں، کانگریس ان رجحانات کی مخالفت میں ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے، من حیث القوم ہماری کمزوری کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے ایک واہمہ پیدا کر دیا گیا ہے کہ مذہب یا زبان کا رشتہ قومیت کے رشتہ کی جگہ وجہ جامعیت ہو سکتا ہے، یہ ایک بڑا ملک دھوکا ہے، یاد رکھئے مذہب یا زبان کا رشتہ ہمیشہ قومیت کے بلند ترین رشتہ کا تحت رہتا چاہیے، یہ تصوری ہندوستان کو محکم اور آزار پہنچانے کا" (۲۵۹)

یہ لوگ موجودہ سامراج (انگریز) کے خلاف ہمارے مفاد میں لڑ رہے ہوں گے، خواہ وہ ہمارے ہم مذہب نہ ہوں، ہم انہیں اپنا ساتھی سمجھیں گے اور ان کے مفاد میں کفر کی اصطلاح نہیں برتیں گے، جو سامراج کے مفاد میں ہوں گے، خواہ وہ ہمارے ہم مذہب ہی کیوں نہ ہوں، ہمیں مسلمان کہنے کو تیار نہ ہوں گے" (۲۵۵)

"میں عام طور پر یہ بات کہتا نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں کے آلهہ (الہ کی جمع) یعنی دیوتا ہمارے ملائکہ ہیں، خدا ہندوؤں کے نزدیک اللہ الالہہ ان دیوتاؤں کا مجموعہ ہے، ہم نے غلطی سے ان کے دیوتاؤں کو خدا سمجھ لیا ہے، اس طرح ان کے مذہب کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکے، اصل تعبیرات الگ الگ ہیں، اصل حقیقت ایک ہے ان کے پاس بھی خدا سب سے بڑا ہے" (۲۵۶)

"آپ (مولوی عبید اللہ سندھی) کی تجویز یہ ہے کہ ہندو ملائے ہند کو دو شعبوں میں تقسیم کر دیا جائے، ان میں سے ایک شعبہ کے متعلق فرماتے ہیں: جمعیت العلماء کے دو سرے سکشن کو اسلامی فلاسفی کا محافظ ہونا چاہیے، یہ اسلامی فلاسفی دراصل ہندی ہندو فلاسفی ہے جسے مسلم سرقائے کرام نے ہندوستان میں تکمیل کے درجہ تک پہنچا دیا ہے، مولانا صاحب جامعہ ملیہ میں اسی قسم کے "اسلامی فلسفہ" کا ایک مدرسہ کھولنا چاہتے ہیں، جہاں کے فارغ التحصیل مسلم نیشنلسٹ: "ہندو فلاسفروں سے متحد خیال ہو کر یورپین انقلاب معاشی میں ہندوستان کو بہت آگے لے جائیں گے" یعنی اسلام کا نہ کوئی اپنا فلسفہ زندگی ہے نہ معاشی نظام، فلسفہ میں ہندوؤں سے متحد خیال ہونا چاہیے اور نظام معاشی کے لئے یورپ کی تقلید کرنی چاہیے، اس پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے آپ فرماتے ہیں

(۱) جمعیت العلماء کا وہ سکشن جو حکمت و فلسفہ کے لئے خاص ہوگا، میں اس کے ہر ممبر کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ انڈین نیشنل کانگریس کا ممبر ہو جائے (اور)

(۲) انڈین نیشنل کانگریس کو تمام سیاست ہند کا مرکز بنا دیا

☆ عملی زندگی میں ہم دونوں (ہندو اور مسلمان) جداگانہ قوموں میں تقسیم کرنا ناممکن ہے، ہم دو مختلف نہیں ہیں ہر مسلمان اگر اپنے خاندان کی تاریخ میں دو پیچھے جائے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا اصلی نام ہندو ہر مسلمان دراصل ہندو ہی ہے جس نے اسلام قبول ہے، ایسا کرنے سے کوئی جداگانہ قومیت تو پیدا نہیں (۲۶۳)

☆ "میری روح اس امر کے تصور سے بغاوت کرتی کہ اسلام اور ہندومت دو مختلف اور متضاد کلچر اور نظریات (حیات) کے مذاہب ہیں کسی ایسے نظریہ کا تسلیم کر لینا یہ نزدیک خدا کے انکار کے مترادف ہے کیونکہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کا خدا بھی وہی ہے جو گیتا کا خدا اور ہم تمام ایک ہی خدا کے عیال ہیں، خواہ ہم کسی سے کیوں نہ پکارے جائیں، میں اس نظریہ کے خلاف بغاوت کروں گا کہ وہ لاکھوں مسلمان جو ابھی کل تک تھے، اسلام قبول کر کے اپنی قومیت بھی بدل بیٹھے تھے" (۲۶۳)

مذہب انفرادی چیز ہے

متحدہ قومیت کے غیر اسلامی نظریہ کو پروان چڑھانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ مذہب کو پرائیویٹ معاملہ قرار دیا جائے اسے سیاست سے بے دخل کیا جائے، اس لئے کہ کتاب سنت سے کوئی بھی علامہ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ انگریز اور مسلمان تو ایک قوم نہیں بن سکتے لیکن ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قوم نہ ماننے والے انگریز کے ایجنٹ ہوتے ہیں قوم پرست مولوی اعلانیہ یہ بات نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ خود مذہب کا نام لے کر ہی سیاست میں داخل ہوئے تھے تاہم وہ اشاروں، کنایوں اور عمل سے مذہب کو اس سطح لانے میں مدد معاون ثابت ہوئے اس کے علاوہ وہ مسلمانوں کی رہنماؤں اور علماء کی "بے دینی" تو ہر وقت بیان فرماتے تھے لیکن اسی موضوع پر کفر یہ حکمت لکھنے والے نام نہ

پنڈت جواہر لال نہرو اپنی آپ جی میں لکھتے ہیں: "مسلم قومیت کا ذکر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کوئی قوم ہی نہیں، صرف مذہبی اخوت کا رشتہ ایک چیز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جدید تہذیب و تمدن کو ترک کر کے ہم لوگ عمد و سخی کے طریقوں کو پھر اختیار کر لیں۔۔۔ مسلم قوم کا تخیل تو صرف چند لوگوں کی من گھڑت اور محض پرواز خیال ہے اگر اخبارات اس کی اس قدر اشاعت نہ کرتے تو بہت تھوڑے لوگ اس سے واقف ہوتے اور اگر زیادہ لوگوں کو اس پر اعتقاد بھی ہوتا تو حقیقت سے دو چار ہونے کے بعد اس کا خاتمہ ہو جاتا" (۲۶۰)

آخر میں قوم پرست رہنماؤں اور مولویوں کے محبوب لیڈر مسز گاندھی کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں

☆ مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ خدا اور بندے اور انسان اور انسانوں میں رشتہ پیدا کر دے، کیا اسلام صرف ایک مسلمان ہی کو دوسرے مسلمان سے ملاتا ہے اور ہندو کی مخالفت سکھاتا ہے، کیا رسول (اکرم ﷺ) کا پیغام مسلمانوں کو اپنے اندر ہی امن و سلامتی کی تلقین کرتا تھا اور ہندوؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ جنگ کرنا سکھاتا تھا، کیا ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں (کے قلوب) کی پرورش صرف اس چیز سے کی جائے گی جسے میں زہر ہلا لے کے سوا اور کچھ قرار نہیں دے سکتا، وہ لوگ جو اس زہر کو مسلمانوں کے دلوں میں بھر رہے ہیں، وہ اسلام کے ساتھ بہت بڑی بدخواہی کر رہے ہیں، میں جانتا ہوں کہ اسلام یہ نہیں ہے، میں مسلمانوں میں ایک آدھ دن نہیں، مسلسل تین برس سے رہتا چلا آ رہا ہوں، مجھے تو کسی ایک مسلمان نے بھی ایسا نہیں بتایا کہ اسلام ہندومت کے خلاف ہے" (۲۶۱)

☆ "تاریخ میں مجھے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ نو مذہبوں کے کسی گروہ نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی قوم سے ایک الگ قوم ہیں اگر مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہندوستان میں ایک قوم تھی تو آج بھی تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں باوجودیکہ ان میں سے اکثر نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے" (۲۶۲)

سخت صدمہ ہوتا تھا، مجھے ان کی تاریخ، عمرانیات اور
اقتصادیات سب غلط معلوم ہوتی تھیں، ہر چیز کو مذہبی رنگ
دے دینے سے روشن خیالی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔" (۲۶۸)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "(مولانا) محمد علی (جوہر) غیر معمولی
انداز میں کانگریس کی قرار دادوں میں اظہارِ احسان مندی یا
بعض دعائیہ کلمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے دیکھتے
میں اس کے خلاف احتجاج کرتا تھا۔" (۲۶۹)

مسٹر گاندھی نے اپنے عزم کا اظہار ان الفاظ میں کیا:
"اگر میں ڈکٹیٹر بن جاؤں تو مذہب اور سیاسیات کو ایک
دوسرے سے علیحدہ کر دوں کیونکہ مذہب فرد کی نجی معاملہ ہے
"(۲۷۰) "ماترانی" مذاہب کا مقصد بتاتے ہوئے کہتے ہیں:
"اگر مذہب کو علی حالہ رہنے دیا جائے یعنی ایک مچ کا معاملہ
اور خدا اور بندے کے درمیان ایک ذاتی تعلق تو پھر
ہندوؤں اور مسلمانوں میں کئی ایک اہم مشترک عناصر نکل
آئیں گے جو مجبور کریں گے کہ یہ دونوں ایک مشترک زندگی
بر کریں اور ان کی (راہ) عمل بھی مشترک ہو، مذاہب
انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لئے نہیں ہیں،
وہ انہیں ایک رشتہ میں پرونے کے لئے ہیں" (۲۷۱)

تمام مذاہب سچے ہیں

ابوالکلام آزاد نے تمام مذاہب کے سچے ہونے کا
اقرار کرتے ہوئے سورہ البقرہ کی آیت ۶۲ کا ترجمہ یہ کیا
ہے "جو لوگ (پیغمبر اسلام پر) ایمان لائے ہیں وہ ہوں یا
وہ لوگ ہوں جو یہودی ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں (کوئی ہو
اور کسی گروہ بندی میں سے ہو) لیکن جو کوئی بھی خدا پر اور
آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس کے اعمال بھی اچھے
ہوئے تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پروردگار سے
ضرور پائے گا، اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا ٹکڑا ہو گا نہ
کسی طرح کی غمگینی" (۲۷۲)

بھگت مسلمانوں کی تحریروں پر کبھی بھی گرفت نہیں لی
مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بمقام ادو خلع مظفر نگر
اپنے وعظ میں فرمایا کہ: "مسلمان اللہ اکبر کا اور ہندو
ماترم کا نعرہ نہ لگائیں کیونکہ یہ ایک دوسرے کی سمجھ
بھٹ میں نہیں آسکتے بلکہ انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگانا چاہیے
(۲۷۳)

رسالہ کلیم میں (ایک نام نہاد قوم پرست مسلمان)
فرماتے نام سے ایک مضمون چھپا، جس میں وہ لکھتا ہے: "
خدا کے تصور کی ابتدا انسان کے اس دور سے شروع ہوئی
تھو ذہن انسانی عالم طفولیت میں تھا، وہ فطرت کے عظیم
ظہان مظاہر کی توجیہ نہ کر سکتا تھا، سوائے اس کے کہ ان
کو فوق العادت ہستی سے منسوب کر دے۔۔۔ مذہب کا تو ہم
تاریخ کے ساتھ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آج تک بھی جہاں
جہاں جماعت زیادہ ہے اور علم کی روشنی کم ہے وہاں مذہب
کا دور دورہ ہے، مذہب ایک فیملی چیز ہے اور فیملی چیزوں کو
تاریخ میں زیادہ فروغ ہوتا ہے" اس کے بعد حیات
میں اعمال کے عقیدہ کی مخالفت کی گئی ہے، آخر میں
تعارف میں کہ ہندوستان چونکہ علوم و فنون اور تہذیب و
ثقافت میں بہت پیچھے ہے، اس لئے یہاں فی الحال مذہب کو
تھپے دیا جائے لیکن "مذہب کو اجتماعی حیثیت نہ دی جائے،
بلکہ کو خالص شخصی یا انفرادی چیز سمجھا جائے، اس طرح
اس کی پبلک حیثیت رفع ہو کر خالص پرائیویٹ یا نجی حیثیت
رہے گی" (۲۷۶)

ہندو اخبار "ملاپ لکھتا ہے کہ "ہندوستان سے فرق
ہو جانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہندو مسلم کی تیز اڑادی
ہو، ہم ہندوستانی اپنے آپ کو ایسا بتائیں کہ مذہب کو اپنی
حیات تک محدود رکھیں، اسے سیاسیات میں داخل کرنے کی
کوشش نہ کریں" (۲۷۷)

پنڈت جواہر لال نہرو کا عقیدہ بھی یہی تھا، اپنی آپ
میں لکھتے ہیں: "بعض اوقات میں پریشان ہو جاتا تھا کہ
ہندوستان میں مذہب کو اتنا دخل کیوں ہے؟ مولوی، مولانا اور
اپنی تقریروں میں جو جوتے جوتے تھے، اس سے سن کر مجھے

کو ختم کرنے یا کم از کم مشکوک بنانے کے سلسلہ ابوالکلام آزاد کے بعض دیگر اقدامات کی نشاندہی بھی جاسکتی ہے، مثلاً بقول محترم عشرت رحمانی (انہوں نے "بدلے ماترم" جیسے غیر اسلامی ترانہ کی تعریف کی) "مسلمانوں کو مرتد اور نیست و نابود کرنے والی شدھی سنگھٹو تحریکوں کی ہمت افزائی فرمائی (۲۸۰)

----- وزارت تعلیم
انچارج ہونے کے باوجود، نصابی کتب میں اسلام اور اسلامیہ کو جس مسخ شدہ حالت میں ظاہر کیا گیا، اس کا ایک تک نہیں لیا (۲۸۱)

----- لاکھوں مسلمانوں کی آبروریزی اور
کا تماشا دیکھنے کے بعد اس لا دینی حکومت میں جس مسلمانوں کے خون سے یہ ہولی کھلی ہو، وزارت کی گدی براجمان رہے (۲۸۲)

----- اپنے محبوب دوست پنڈت جواہر
نرو کے پسندیدہ نظریہ سٹولزم (۲۸۳)

----- کی تائید و حمایت
(۲۸۴) اس لئے جس طرح شملہ میں مسلمانوں نے مسٹر حسین احمد دیوبندی کی امامت میں نماز پڑھنے سے انکر دیا تھا، (۲۸۵)

----- بالکل یہی سزا ابوالکلام آزاد کے
تجویز کی اور انہیں کلکتہ میں عیدین کی امامت سے علیحدہ دیا (۲۸۶)

----- جبکہ ہندوؤں میں سے پنڈت جواہر لال نہرو
بیکریٹری نے آزاد صاحب پر شراب نوشی کا الزام (۲۸۷)

----- اور بقول شورش کشمیری ہندو انہیں گایا دیتے
(۲۸۸)

مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کر کے لئے یہ کہنا شروع کر دیا تھا جو لوگ کہتے ہیں کہ مذہب سیاست سے کوئی تعلق نہیں، وہ مذہب کے مفہوم سے ناواقف ہیں (۲۸۹)

----- آزاد صاحب نے
واشگاف الفاظ میں اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا: "اس (قرآن حکیم) نے صرف یہی نہیں بتایا کہ ہر مذہب میں سچائی ہے بلکہ صاف صاف کہہ دیا کہ تمام مذاہب سچے ہیں، اس نے کہا، دین خدا کی عام بخشش ہے، اس لئے ممکن نہیں کہ کسی ایک جماعت ہی کو دیا گیا ہو اور دوسروں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو" (۲۷۳)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی (دیوبندی) نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ "آیات قرآنی کی تفسیر میں مولانا (میزان) کی ذاتی ترجمانی کو بڑا دخل تھا" (۲۷۴)

----- مولوی انور شاہ کشمیری
کی کتاب "مشکلات القرآن" کے دیباچہ میں مولوی محمد یوسف صاحب بنوری نے تفسیر ترجمان القرآن کے اس حصے پر سخت گرفت کی ہے جس میں تمام مذاہب کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے (۲۷۵)

----- اس موضوع پر ایک
ہندوستانی سکالر کا مبسوط مقالہ ماہنامہ تجلی (دیوبند) میں بھی شائع ہوا تھا (۲۷۶)

----- علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے اپنے ملفوظات میں مدیر "معارف" سید سلیمان ندوی کے اس رویہ پر سخت چبھائی فرمائی جو کہ انہوں نے مذکورہ بالا تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی خامیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی (۲۷۷) البتہ مسٹر گاندھی کو اس تفسیر کی اشاعت پر بھید خوشی ہوئی اور جامعہ علیہ میں دوران تقریر کہا کہ: "مجھے ایک عرصہ سے خیال تھا کہ اسلام ایسا نیک نظر مذہب نہیں ہو سکتا کہ وہ نجات و سعادت کو اپنے ماننے والوں تک ہی محدود رکھے اور سچائیاں صرف اپنے اندر ہی بیان کرے مگر اس بات کی مجھے سند نہیں ملتی تھی، اب مولانا آزاد نے تفسیر شائع کی ہے تو مجھے اپنے اس خیال کی سند مل گئی کہ اسلام تمام مذاہب میں یکساں سچائیوں کا مدعی ہے لہذا ہم نے اس تفسیر کے متعلقہ حصوں کا ہندی ترجمہ کر کے عام کر دیا ہے" (۲۷۸)

اسلام کی دوسرے مذاہب پر برتری کے سلسلہ نظریہ

ان کی یہ ادا اگرچہ ہندو لیڈروں کو پسند نہیں تھی انہوں نے وقتی طور پر خاموشی اختیار کر لی اور وہ نجی سطح پر اس نظریہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ صرف حاصل ہو جانے کے بعد ان باتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی (۲۹۰)۔

جب مسلم لیگی لیڈروں نے بھی گاندھی کا مسٹر گاندھی کو لٹکارا تو وہ چونک پڑے اور اس طرح (۲۹۱)۔

ان پر نکتہ چینی شروع کر دی (۲۹۲) ساتھ ساتھ اس بات پر زور دیا کہ سارے مذاہب سچے ہیں تاکہ ان کے ذہن سے اس تصور کو مٹا کر دیا جائے کہ اسلام مذاہب سے ارفع و اعلیٰ ہے، انہوں نے دعویٰ کیا کہ مسیحی بائبل اور قرآن پاک کی من پسند تفسیر کرنے کا حوصلہ دیا جائے تو اپنے آپ کو عیسائی یا مسلمان کہلانے میں انہیں شک نہیں کریں گے (۲۹۳)۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ بقول مولانا محمد امجد علی عثمانی قرآنی تعلیمات سے سخت تکلیف پہنچتی تھی (۲۹۴)۔

اور کہا کرتے تھے کہ ان میں سے جو احکامات ان کے لیے سہولت پر پورے نہ آتے، انہیں وہ مسترد کرنے کا حق ہے (۲۹۵)۔

تمام مذاہب کے سچے ہونے کے متعلق مسٹر گاندھی کہتے ہیں: "میری ہندو جبلت مجھے بتاتی ہے کہ کم و بیش تمام مذاہب سچے ہیں تمام اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ سب نامکمل ہیں کیونکہ وہ ہم تک نامکمل انسانوں کے ہاتھ سے بنے ہیں (۲۹۶)۔

اسلام اور رسول پاک ﷺ کو نامکمل قرار دینے والے ان جتوں کے پجاری کی اصلاح کرنے کے بجائے انہوں نے خود جن اور ان کے ہم مسلک مولویوں نے اسے "تہذیب" کے دوران مسلمانوں کا قاتل بنا کر ان کی تہذیب کو مٹا دیا اور خلافتِ نبویہ سے دور کر دیا (۲۹۷)۔

خدا کا خوف رکھنے والے سنی بریلوی علماء و مشائخ نے اسے اسلام کا دشمن اور صرف ہندوؤں کا نمائندہ کا قرار دیا تو کانگریسی مولویوں نے انہیں بدعتی، قبر پرست، مشرک، انگریز پرست وغیرہم جیسے القابات سے نوازا اور اس کلی ہندو نوازی کے باوجود ان کی توحید پر کوئی حرف نہ آیا۔ رکن مسلمانوں کے لیے مسٹر گاندھی "مہاتما جی" نے ایک اور موقع پر فرمایا: "میں ایک مسلمان ہوں، اس لئے میں عیسائی، بدھ اور مسلمان ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہوں، کچھ مسلمان دوست بھی کہتے ہیں کہ میں پرارتھنا میں قرآن کی آیات کیوں پڑھتا ہوں یا نہیں وہ نہیں جانتے ہیں کہ اصلی مذہب زبان اور کتاب کی بندشوں سے آزاد ہے، مجھے کوئی وجہ نہیں دکھائی دیتی کہ میں کہہ کیوں نہ پڑھوں، (اللہ کی حمد و ثنائیوں نہ کروں محمد ﷺ) کو اپنا پیغمبر کیوں نہ سمجھوں" (۲۹۸)۔

مذہب کی مخالفت

کسی بھی قوم پرست مولوی کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ واضح الفاظ میں مذہب کی مخالفت کرنا کیونکہ اسلام کا نام ہی تو لے کر وہ مسلمانوں کو کانگریس میں شامل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے لیکن دوسری جانب مسٹر گاندھی اور ہندو لیڈروں کے اعتماد کو بھال رکھنا بھی ضروری تھا، اس لئے کوئی ایسی بات بھی کہہ جاتے جس سے اسلام کی ناکامی ثابت ہوتی، جناب ابوالکلام آزاد نے فرمایا: "یہ کہنا عوام کو ایک بہت بڑا فریب دیتا ہے کہ صرف مذہبی یکجہت دو ایسے علاقوں کو متحد کر سکتی ہے جو جغرافیائی، معاشی لسانی اور معاشرتی اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل جدا ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک ایسے معاشرے کے قیام کی کوشش کی جو نسلی، لسانی، معاشی اور سیاسی حد بندیوں سے بالاتر ہو لیکن تاریخ ثابت ہے کہ شروع کے چالیس برسوں کو یا زیادہ سے زیادہ پہلی

صدی کو چھوڑ کر اسلام کبھی سارے مسلمان ممالک کو صرف مذہب کی بنیاد پر متحد نہ کر سکا" (۲۹۸)

بعض حضرات آزاد صاحب کی اس غیر شرعی سوچ کو شرف بہ اسلام ثابت کرنے کے لئے سقوط ڈھاکہ کا حوالہ دیتے ہیں حالانکہ یہ حادثہ اسلامی احکامات سے روگردانی کی وجہ سے ہی پیش آیا، ایک مسلمان کا ایمان ہونا چاہیے کہ اسلام کسی حالت میں بھی شکست سے دوچار نہیں ہو سکتا، ناکام وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسلام کا نام لیا ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے، کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مسلمان بے عمل ہو چکے ہیں، اس لئے اس تصور کو اب ختم سمجھ لینے میں ہی بہتری ہے، اس اصول کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو اسلام کا کوئی بھی حکم اس کی زد سے بچ نہیں سکتا، مثلاً کوئی یہ دعویٰ کر لے کہ چونکہ اکثر مسلمان نماز نہیں پڑھتے، اس لئے اب اس حکم پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ کوئی بھی مسلمان اس قسم کے مطالبے کو درست نہیں سمجھ سکتا، لہذا یہ تصور بھی اسلام سے رخصتی مصافحہ ہونے کے مترادف ہے کہ اسلام ناکامی سے دوچار ہو سکتا ہے۔

کانگریس پارٹی کے لیڈر مسٹر بھولا بھائی ڈیسیائی قوانین الہی کے نفاذ کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں "اب یہ ناممکن ہو گا کہ کوئی ایسا نظام حکومت قائم کیا جائے جس کی بنیاد مذہب پر ہو، اب وقت آچکا ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کر لیں اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ضمیر، مذہب اور خدا کو ان کے مناسب مقام یعنی آسمان کی بلندیوں پر رکھ دیا جائے اور انہیں خواہ مخواہ زمین کے معاملات میں مداخلت نہ لایا جائے، اس بات کا تو تصور بھی ناممکن ہے کہ اگر مذہب کو سیاست سے الگ نہ کیا جائے تو کوئی نظام حکومت قائم ہو سکتا ہے۔۔۔ عمد حاضر میں بہترین نظام حکومت کی بنا اس نظریے پر قائم ہو سکتی ہے کہ جغرافیائی حدود کے اندر گھرا ہوا ایک ملک ہو اور اس ملک کے اندر رہنے والے تمام افراد معاشی اور سیاسی مفاد کے رشتہ میں منسلک ہو کر ایک متحدہ قومیت بن جائیں" (۲۹۹)

کوئی اور ہوتا تو اس قسم کی متحدہ قومیت یا ایک نظریہ پر لخت بھیج کر توبہ تائب ہو جاتا لیکن یہ قوم پرست مولویوں کا حوصلہ تھا کہ اس قسم کے کفریہ خیالات کی تردید کرنے کی ہمت نہ پا کر خاموش رہنے میں اپنی عافیت سمجھتے، اس قسم کی متحدہ قومیت کو تسلیم کرنے کے عوض ہندو کچھ مسلمانوں کے حوالے کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ کانگریس کے صدر مسز یوس نے ایک تقریر کے دوران پیش کش کی کہ:

"میں سب کچھ مسلمانوں کے حوالے کر دیتے ہو، ہوں بشرطیکہ وہ متحدہ قومیت کے نظریہ کو تسلیم کر لیں (۳۰۰)۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے "ٹریبون" نے اپنے ۱۹۳۸ء کے پرچے کے افتتاحیہ میں لکھا: "بس اس شرط کے ماتحت طول و عرض ملک میں کوئی ایک کانگریسی ایسا نہ ہو گا جو تمام اختیارات مسلمانوں کے حوالہ کر دے، پر آمادہ نہ ہو، ان کے (یعنی کانگریسیوں کے) نزدیک یہ ذرا بھی اہمیت نہیں رکھتا کہ کانگریس یا حکومت کے دائرہ زمام حکومت جس کے ہاتھ میں ہے وہ ہندو ہے یا مسلمان، عیسائی کیونکہ ان کے نظریہ کی رو سے مذہب کو سیاسیات نہ کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی ہونا چاہیے" (۳۰۱)

"پنڈت جواہر لال نہرو مذہب کی مخالفت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "جس چیز کو مذہب یا منظم مذہب کہتے ہیں اسے ہندوستان میں اور دوسری جگہ دیکھ کر میرا دل ہیبت ہو گیا ہے، میں نے اکثر مذہب کی خدمت کی ہے اور اسے مٹا دینے تک کی آرزو کی ہے۔ قریب قریب ایسا ہوتا ہے کہ یہ اندھے یقین اور ترقی دشمنی کا نچہ عقیدت اور تعصب کا، توہم پرستی اور لوگوں سے بھگانا اٹھانے کا، قائم شدہ حقوق اور مستقل حقوق کی بقاء کا ہے" (۳۰۲)

ایم۔ او۔ مٹھالی کا کہنا ہے کہ نہرو نے ایک بار اپنے بار میں بتایا تھا کہ وہ لا مذہب (PAGAN) ہے، وہ مکمل طور پر انسانی جذباتوں سے متاثر تھا، مجھے سن تک کوئی نہرو مرثیہ ایسے نہیں ملے گا ایک خانہ اور ایک بیوی

میں ایمان رکھتے ہوں" (۲۰۳) جس میں "ناجائز نقصان" سے مراد ایک تعریف دینی ہے۔
 "اسی طرح پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے "ہمیں نظام کا تخت چھ مینے کے اندر حاصل کر لینا ہے"
 "میں مذہب اور مسٹر گاندھی کی کسمپرسی سے بچنے کے لیے سخت بیزاری کا اظہار کیا ہے (۲۰۴)

لیکن ایسا
 صحیح ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کو نقصان پہنچانے کے
 لیے اس لئے کہ جب بھی ہندو مت پر معمولی سی آج
 کا اندیشہ ہوتا تو ایک قوی نظریہ کا علمبردار نہرو بے چین
 ہوتا اس سلسلہ میں ماہنامہ "طلوع اسلام" میں شائع شدہ ایک
 خط میں خدمت ہے
 "لا مذہب پنڈت جی کی زبان سے ہندو مذہب کی
 خدمت کے متعلق بھی کچھ سنئے، ریاستی کانفرنس کے خطبہ
 میں فرماتے ہیں: "ہندوستان میں مدنی آزادی
 (CIVIL LIBERTY) کی سب سے پست سطح حیدر آباد میں ملے
 گی۔ وہاں بچھے دونوں اس چیز کی طرف بھی توجہ منعطف کرائی
 گئی ہے کہ وہاں بعض مذہبی رسوم کی بھی ممانعت کر دی گئی
 "حیدر آباد میں آزادی کی یہ پست سطح منقہ و تحریک کا
 حصہ نہیں بلکہ ایک عرصہ سے وہاں حالہ۔ نی ایسے ہیں"
 "پنڈت جی جو مذہب کو یکسر مٹانے کا ارادہ رکھتے ہیں

مذہب آریہ سماج کی مدافعت اور حیدر آباد کی مسلمان
 جماعت کی مخالفت میں اٹھتے ہیں تو اس مذمت کے خلاف
 سب سے بڑا الزام یہ عائد کرتے ہیں کہ وہاں مذہبی رسوم پر
 پابندیاں کیوں عائد کر دی گئی ہیں، یہ ہے ہندو قوم کے
 خیال حضرات کی بے تقصیری کی مثال۔ اب ذرا یہ
 دیکھتے جائیے کہ وہ کون سی "مذہبی آزادی" ہے جس پر
 مذہبی عائد ہونے کی وجہ سے پنڈت جی کے دھارمک ہر
 مذہب پرست دل میں یوں نہیں پیدا ہوئی ہے،
 یہ سماجی حضرات کی تقریروں اور تحریروں کے چند نمونے
 دیکھ لیں، یہ اقتباسات اور ان جیسے متعدد اور اس
 حالت میں درج ہیں جو حکومت نظام نے "حیدر آباد میں
 سماج" کے عنوان سے شائع کیا ہے: "ریاست حیدر

متحدہ مذہب

ایک قومی نظریہ کو پروان چڑھانے کے لئے ایک

شادی بیاہ

اور دیگر تقریبات
 کے موقع پر

بہترین پکوانی کھانے

رابطہ علی رضا - محمد شفیع موقع دیکھو
 مکان 369 گلی 33 ڈیگی محلہ صدر بازار لاہور چھاؤنی

تجویز یہ بھی پیش کی گئی تھی کہ ہندو اور مسلمانوں کے لئے ایک مشترکہ مذہب کا خاکہ تیار کیا جائے تاکہ روز بروز کے یہ جھڑپ ختم ہو جائیں، مشہور و معروف قوم پرست لیڈر اور مولوی حسین احمد دیوبندی کے معتقد ڈاکٹر اشرف صاحب نے جمعیت العلماء ہند کے آرگن اخبار "الجمعیت" میں تحریر فرمایا کہ:

"ہم ہندو مسلمان کے لئے نئے تمدن میں مصروف ہیں، ہماری سیاسی اور سماجی کوشش یہی ہے کہ ہندو اور مسلمان کا ایک مذہب بنا دیا جائے" (۳۰۶)

بارنس کے ڈاکٹر بھگوانداس صاحب کا ایک تفصیلی مضمون "ہندوستان ٹائمز" بابت ۲۲ فروری ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی منافرت کے اسباب کیا ہیں اور ان کے مناقشات مٹانے کی تجویز کیا ہو سکتی ہے، فرماتے ہیں: "ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی غلط فہمی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ عام لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ یہ ہر دو مذہب (بلکہ تمام بڑے بڑے مذاہب) اپنی اصولی باتوں (ESSENTIALS) میں بالکل یکساں ہیں اور اختلافات جزئی باتوں میں ہیں جنہیں مولانا ابوالکلام آزاد فردغ سے تعبیر کرتے ہیں --- اس مرض کا حتمی علاج یہ ہے کہ ان اصولوں کی تعلیم عام کر دی جائے جو تمام مذاہب میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں (اور اس کی عملی ترکیب یہ ہے کہ) کانگریس وزارت کو چاہیے کہ ایک مختصر سی کمیٹی مقرر کرے جو اس قسم کی نصاب کی کتابیں تیار کرے جن میں مشترکہ اصولوں کی تعلیم موجود ہو --- اس کے ساتھ ہی ہندوؤں اور مسلمانوں کے تمام بچوں کو ذہن نشین کرا دیا جائے کہ ہندوستان کے تمام موجودہ مسلمان اپنے ہندو آباء و اجداد کی اولاد ہیں، اس لئے ہندو اور مسلمان دور یا نزدیک سے باہمی رشتہ دار ہیں --- میری مخلصانہ درخواست ہے کہ ان تمام کتابوں (کے مجموعہ) سے جنہیں عوام الناس مقدس صحائف مانتے ہیں، ایک جدید مجموعہ تیار کیا جائے --- میں یہ بھی واضح کر دیتا چاہتا ہوں کہ اس "عالمگیر مذہب" کی

مشترکہ کتاب کی تجویز میں نے اس سے پیشتر کسی ایک پیش کی ہے" (۳۰۷)

کانگریس وزارت نے اس تجویز پر عمل کر کے بجائے ایک قدم مزید آگے بڑھایا، اس دور کا ایک تعلیمی سکیم کی شکل میں آیا، اس سکیم کا مقصد مسلمانوں، ہندو، "ثقافت"، معاشرت اور روایات کو ختم کر کے بچوں کے ذہنوں پر ہندو کلچر اور مذہب کی برتری ثابت کرنا، اس سکیم کے پیچھے گاندھی کا دماغ کام کر رہا تھا، ڈاکٹر حسین نے خواجہ غلام الہی دین کے ساتھ مل کر اس تیار کیا جس کے متعلق گاندھی نے کہا:

"ہم نے واردہا سکیم سے مذہبی تعلیم کو خارج کر دیا ہے، کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ مذہب اختلاف پیدا کرتے ہیں" واردہا سکیم کے دو بنیادی مقاصد تھے، ایک یہ کہ طلبہ میں ایسا (عدم تشدد) کی روح پیدا کی جائے دوسرے ان میں وطنی نیشنلزم کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ مولوی عبدالحق فرماتے ہیں: "میری انجمن کا ایک نماز گاہ قصبہ پانڈھرا (ضلع چندواڑہ) کے مدرسہ میں پہنچا تو اس حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب اس نے یہ دیکھا کہ مدرسہ کے شروع ہونے سے پیشتر ہندو اور مسلمان لڑکے سرسوتی مورت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پرارتھا کر رہے ہیں، مسلمان لڑکے ان مدرسوں میں پڑھ کر سلام تک بھول گئے ہیں السلام علیکم کی بجائے "نستے" اور رام جی کی جے کہتے" (۳۰۸)

جمعیت العلماء ہند کے مارچ ۱۹۳۹ء کے شمارے میں اشتیاق میں جناب شوکت اللہ انصاری نے ان لوگوں پر تنقید کی جو واردہا سکیم کو مسلمانوں کے لئے نقصان دہ سمجھتے اور تجویز پیش کی کہ مذہبی اداروں میں بھی ان اصولوں کا مشتمل نصاب پڑھانا چاہیے (۳۰۹)

بقول جناب عشرت رحمانی: "ابوالکلام آزاد اس سکیم اور "ہندے ماترم" جیسے اسلامی ترانہ کی ترمیمیں کرتے تھے" (۳۱۰)

جامعہ ملیہ اسلامیہ

کتابت ہوتی ہے اور اخبارات چھپتے ہیں، غرض جن اشخاص کو ہند کے لوگوں سے کام پڑتا ہے ان کے لئے اردو کا جاننا لازمی ہے (۳۱۵)۔

اردو زبان کی مقبولیت اور عمومیت کے باوجود ہندوؤں نے اسے ہندوستان بدر کرنے کی تحریک چلائی، اس لئے کہ اس کی ترقی کی بنیاد مسلمانوں کے عہد میں پڑی تھی، اس مقصد کے لئے انہوں نے ۱۸۶۷ء سے ہی کوششیں شروع کر دیں، 'باجا بنیاں' مجلس اور سبائیں مختلف ناموں سے قائم کی گئیں (۳۱۶)۔

پہلا کانگریس لیڈر تھا جس نے تجویز پیش کی کہ دیوناگری رسم الخط میں لکھی ہوئی ہندوستان کی قومی زبان ہونا چاہیے (۳۱۷)۔ مسٹر گاندھی کا نقطہ نظر بھی یہی تھا کہ:

"میں نے پہلے ہی اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے کہ صرف دیوناگری ہی ایسا رسم الخط ہے جو ہندوستان میں عالمگیر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے" (۳۱۸)۔

اس پر زور اس لئے دیا جاتا تھا کہ ہندوؤں کو فائدہ پہنچے کیونکہ رسم الخط کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، مسٹر نہرو رقمطراز ہیں:

"رسم الخط اور ادب کا بہت بڑا تعلق ہے اور رسم الخط کی تبدیلی اس زبان کے لئے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جس کا ماضی شاندار رہا ہو، رسم الخط بدلنے کے ساتھ الفاظ کی شکلیں بدل جاتی ہیں آوازیں بدل جاتی ہیں اور قدیم و جدید ادب کے درمیان ایک ناقابل عبور دیوار حائل ہو جاتی ہے اور قدیم خیالات بدل جاتے ہیں، ادب ایک ایسی اجنبی زبان کا ادب بن کر رہ جاتا ہے جو مردہ ہو چکی ہو" (۳۱۹)۔

ایک قومی نظریہ کا پرچار کرنے والے اردو زبان کو ختم کرنے کے لئے مصروف عمل ہو گئے پونا کے اخبار مرہٹہ نے لکھا "اردو زبان تو کبھی قومی زبان نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ ہندوؤں کے شاستر میں ان کو مسلمانوں کی زبان بولنے سے روکا گیا ہے" (۳۲۰)۔

نومبر ۱۹۳۶ میں لاہور میں آریہ سماج کانفرنس کے جلسہ میں اردو کو بدیشی اور غلامی کی یادگار زبان کہتے ہوئے اسے صفی ہستی

تجزیہ پاکستان نمبر ۸۲ ایک قومی نظریہ

تجزیہ پاکستان نمبر ۸۲ ایک قومی نظریہ

تجزیہ پاکستان نمبر ۸۲ ایک قومی نظریہ

اردو زبان

تجزیہ پاکستان نمبر ۸۲ ایک قومی نظریہ

تجزیہ پاکستان نمبر ۸۲ ایک قومی نظریہ

تجزیہ پاکستان نمبر ۸۲ ایک قومی نظریہ

گیا تھا کہ مسٹر گاندھی کے مخالفانہ رویہ کی وجہ سے ہماری کلچرل اردو زبان کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے، علامہ نے فرمایا کہ ڈرو مت تمہاری قوم اور زبان اس طرح مٹائے سے مٹے گی۔ (۳۲۵)

اگرچہ تقسیم کی وجہ سے مصوٰر پاکستان کی یہ پیسہ کوئی صحیح ثابت ہوئی لیکن بھارت میں اردو کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا، وہ بڑا ہی دلخراش واقعہ ہے (۳۲۶)

دوقومی نظریہ اور انگریز

ہندو لیڈر اور قوم پرست مولوی (انگریز) کو دو قومی نظریہ خالق بتایا کرتے تھے حالانکہ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق ایک گو چاہے دنیا کے کسی بھی کونہ میں رہتا ہو، وہ اسلامی برادری معزز رکن ہوتا ہے، اس کے برعکس تمام کفار اسلام کے متحارب ہیں ایک قوم ہیں، یہ ایک اتنی واضح بات ہے کہ محتاج تشویش نہیں، یہی وجہ ہے کہ جب مولوی حسین احمد دہلوی نے اس تقریر میں کہا کہ ”موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں“ (۳۲۷)

تو علامہ محمد اقبال نے بڑے مرگ پر تھے، نے درج ذیل اشعار کہہ کر اس کی تردید فرمائی۔

عجم ہنوز نداندر موزدیں

ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجمی
سرود بر سر ممبر کہ ملت از وطن
چہ ہے خبر ز مقام محمد عربی
یہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ او
اگر بہ اونہ رسیدی تمام بولہبی است (۳۲۸)

”جن خوش نصیب حضرات کو حضرت علامہ اقبال نے قرب کی سعادت نصیب تھی، ان کا بیان ہے کہ انہوں نے (اقبال) نے جب اس بیان کو پڑھا تو وہ بچوں کی طرح ہلکے ہلکے روتے تھے اور کہتے تھے یا اللہ العالمین اس ہندوستان میں جو اس پیغام ازلی کا کیا انجام ہونے والا ہے، جہاں کے مفت

سے مٹا دینے کی تلقین کی گئی اور اسے میٹھوں کی زبان کہہ کر قومی مفاد کو نقصان پہنچانے والی قرار دیا گیا“ (۳۲۹)

----- جبکہ متحدہ قومیت

کے چیمپین مسٹر گاندھی کا کہنا تھا کہ:

”اردو مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے، قرآنی حروف میں لکھی جاتی ہے، مسلمان بادشاہوں نے اسے اپنے زمانہ حکومت میں بنایا اور پتیلایا تھا، وہ چاہیں تو اسے رکھیں“ (۳۳۰)

جس شخص نے بھی اس ناپسندیدہ رویہ کے خلاف احتجاج کیا، اسے فرقہ پرست اور رجعت پسند قرار دیکر راستے سے ہٹا دیا۔ پنڈت جواہر لال نہرو فرماتے ہیں:

”پیدہ قسمی سے ابھی تک ہندوستان میں فرقہ پرستی طاقتور ہے اور اس بناء پر زبان میں علیحدگی پسندی کا رنجان بھی وحدت کے رنجان کے ساتھ ساتھ اپنا اثر برابر دکھائے جا رہا ہے، قوم پرستی کے پورے نشوونما کے ساتھ یہ علیحدگی پسندی جو زبان کے معاملہ میں پائی جاتی ہے، یقیناً فنا ہو جائے گی، ایک علیحدگی پسند حامی زبان کو اوپر کھینچو تو دیکھو گے کہ وہ اندر سے فرقہ پرست ہے بلکہ زیادہ تر تم اسے ایک سیاسی رجعت پسند پاؤ گے“ (۳۳۱)

اسلامی کلچر کی حفاظت کرنے کے دعویدار جمعیت العلماء ہند کے لیڈر وں نے جون ۱۹۳۰ء میں اپنا بارہواں سالانہ جلسہ بمقام جوئیور منعقد کیا، اس جلسہ کا اشتہار حسب ذیل ہے:

”آپ کو جان کر بڑی خوشی ہوگی کہ ہمارے شہر میں جمعیت العلماء ہند کا بارہواں سالانہ جلسہ اوپر لکھت تاریخوں میں مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ترقی صدارت میں ہوگا، جس میں دیش کے سب سے بڑے بڑے مسلم نیا آویں گے، یہ آپ کی بھلی بھائی گیمات ہے کہ جمعیت العلماء ہند ایک ایسی سنسٹھا ہے جس نے سرود (؟) کانگریس کا آزادی کی لڑائی میں ساتھ دیا ہے اور اب بھی دیش کی آزادی کے لئے مسلم جاتی کو نیترہ تو کر رہی ہے نہ ات آپ سے سن رودہ برتنا ہے کہ اس سیمیلن کو سچل بنانے کے لئے اس میں بڑی سے بڑی تعداد میں اک ترت ہو کر سیمیلن کو سچل کیجئے“ (۳۳۲)

علامہ اقبال مرحوم کی محفل میں اس بات کا خدشہ ظاہر کیا

دو قومی نظریہ نقصان دہ ہے

مخالفین کے نزدیک دو قومی نظریہ کا تخیل خطرناک اور نقصان دہ تھا، مولوی حفظ الرحمن صاحب نے پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کئے اور دکھایا کہ مسلمانوں کے لئے نظریہ پاکستان سراسر مضرب ہے (۳۳۰)

مسٹر گاندھی کا کہنا تھا کہ:

”دو قومی نظریے پر میں جتنا سوچتا ہوں، یہ مجھے اتنا ہی زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے، میں اس بیان کو بھی تسلیم کرنے سے قاصر ہوں کہ ہندوستانی مسلمان ہند کے دیگر باشندوں سے الگ اور منفرد ایک قوم ہیں، محض دعویٰ کرنا کوئی جواز نہیں رکھتا بلکہ اس طرح کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کے نتائج تو اور بھی خطرناک ہیں، اگر ایک بار اس اصول کو تسلیم کر لیا گیا تو پھر ہندوستان کو بیشمار ٹکڑوں میں تقسیم کرنے، دعوت ملے جائیں گے جس سے ہندوستان کی تباہی ناگزیر ہوگی“ (۳۳۱)

دو قومی نظریہ اور اسلام

مسٹر گاندھی ہر مسئلہ کے متعلق اسلامی نقطہ نظر پر ہی انداز سے بیان کرتے تھے جیسا کہ وہ مجتہد مطلق کے منصب پر فائز، ہجرت ہے کہ نیشنلسٹ مولویوں نے نہ کبھی اسے ٹوکا نہ اس کی تصحیح کی بلکہ ہر مسئلہ میں اس کی موافقت کرتے رہے، ”مقامی“ دو قومی نظریہ کو اسلام کی روح کے خلاف سمجھتے تھے، فرماتے ہیں:

”میں پوری جرأت و جسارت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ مسٹر جناح اور ان کے ہم خیال حضرات اپنی اس روش سے اسلام کی کوئی خدمت سرانجام نہیں دے رہے بلکہ وہ اس پیغام کی غلط ترجمانی کر رہے ہیں جو لفظ اسلام کے اندر پوشیدہ

ہے، مجھے یہ کچھ کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آنے والے مسلمان نیک کی طرف سے جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے میرے دل سخت نہیں لگ رہی ہے، میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کروں گا، اگر میں ہندوستان کے مسلمانوں کو اس دروغ بانی سے متنبہ نہ کروں، جس کا اس ”ک وقت میں ان میں پروپیگنڈا جاری ہے“ (۳۳۲)

اسلام کے اس ”غیر“ کا دو سرا بیان اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، کہتے ہیں:

”دو قومیں کا نظریہ نقل باطل ہے، ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت یا تو خود دوسرے مذاہب چھوڑ کر مسلمان ہوئے یا ان کے آباء و اجداد مسلمان ہوئے تھے، اس لئے محض مسلمان ہو جانے سے وہ ایک جداگانہ قوم نہیں بن سکتے“ (۳۳۳)

مسٹر گاندھی کے ان ”اجتنادات“ کی تصدیق کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے فرمایا ”نظریہ پاکستان اسلام کے خلاف ہے“ (۳۳۴)

تقسیم ہند کے بعد بھی قوم پرست مولویوں کے پسماندگان اپنے ائمہ دین کی اس غیر شرعی سوچ کو برحق سمجھتے ہیں، مولوی سران احمد دین پوری جو سوشلزم کو عین اسلام سمجھتے ہیں (۳۳۵) نے فتویٰ دیا ہے کہ:

”پاکستان بننے وقت لا الہ الا اللہ کا نعرہ ڈھونگ تھا“ (۳۳۶)

اس طرح مفتی محمود صاحب کے فرزند ارجمند مولوی فضل الرحمن صاحب بھی دین پوری صاحب کے ہم خیال نظر آتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر یہاں ان کے دو ارشادات نقل کیے جاتے ہیں:

☆ ”اسلام کے نام پر ہمارے ساتھ دو بار مذاق ہوا ہے، ایک بار تقسیم ہند کے وقت اور دوسری بار آٹھ برسوں سے نظام اسلام کا ورد سننے میں آرہا ہے لیکن اس کا مکمل اطلاق نہیں ہوا“ (۳۳۷)

☆ ”جہاں تک پاکستان کی اساسیت کا سوال ہے تو یہ فراڈ اعظم تھا جو اسلام کے نام پر کھیلایا گیا، پاکستان کا وجود اسلام کے لئے قطعاً نہ تھا بلکہ مغربی سیاسی سسٹم کو بچانے کے لئے اس کو غلط باتوں کے ذریعے وجود میں لایا گیا، یہ سب فراڈ تھا جو اسلام کے نام سے کیا گیا، تمام لوگ غیر اسلامی“ (۳۳۸)

۱۹۴۷ء میں جب بھارت پاکستان کو دولت کرنے میں مصروف جمعیت العلماء ہند نے دو قومی نظریہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے قرار داد منظور کی تھی:

✓ جمعیت العلماء ہند نے اپنے ایک ہنگامی اجلاس میں قیام کے خلاف ایک قرار داد پاس کی ہے جس میں نظریہ کی شدید مذمت کی گئی ہے، اس طویل قرار داد کو عربی میں منتقل کر کے عرب ممالک میں پھیلا دیا جا رہا ہے، اس غرض کے لئے جمعیت العلماء ہند کی طرف سے مولانا حبیب الرحمن کی جوت بیج چکے ہیں (۳۲۹)

قرار داد پاکستان

جب مارچ ۱۹۴۰ء میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو ہندوؤں نے غریبی مولویوں کے حلقوں میں کھلبلی مچ گئی، مسٹر گاندھی نے حقیقت تسلیم کر لی کہ ”اگر ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمان فی الواقعہ اس اسکیم کو نافذ کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس خطہ پر کوئی ایسی قوت نہیں جو انہیں اس سے باز رکھ سکے، خواہ اس کی کتنی ہی تشدد آمیز یا عدم تشدد کے انداز کی مخالفت کیوں نہ ہو“ (۳۳۰)

لیکن ”مہاتما جی“ نے ”اسلام کی حفاظت کی خاطر“ اس تشدد کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:

”میرا خیال ہے کہ مسلمان تقسیم کو قبول نہیں کریں گے، یہاں تک کہ ان کو تقسیم سے روکے گا ان کا مذہب ان کو اس قسم کا مسخ خود کشی کی اجازت نہیں دے گا، دو قومی نظریہ ایک نکتہ ہے، چونکہ میں انہما میں یقین رکھتا ہوں، اس لئے میں اس کے بل پر مجوزہ تقسیم کو روک نہیں سکتا، لیکن میں اس چیرے میں فریق نہیں بنوں گا کیونکہ تقسیم کا مطلب ان بے شمار مسلمانوں کے کام کو تباہ و برباد کرنا ہے جنہوں نے اس قوم کی حیثیت میں رہنے کی کوشش کی“ (۳۳۱)

آگے بڑھنے سے قبل اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہے کہ مسٹر گاندھی اگرچہ عدم تشدد کا پرچار کرتے تھے لیکن

عمل اس کے برعکس تھا مہاتما شر کے سابق ایڈوکیٹ جنرل ایچ ایم سیروانی رقمطراز ہیں:

”ہندوستان اور بین الاقوامی سیاست میں عدم تشدد پر گاندھی کے نظریات کو اس کے بنیادی مسلک کے ساتھ ہم آہنگ کرنا آسان نہیں، ایسے لگتا ہے کہ گاندھی نے عدم تشدد کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا حالانکہ وہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے تشدد کی حمایت کرنے پر آمادہ نظر آتا تھا اور تشدد سے چشم پوشی کرتا تھا“ (۳۳۲)

آگے چل کر لکھتے ہیں

”عبدالغفار خان صاحب نے پیارے لال کو اتر ویوے دوران بتایا ”گاندھی نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر پاکستان نے پنجوٹوں کو دیا تو ہندوستان ضرور ان کی مدد کے لئے آئے گا“ گاندھی نے یہ یقین دہانی عبدالغفار خان کے ایک رشتہ دار کو آزادی کے بعد دہلی میں بھی کرائی، جب پوچھا گیا کہ اس صورت میں ان کی عدم تشدد کی پالیسی کا کیا بنے گا تو گاندھی نے قہقہہ لگایا اور جواب دیا ”آپ میری عدم تشدد کی پالیسی کے بارے میں پریشان نہ ہوں میں اس کا علاج کروں گا“ (۳۳۳)

واٹسوائے ہند لارڈ ویول نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ گاندھی ہندوؤں کے مفادات کے تحفظ کی خاطر ”مسلمانوں کے خلاف قوت استعمال کرنے پر آمادہ نظر آتا تھا“ (۳۳۴)

بلکہ خود

انگریزوں کے ساتھ بھی اسی قسم کے رویہ کی ایک بھٹک اس واقعہ میں دیکھی جاسکتی ہے جب ”مہاتما جی“ نے لارڈ لنسٹھنگو سے کہا کہ برطانوی حکومت کو ہتھیار ڈال کر ہٹلر کا مقابلہ روحانی طاقت سے کرنا چاہیے (۳۳۵)

لیکن اسی دوران ہندو راج حاصل کرنے کی شرط پر وہ جنگ میں اتحادیوں کی حمایت کرنے پر آمادہ ہو گئے (۳۳۶)

ایک جانب تو وہ سرحد کے غیور پٹھانوں کو

اجنا (عدم تشدد) کا درس دیتے تھے تو (۳۳۷)

دوسری جانب خود

فرماتے ہیں کہ

”اگرچہ میں پیش جنگوں کا مخالف رہا ہوں تاہم اگر پاکستان سے حصول انصاف کا ہر طریق بے سود ثابت ہوا تو پھر ہندوستان کے پاس پاکستان کے خلاف جنگ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں“ (۲۶، ستمبر ۱۹۴۷ء) (۳۵۸)

اس میں شک نہیں کہ مسٹر گاندھی کو مسلمانوں سے کوئی بددلی نہیں تھی وہ ہندو مفادات کا حامی تھے (۳۵۹)

اس نے -----
چند کم فہم قوم پرستوں کے ’سب مسلمان سنی علماء و مشائخ‘ کے اس موقف کو صحیح سمجھتے تھے کہ اسلام کے اس کٹر دشمن کو مسلمانوں کا نمائندہ سمجھنا اسلام کو کتہ چھری سے ذبح کرنے کے مترادف ہے، خود مشہور احراری رہنما جناب شورش کاشمیری اس حقیقت کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”ماتما گاندھی جب اچھوتوں کو ہندو قوم کا جزو قرار دینے سے بے برت رکھتے ہیں تو کیا وہ فرقہ وارانہ نہیں ہوتا؟ ۱۹۳۱ء میں ہندو مہا سبھا نے بھگل پور میں اپنا سالانہ اجلاس کرنا چاہا، اسی دن بقرعید تھی، حکومت نے فساد کے خدشہ کو محسوس کرتے ہوئے اجلاس بند کر دیا، مہا سبھا کے صدر ساور کر دھ ۱۳۴ توڑ کر گرفتار ہو گئے اور صرف ایک دن جیل میں رہے لیکن مہاتما جی نے احتجاجی بیان دیتے ہوئے کہا کہ حکومت نے بھارت بھوش ساور کر کو گرفتار کر کے شہری آزادی پر چوٹ لگائی ہے، کیا یہ ایک فرقہ وارانہ جماعت کی اعانت نہ تھی؟“ (۲۶۰)

مسٹر گاندھی کی اس دوغلی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی علیہ رحمۃ اللہ نے بالکل سچ کہا تھا ”گاندھی جی“ یعنی فلسفی کی طرح ہر کلام میں دو متضاد پہلو رکھتے ہیں اور بیک وقت دونوں کو حق سمجھتے ہیں“ (۳۶۱)

بات ہو رہی تھی مسٹر گاندھی کی مخالفت قرارداد پاکستان کی، اب ملاحظہ فرمائیں قوم پرست مولویوں کے بیانات، ان حضرات نے قرارداد پاکستان میں ایسے ایسے نقائص کی نشاندہی فرمائی، جنہیں پڑھ کر ہندو لیڈر بھی ان کی ”دائمی اور عظمیٰ“ پر رشک کرنے لگے

☆ یہ اسکیم برطانوی حکومت کو قائم رکھے گی اور برطانیہ عظمیٰ کے مفاد کے لئے ہندوستان اور بیرونی ممالک کے درمیان ایک بڑی

نیت کا کام دے گی (مولوی حفص الرحمن) (۳۶۲)

☆ ملک کے مفاد کے لئے بالعموم ’مسلمانوں کے مفاد کے

بالخصوص نقصان رساں ہے (مولوی حبیب الرحمن)

☆ اس اسکیم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مسلم لیگ کے

مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتے (حافظ محمد ابراہیم)

☆ کہا یہ جاتا ہے کہ کانگریس صوبوں میں مسلمانوں پر جو

مظالم ہوئے ہیں، پاکستان اسکیم ان کا نتیجہ ہے لیکن یہ

پاکستان کے بعد بھی ویسے ہی ہوتے رہیں گے یہ جو کہا جاتا ہے

کانگریس صوبوں میں مسلمانوں پر مظالم ہوئے ہیں تو اس اثر

کوئی بنیاد نہیں، اگر ان صوبوں میں لیگ والے بھی صاحب

ہوتے تو وہ مسلمانوں کے مفاد کے لئے اس سے زیادہ کچھ نہ

جو کانگریس نے کیا ہے (حافظ محمد ابراہیم)

☆ اس اسکیم میں اقلیتوں کے صوبوں کے مسلمانوں کو نظر

کر دیا گیا ہے (مولوی حبیب الرحمن)

☆ یہ بااختیار صوبوں کو دیسی ریاستوں کے درجہ تک پہنچا

گی (مولوی حبیب الرحمن)

☆ مسلمانوں پر یہ مذہبی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلام

پیغام دنیا کے دور دراز گوشوں تک پہنچا دیں لہذا وہ اپنے

منطقوں کے اندر متعبد نہیں کر سکتے (مفتی کفایت اللہ) (۳۶۳)

☆ ہم اسلام کی حفاظت اپنی قوت اور قربانی سے کریں

اسلام کی حفاظت پاکستان سے نہیں ہو سکتی، مجلس احرار

کے حقوق کے تحفظ کے لئے پہلے ہی جدوجہد کر رہی ہے، اگر

”اسلامستان“ کا الگ وجود عمل میں آیا تو وہ مجلس احرار

ہاتھوں عمل میں آئے گا (مولوی حبیب الرحمن)

☆ اگر ہندوستان کی تقسیم مذاہب کی بنیاد پر کی جاتی ہے تو

لوگوں کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ سکھوں کو ایک ”سکھ

بنانے سے روک دیں (مفتی محمد نعیم) (۳۶۴)

☆ اقتدار کے بھوکے چونکہ مسلم اقلیتوں کے صوبوں سے

ہو گئے ہیں اس لئے یہ قوت و اقتدار کے متلاشی مسلم

کے صوبوں کو اکھاڑہ بنانا چاہتے ہیں (مولوی سجاد ہماری) (۳۶۵)

☆ ہر ممکن نقطہ نظر سے میں نے مسلم لیگ کی تجویز

غور کیا، اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں

شرعی اور ناقابل عمل تھا جب تک کہ مسلمان حکمران رہے۔ اگرچہ ان میں سے اکثر سچے غنڈہاڑے ہی تھے ان دو قوموں کو ایک قوم بنانے میں ناکام رہے لیکن ان کی رواداری اور انصاف پسندی کی وجہ سے حالات پر امن رہے۔ انگریز برسرِ اقتدار آئے تو مسلمانوں کے ذہنوں کے اندر نفرت کی خاطر مسلمانوں کے ساتھ براہِ کرم اور مسلمانوں کو بدنامی، معاشی اور سیاسی میدان میں لنگھنے کے رکھ دیا۔ ان حالات سے فائدہ اٹھا کر ہندوؤں نے اپنا اصلی رنگ دکھانا شروع کر دیا اور دونوں قوموں کے درمیان جو مذہبی اختلافات کی سطح پر تھے وہ وسیع ہوتی چلی گئی جو حضرات سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے انہوں نے ہندوؤں کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر اپنی قوم پرستی کو کہ ہندو اور مسلمانوں کا اتحاد کسی صورت میں بھی قائم نہیں رہ سکتا، ذیل میں ہم چند ایسے ہی مشاہدات و واقعات درج کر رہے ہیں جن سے یہ بات اظہارِ حقیقت کی بجائے ایک افسانہ بن کر رہ جاتی ہے۔ یہ باتیں اور اسے پروان چڑھانے کی خاطر تجدید کرنے والے حضرات نے ٹھیک کہا ہے اور اپنی کم مائیگی کی وجہ سے ہندوؤں کے

یہ نہ صرف مجموعی حیثیت سے ہندوستان کے لئے بلکہ مسلمانوں کے لئے بھی مضر ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ بہت سے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں (ابوالکلام آزاد ۳۶۶)

سر جناح نے ایک بیدرد دہشت پسند کی طرح ہمارے ایک ہم پیکار ہے جس سے انتشار اور مارتی پیدا ہو گئی ہے۔ آج متحدہ عمل وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی۔ ست جناح اول درجہ کا فرقہ پسند بن چکا ہے۔ ہمیں یہ اچھی طرح سوجھ چار کرنی چاہیے۔ سر جناح کی سیاست مسلم لیگ نے تقسیم ہند کی جو قرارداد منظور کی ہے۔ کلیسیا، شرانگیز نہیں کرنا چاہئے۔ تو کم از کم اسے وقت کے خلاف ضرور کرنا چاہئے۔ یہ اس امر کا بدیہ ہے کہ ہندوستانی سیاست ایک سخت مرض میں مبتلا ہے۔ یہ ہوشیار سیاست دان ہے اور اس نے ہندوستان کی دو قوموں کی چپقلش سے پورا فائدہ اٹھایا ہے اور رستم پر چھاپا کے بجائے مخمر سے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا شروع کر دیے۔ مسلمان سرمایہ داروں کے تقسیمی رجحانات سے روکا نہیں جاسکتا، مسلمان جتنا سرمایہ داروں کے لئے ہے، اونچے طبقوں کے خیالات کا تمام مسلم قوم کے چمکانا ایک جتنی بات ہے۔ موجودہ حالات کو دیکھ کر یہ کہانی نکالا جاسکتا ہے کہ آئندہ اختلافات اتنے بڑھ جائیں گے کہ گزشتہ فرقہ وارانہ فسادات مستقبل کے فسادات کے سامنے پامال ہو جائیں گے۔ سر جناح کی تجویز ایک مرہ پچہ کا انجم نہیں ہو سکتی تھی۔ سروں والا دیو جتا ہے اور اگر اس پر پوری قابو نہ پایا گیا تو یہ بہت زیادہ ضرر کا باعث ہو گا۔ حل طلب یہ ہے کہ ایسی قراردادوں کو جو پریشان کن صورت پیدا کر دیں اس پر کس طرح قابو پایا جائے۔ (افضل حق پوہڑی)

آپ کے مہموں کے محافظ

ماؤنٹ ایلبرسٹ
ڈرامائی فلمیں

دھوکا انتظام بھی ہے 338- مسرور روڈ صدر بازار لاہور فکینٹ 6660691

ناقابل عمل نظریہ

بات بلا شک و شبہ کی جاسکتی ہے کہ ایک قوی نظریہ غیر

مذہب مقاصد کے سمجھنے سے قاصر رہے۔

مسٹر ولیم ایل شرر لکھتے ہیں کہ ایک راجا عقیدہ ہندو کسی مسلمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتا، یہاں تک کہ ایک ہی کنویں سے پانی پینے کا روادار بھی نہیں، گاؤں میں جہاں دونوں قومیں مملوک الحال ہیں اور پرامن رہتے ہیں، ایک کتواں ہندوؤں اور ایک مسلمانوں کے لئے ہوتا ہے، خوراک میں اختلاف بھی دونوں فریقوں کے درمیان اشتعال انگیزی کی ایک وجہ ہے ہندو سبزی خور ہیں، موٹا گوشت نہیں کھاتے، ان کے نزدیک گائے ایک حبرک جانور ہے اور وہ اسے ذبح کرنا کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں، انگریز اور مسلمانوں جیسے گائے کا گوشت کھانے والے لوگوں سے انہیں نفرت ہے (۳۷۸)

ایک اور انگریز اپنے سفر ہند کے تاثرات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ریل گاڑی چلتی رہی، جو نبی ہم روشنی والے اسٹیشنوں سے گزرنے لگے، سرخ پکڑیوں والے قلی اور ادھر ادھر گھومتے نظر آئے نرے لگائے والوں کا شور مچا تھا، مصرعہ تھا، ہندو چائے مسلمان چائے، ہندو پانی مسلمان پانی، حیرت ہے کہ ان دو قوموں کے لئے تو علیحدہ علیحدہ بندوبست تھا، پارچہ یا دوسرے فرقے اس سے مستثنیٰ کیوں تھے، اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ اصل جھگڑا ان دونوں میں ہی ہے (۳۷۹)

اصل بات یہ ہے کہ ہندو صرف اپنے آپ کو پاک و صاف مخلوق سمجھتا ہے، اس پر اگر کسی دوسرے مذہب کے فرد خاص کر مسلمان کا سایہ بھی پڑ جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے، مذہب کی رو سے ایک ہندو کے لئے کسی بھی غیر مذہب سے وابستہ شخص کے ساتھ اکٹھے کھانا کھانے کی اجازت نہیں، اگر بغرض محال مخصوص حالات میں وہ ایسی جسارت کر بھی لے تو وہ ہندو مت سے خارج ہو جاتا ہے اور دوبارہ شمولیت کے لئے اسے ایک تکلیف دہ رسم کا سامنا کرنا پڑتا ہے (۳۸۰)

خواجہ افتخار صاحب کی روایت ہے کہ امرتسر کے کپتانی باغ کے قریب واقع ٹھنڈی کھوئی کی سبیل پر (جہاں ہندوؤں کا قبضہ تھا) ۱۹۳۷ء تک غیر مسلموں کو شیشے کے گلاسوں میں پانی پلایا جاتا تھا لیکن جب کوئی پیاسا مسلمان ٹھنڈی کھوئی کے شیشے اور ٹھنڈے پانی

سے اپنی پیاس بجھانی چاہتا تھا تو اس سبیل پر پانی پلانے والے اس مسلمان کی اوک میں پانی ڈالتے وقت کم از کم دو گالے اونچائی سے پانی انڈیلتا تھا کہ کہیں پانی پلاتے وقت اس کے اس ہندو کے بدن یا قریب پڑے ہوئے شیشے کے گلاسوں پر جائیں (۳۸۱)

جناب منظور الہی اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”گریموں کی دوپہر تھی، میں گپتا ہائی سکول کے سامنے گزر رہا تھا، پیاس محسوس ہوئی تو میں نے سکول کی ٹنک شاپ پانی مانگا، بھلا، اس طوائی کا جس نے ترکی ٹوپی دیکھ کر دیتے ہوئے کہا بیابا جی کل سے آپ کا یہ گلاس ہوگا، اس احساس کے نازک آئینے نوٹ گئے، برسوں بعد ایک دوست نے بات سن کر کہا، طوائی کی ایک حرکت نے تمہارے دل میں کا بیج بو دیا“ (۳۸۲)

اس سے بڑی ستم ظریفی کیا ہوگی کہ ۱۹۲۹ء میں پنڈت لال نہرو نے راوی کے کنارے آزادی کا جھنڈا لہرایا اور مسلمان بھائی بھائی کا نعرہ بلند کیا، مگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے پانی پینے کا علیحدہ علیحدہ انتظام تھا، اس موقع پر لائلپور اب فیصل آباد) کانگریس کمیٹی کے صدر حکیم نور دین پنڈت کے ہمراہ تھے، انہوں نے اعتراض کیا کہ ہندو مسلم بھائی بھائی تو پانی پینے کا انتظام جدا جدا کیوں ہے اور احتجاجاً ہندو سبیل پانی پی لیا، ان کے رخصت ہوتے ہی وہ گلاس توڑ دیا (۳۸۳)

ہندو اور سکھ اس خیال سے کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگنے سے وہ پلید نہ ہو جائیں، مسلمان خریداروں سے اپنے ہاتھ پیسے بھی نہ لیتے تھے، اس غرض کے لئے وہ ایک ٹکڑی کی استعمال کرتے تھے، اس کا دستہ خود طوائی تھا م لیتا اور مسلمان سے کتا کہ وہ اس کے پیالے میں پیسے ڈال دے، یہ ٹکڑی ڈوٹی اس واسطے استعمال کرتا تھا کہ ہندوؤں کا خیال تھا کہ مسلمان کی چھوٹی ہوئی ٹکڑی کو ہاتھ لگانے سے وہ بھڑشت نہیں ہوتا، اس طرح ہندو دکاندار پلید ہونے سے بچ جاتا تھا، جب میں چوہدری افضل حق رئیس الاحرار) اس ڈوٹی کے پیالے میں ڈال رہا تھا تو بد قسمتی سے دکاندار کو میرا ہاتھ لگ گیا، اس

میں بھجوا دیا گیا اور اس نے مجھے ایک ہی سانس میں گایاں سنا ڈالیں، ایک ساعت کے لئے میں بالکل بھونچکا رہ گیا اور بے حس و حرکت کھڑا رہا۔۔۔ ازاں بعد وہاں آ گیا اور زندگی کے کئی سالوں تک بعد میں کسی ہندو یا سکھ نے نہ کیا، میری زندگی کا یہ واقعہ جس نے میری زندگی کو شقی پہلو کو بالکل بدل کر رکھ دیا، اس وقت رونما ہوا کہ میں کوئی بھی سیاسی یا سماجی تحریک نہیں تھی اور مسلمان ایک ذلتیں برداشت کرتے رہتے تھے (۳۷۴)

ایک دفعہ مولانا حکیم سلطان محمد صاحب (پیدائش ۱۸۷۷ء) اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت سلطان العارفین (پیدائش ۱۸۷۷ء) پر انوار پر حاضری دینے کی غرض سے گئے، درگاہ شریف کے لئے "شورش" سے دربار حضرت سلطان باہو قدس کے ٹانگے پر سفر کرنا پڑا تھا، ہندو بنے مسلمانوں کو شور سے روک رہے تھے، اتفاق ایسا ہوا کہ جس ٹانگے پر مولانا سلطان محمد صاحب کے ساتھی سفر کر رہے تھے، اس میں ایک ہندو بیٹھ گیا تھا، راستہ خراب تھا، ٹانگے کو جھٹکے لگ رہے تھے جن سے مولانا صاحب کے ایک ساتھی کا جسم اس ہندو بیٹھ کے ساتھ چبھ گیا، ہندو بیٹھ نے نفرت بھرے انداز میں کہا: "میرے آنا، میرے کپڑے پلید کر رہے ہو" مولانا سلطان محمد صاحب کی غیرت ملی سے یہ ضبط نہ ہو سکا، انہوں نے فوراً اپنی ٹانگی اور اس ہندو بیٹھ کو واصل جہنم کر دیا (۳۷۵)

جناب ممتاز حسین بک، علامہ اقبال سے اپنی ایک ملاقات کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"پنڈت سدرشن کے عزیز نے ایک سرد آہ بھری اور کہنے لگا: "جان ہندو اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور قوم ہیں، ان کا مفاد ایک ہے اور نقصان بھی ایک، مگر یہ قدر اندوہناک ہے کہ وہ اغیار کے اشارے پر آپس میں دکر بیان ہیں"

حضرت علامہ (اقبال) کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے "یہ ضرور افسوسناک ہیں مگر یہ سب ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت وقوع پذیر ہو رہے ہیں" "یہ منصوبہ انگریز کا بنایا ہوا پنڈت جی۔ بی۔ وٹوک سے کہا، "عزیز من یہ منصوبہ ہندو کا

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" پنڈت جی نے دریافت کیا۔

"حالات کا تقاضا ہے کہ انگریز جلد یا بدیر ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا، ہندوؤں کو یقین ہے کہ اس وقت یہاں مغربی جمہوریت رائج ہوگی، ممکن ہے مغربی جمہوریت انگلستان میں کامیاب ہو مگر یہاں اکثریت سے مراد ہندو اور اقلیت سے مراد مسلمان ہیں، ہندوؤں کا خیال ہے کہ مغربی جمہوریت کے پردے میں ملک میں خالص ہندو حکومت قائم ہو سکتی ہے اور مسلمان اس کی مزاحمت کریں گے، ہندو فسادات کے پردے میں ابھی سے مسلمان کو مرعوب کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ بے چون و چرا ہندو کی غلامی کا طوق گردن میں ڈال لے" (۳۷۶)

۱۹۲۵ء میں سوای سستیہ دیو پری پرائیج نے ساگر (متوسط ہند) میں تقریر کرتے ہوئے ہندوؤں کے عزائم کا اعلان کر دیا اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے مندرجہ ذیل شرائط پیش کیں تاکہ مسلمانوں کی انفرادیت ختم ہو جائے اور سب ہندو بن جائیں، سوای جی نے اپنا منصوبہ پیش کرتے ہوئے ہندوؤں سے کہا "ہندوؤں شگفتہ (اتحاد) کرو، مضبوط بنو، اس دنیا میں طاقت ہی کی پوجا ہوتی ہے اور جب تم مضبوط ہو جاؤ گے تو یہی مسلمان تمہارے قدموں پر سر جھکائیں گے اور ہم ان سے یہ شرطیں منوائیں گے

۱۔ قرآن کو الہامی کتاب نہ سمجھا جائے

۲۔ محمد (ﷺ) کو خدا کا رسول نہ مانا جائے

۳۔ عرب وغیرہ کا دل سے خیال نکال دیا جائے

۴۔ سعدی و رومی کی بجائے کبیر ہنسی داس کی تصانیف زیر مطالعہ رکھی جائیں۔

۵۔ اسلامی تنواروں اور تعطیلوں کی بجائے ہندو تنوار اور تعطیلات منائی جائیں۔

۶۔ مسلمانوں کو رام اور کرشن وغیرہ دیوتاؤں کے تنوار منانے چاہئیں، قرآن کو ہندو مت کے مساوی سمجھا جائے

۷۔ اسلامی نام رکھنے ترک کر دیئے جائیں، گھڑی، تنوار، لکڑی، مٹی، پتھر، مسلمانوں کے لئے

۸۔ تمام عبادتیں عربی کی بجائے ہندی میں کی جائیں (۳۷۷)

ایک کانگریسی ہندو لیڈر تحریر فرماتے ہیں: "یہ ہے کہ پھر ہندو مسلم اتحاد کیسے ہو، تو سنے جناب ہندو مسلم اتحاد ایسے ہو جسے

چاہئیں، قرآن کو ہندو مت کے مساوی سمجھا جائے، گھڑی، تنوار، لکڑی، مٹی، پتھر، مسلمانوں کے لئے، تمام عبادتیں عربی کی بجائے ہندی میں کی جائیں (۳۷۷) ایک کانگریسی ہندو لیڈر تحریر فرماتے ہیں: "یہ ہے کہ پھر ہندو مسلم اتحاد کیسے ہو، تو سنے جناب ہندو مسلم اتحاد ایسے ہو جسے

--- اس سلسلے کی سب سے بڑی ٹرینڈی یہ ہے کہ عالمان دین نمائندہ "جمعیت" نیشنل کانگریس اور اس کی پالیسی کے پرچوش ہمنواؤں میں شامل ہو گئی اور شدت کے ساتھ اپنے مسلک پر قائم رہی" (۲۸۳)

مولوی حسین احمد دہلوی کے افکار و نظریات کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب حکیم محمود احمد برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا حسین احمد مدنی کی قوت فیصلہ کے متعلق ہم ابھی رائے نہیں رکھتے، انہوں نے مدت العمر کسی بھی سیاسی مسئلے میں اصابت رائے کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا، ان کا انداز فکر منطقی نہیں جذباتی تھا، انگریز دشمنی میں وہ حدود اعتدال سے تجاوز کر گئے تھے اور استخفاف وطن کے لئے وہ ہندو قوم سے غیر مشروط طور سے قائل تھے اور اس سلسلے میں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ اشتراک وطن کی بنیاد پر مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک قوم فرمانے لگے تھے، وطنی قومیت متحدہ کی تبلیغ کو انہوں نے اپنے مشن کا ایک جز بنایا تھا اور شہر شہر اس کی تبلیغ کرتے پھرتے تھے، زبان و قلم پر زور اور اس متحدہ قومیت کی حمایت میں صرف زور

سیف الدین کچلو وغیرہ اور اس قماش کے دوسرے گاندھی جی کرنے والوں نے اس کا بڑا برا بنایا، ان حضرات کا کہنا تھا کہ پہلے ہندوستانی اور بعد میں مسلمان ہیں:

یہ کانگریسی ملائیں تم کو بتاؤں کیا ہیں

گاندھی کی پالیسی کا عربی ترجمہ ہیں (اکبر الہ آبادی)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کانگریسی علماء کے راہبر گاندھی جی نے اپنے مسلک کے --- خیرنامہ --- میں "قوی یک جہتی" گاندھی پیدائش صدی میں --- مذہبوں کی ہم آہنگی کے عنوان کے تحت لکھا کہ اس میں شک نہیں کہ ایک معنی میں یہ بات جو میرے لئے کہی جاتی ہے، صحیح ہے کہ میں مذہب کو اپنے ملک سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں یعنی میں --- ہندو پہلے ہوں اور حب وطن بعد میں --- مگر اس جی وجہ سے میرا کسی بڑے سے بڑے قوم پرور سے کم حب وطن نہیں ہوں، میرا اس سے صرف یہ مطلب ہے کہ میرے ملک کے اغراض و مقاصد وہی ہیں جو میرے مذہب کے ہیں (۲۸۴)

منار: صحافی و مدیر ماہنامہ حکایت جناب عنایت اللہ متحدہ قومیت کا مقصد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قومیت کے اس قریب کارانہ نظریے کا خالق سناٹا گاندھی اور اس کے صف کے دیگر ہندو لیڈر تھے، ان ہندو لیڈروں اور مفکروں نے مسلمانوں کا رشتہ اسلام سے توڑنے کے لئے "ہندوستانی قومیت" کا حلقہ عام کیا، اسی کے تحت انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو ہندوستانی (ہندو، سکھ اور مسلمان) کی بغاوت کہا، افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض مسلمان بھی نظریہ قومیت کے قائل ہو گئے، یہی وہ مسلمان زعماء، دانشور علماء تھے جنہوں نے مطالبہ پاکستان اور دو قومی نظریے کی مخالفت کی تھی، انہوں نے آج تک پاکستان کو تسلیم نہیں کیا (۲۸۵)

مولوی مسعود عالم ندوی کا نقطہ نظریہ ہے:

"متحدہ قومیت کے ماننے والے ایک چم میل مشترک اور مشترک قومیت کے گمن گاتے تھے جس کے نتیجے میں جی کا جذبہ زور پکڑ رہا تھا اور اکبری دور کی ہندوانہ جاہلیت طرف مسلمانوں کے پھر پلٹ جانے کی راہ ہموار ہو رہی تھی

الْوَرَقِیْدِکِس

لیڈیز اینڈ جینٹلس کی رائیٹی کا مرکز

سفاری شو بھگرم سوٹ
اور تمام اقام کی ورائٹریز
موجود ہیں

صدر بازار لاہور کمیٹیٹ
6660691

احرار کی وساطت سے میرے ذہن میں اتر چکا تھا، کانگریس کے ارباب بست و کشاد ہندو تھے اور ہندو بھی ایسے جو مسلم اکثریت کے صوبوں میں انتہائی قلیل تعداد میں ہوتے ہوئے بھی صنعت و حرفت اور تجارت پر پوری طرح قابض تھے، دیہات کے ایک چھوٹے سے بچے کے پاس بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں رہتی ہوتی تھیں لیکن ہندو اتنے پر بھی قانع نہ تھا بلکہ وہ تو ان مسلمانوں کو جن کے آبائی اجداد صدیوں ہندوستان پر حکمران رہے تھے، اپنا غلام بنا کر اچھوتوں اور شورروں کی زندگی گزارنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا، فی الحقیقت انہیں انگریز سے نفرت نہ تھی ورنہ آزادی کے بعد بھی لارڈ مونت بیٹن کو کیوں اپنا گورنر جنرل بنائے رکھا، بلکہ ان کی نفرت کا مرکز مسلمان تھے، یہ تھا وہ ہندو جس کا ساتھ مجلس احرار سمیت سادہ لوح مسلمان علماء دے رہے تھے، چنانچہ ہندو بھی ان علماء اور خواتین کی بھرپور مدد کر رہے تھے جنہوں نے مسلمانوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ صرف انگریز کو اس ملک سے نکلنے کی دیر ہے پھر مسلمان خود بخود برسرِ اقتدار ہوں گے کیونکہ ہندو تو حکمرانی سے رہا وہ تو کاروباری شخصیت ہے، افسوس کہ مسلمانوں کے یہ نادان دوست ایک زبردست خوش فہمی میں مبتلا تھے، آج بھارت میں مسلمانوں پر جس طرح عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے، وہ ان کی خوش فہمی کی تاریخ بیان کر رہی ہے اور وہی کاروباری بنیا آج پورے ایشیا کو ہڑپ رہنے کی فکر میں ہے (۳۸۶)

تھے۔ بس تب کہ ایک بار دہلی میں انہوں نے یہ گمراہ کن اور نہایت غلط بات نہایت زور کے ساتھ فرمائی کہ ”اقوام اوطان سے بنتی ہیں“ (۳۸۷)

مشہور صحافی، مورخ و مدیر ماہنامہ ”مسلمہ“ جناب عنایت عارف متحدہ قومیت کو ہندوؤں کی سازش قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”ہندو کی اسلام دشمنی کا جذبہ اور زیادہ قوی ہو چکا تھا، وہ اجتماعی سطح پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسلام کو ہند بدر کرنے کے لئے صبح و شام طرح طرح کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے، سیاسی سطح پر انہوں نے متحدہ قومیت کا ڈھونگ کانگریس کی مدد سے اپنے تمام وسائل سے شروع کیا اور مسلمانوں میں یہ تاثر پھیلانا شروع کیا کہ درحقیقت مسلمان اور ہندو ایک ہی قوم ہیں اور ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے جسے ہندوستانی کہتے ہیں، یہ ہندو سامراجیت کی نہایت گہری سازش تھی، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان بحیثیت قوم ختم ہو جائیں اور ہندو اکثریت کا ایک بے اثر ضمیمہ بن کر رہ جائیں، ہمارے بے شمار سادہ لوح اور عاقبت نالائش علماء کرام جنہی ان کے اس دام تزویر کا شکار ہو گئے اور نیشنلسٹ علماء کلام نے فخر محسوس کرنے لگے“ (۳۸۵)

”سید میر بادشاہ بخاری ایڈووکیٹ راوی ہیں:

کانگریس کا مشہور نظریہ ”متحدہ قومیت“ بھی (مجلس)

ارشاد امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ

روند جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات غلیظ تالیوں میں بھی گرتی ہیں اور رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے اور یہی حال شہرت کا ہے کہ اور سے بخوروں میں وہ لوٹ پھائی جاتی ہے کہ آدھا آبخورہ بھی شہرت : باقی نہیں رہتا اور تمام شہرت گر کر زمین پر بہتا ہے اور خیرات اور لنگر جائز ہے یا بوجہ رزق کے بے ادبی کے گناہ ہے۔ الجواب = یہ خیرات تو نہیں شرور و بینات ہے نہ ارادہ و اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ دکھاوے کی اور حرام ہے اور رزق بے ادبی اور شہرت کا ضائع کرنا گناہ ہے (حکام شریعت ص ۳۳)

خیرات کی چیزیں اوپر سے پھینکنا اور لوگوں کا ان کو لوٹنا مسئلہ = کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ چھتوں اور کونھوں پر سے روٹیاں اور کلوے روٹیوں کے اور بکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں اور صدقہا ہی ان کو لوٹتے ہیں ایک کے اوپر ایک گرتا ہے بعض کو پوت لگ جاتی ہے اور وہ روٹیاں نیچے زمین میں گر کر پاؤں سے

قائد اعظم اور قوم پرست مولوی

نیچے بیانے تراش کر قائد اعظم اور ان کے رفقاءے کار پر گمراہی اور بے دینی کے فتوؤں کی گولہ باری کرتے تھے بلکہ ایک فتویٰ تو خود مفتی صاحب سے بھی منسوب ہے جو اسی مقالہ کے ”مسلم لیگی اور قوم پرست مولوی“ کے باب میں موجود ہے لیکن ایک سیاستدان کی طرح وہ گذشتہ زمانے کی باتیں بھول گئے، آج اگر مفتی صاحب زندہ ہوتے تو ان سے یہ گزارش بجا طور پر کی جاسکتی تھی کہ نیچے درج فتوؤں کا مطالعہ فرمائیں تاکہ بھولی بری باتوں کی یاد تازہ ہو جائے، مفتی صاحب کے چیلنج کا جواب جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما چوہدری رحمت الہی نے ایک مختلف انداز میں دیتے ہوئے کہا تھا:

”کافر سازی کا کاروبار خود مفتی (محمود) صاحب کی جماعت میں بلا تکلف ہوتا ہے اور خود مولانا مودودی اور جماعت اسلامی بھی اس سے محفوظ نہیں رہی“ (۳۸۸)

سردست یہاں بعض وہ فتوے نذر قارئین ہیں جو تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم محمد علی جناح رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے تھے، مشہور مورخ جناب رئیس احمد جعفری رقمطراز ہیں:

”جب نئے انتخابات کی گماگمی شروع ہوئی تو مجلس احرار کے روح رواں مسٹر مظفر علی اظہر (۳۸۹)

----- اور تحریک خاکسار کے

بانی اور علیہ دار مسٹر عثمانی اللہ شرفی نے علی الاعلان برسرعام مسٹر جناب پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ایک ”غیر مسلمہ“ سے ”سول میرج“ (۳۹۰)

----- کی تھی اور یہ کہ خود مسٹر جناح کا اسلام

منکوک و مشتبہ ہے، اس لئے کہ جو قرآنی احکام کو ٹھکرا کر ایک ”غیر مسلمہ“ سے شادی کرے، وہ کافر نہیں تو کیا ہے؟ مسٹر مظفر علی اظہر نے تو بھرے جلسہ میں ایک فی البدیہہ شعر بھی ارشاد

فرمایا:

لیڈوز مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن اور محبوب رہنما قائد اعظم محمد علی جناح رضی اللہ عنہ عظیم اور قابل احترام شخصیت ہیں جنہوں نے انگریزوں، ہندوؤں اور قوم پرست مولویوں کے ہندوں کا بیک وقت مقابلہ کر کے انہیں شکست فاش دی اور مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل کیا، یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض حالات آج بھی مخصوص خیالات رکھنے کی وجہ سے ان کی عظمت کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ اب تو صحیح حالات و وقت مہر عام پر آچکے ہیں جن سے اس حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ نہ تو بکے اور نہ ہی کسی کے آگے جھکے اور جس نظریہ کی حمایت کرتے رہے وہ بالکل صحیح اور برحق تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ کام سے ہی لیتا تھا کہ آج کروڑوں مسلمان ہندوؤں کے ظلم و ستم سے بے ہوش ہوئے ایک آزاد اسلامی ملک میں سانس لے رہے ہیں، جماعت میں رہ جانے والے فیور مسلمانوں کا سارا بھی ثابت ہے لیکن جو پھسل گئے وہ پھسلے ہی گئے، انہوں نے جی بھر مسلمانوں کے قائد اور مسلم لیگ کی مخالفت کی، ان پر فتوے لکھے، انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا اور اسلام دشمن ہندو لیڈروں کو تحریک دیتے رہے، دنیا جانتی ہے کہ عظمت مصطفیٰ ﷺ نے ان انتخابات میں ان ہندو نواز مولویوں کی ضمانتیں دینا پر ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی اکثریت گمراہی پر

فتاویٰ

نے چیلنج کیا کہ ”ہمارے اکابر نے قائد اعظم یا مسلم لیگ کو کافر نہیں کہا“ (۳۸۷)

----- حیرت ہے کہ مفتی صاحب اس دور کے بھنی گواہ تھے جس وقت ان کے اکابر مختلف

(۳۹۱)

اسی امارت شرعیہ ہمارے کارنامہ ملاحظہ فرمائیں

تالون

”ایک کے قائد نے ۱۹۱۲ میں سول میرج کے مطابق شادی ایک کافرہ عورت سے کی تھی، اس میں اپنی لادیت امان تھا اور اب تک انہوں نے اپنا مسلمان ہونا ثابت نہیں کیا“ (۳۹۷)

حقیقت یہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ نے کسی غیر مسلمہ خاتون سے شادی نہیں کی تھی بلکہ ان کی بیگم نے شادی سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا، منشی عبدالرحمن رقمطراز ہیں:

”قائد اعظم نے ایک پارسی لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کر دیا جس پر رتن بائی نے بمبئی کے ایک ممتاز خطیب کے روئے ایک پروتار تقریب میں اسلام قبول کر لیا، مغازت کی دہانے پر دونوں کی حسب احکام شرع محمدی نکاح و شادی ہو گئی، جس سے معروف اخبار سٹیمین نے ان الفاظ میں خبر شائع کی:

سٹیمینسٹ کی الکوٹی صاحبزادی مس رتن بائی نے کل اسلام قبول کر لیا اور آج آئینہ میل ایم اسے جناح سے ان کی شادی ہو رہی ہے“ (۳۹۸)

علامہ شبیر احمد ہاشمی کے بیان کے مطابق، بمبئی کے یہ خطیب مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی کے تیا مولانا احمد صدیقی تھے جن کے پاس قائد اعظم بھی کبھی حاضری دیتے تھے (۳۹۹)

حیرت کی بات یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں جس قابل احرام اور عظیم شخصیت کو اپنا رہنما منتخب کیا، ان کے کفر کے فتوے لگائے گئے لیکن ان ہی حضرات نے اسلام کے دشمن اور بتوں کے پجاری مسٹر گاندھی کو نہ صرف منبر رسد بنایا (۴۰۰) اصل کا فر محمد صمد اصل مسلم کا فر

بلکہ مسلم لگی رہنماؤں کے ہاتھوں اسلام کو تباہ و برباد ہونے سے بچانے کے لئے اسی ”ماتاجی“ کی زیر قیادت میں مصروف رہے، یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ خدا خواست مسلمانوں کو شکست دے کر ہندو راج قائم کرنے کا کامیاب ہو جاتے تو کیا مسٹر گاندھی کی قوم انہیں آزاد ہندو

”دفعہ“ کے واسطے اسلام کو چھوڑا

”یہ کافر اعظم ہے کہ جسے قائد اعظم“ (۳۹۱)

ایک اور مقام پر جناب رئیس احمد جعفری حیرت کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”سب سے زیادہ حیرت جانشین شیخ الہند اور دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا حسین احمد صاحب مدنی پر ہے، ان تمام تحریروں اور تردیدوں کے ملاحظہ فرماتے کے باوجود مسٹر اور مسز جناح کے کفر اور سول میرج کے افسانہ پر انہیں اب تک یقین ہے، اب بھی وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں مسلمانوں کے ”کافر“ لیڈر اور کافرہ بیوی کا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں، کوئی بتاؤ کہ ہم بتلا میں کیا؟“ (۳۹۲)

مولوی حسین احمد دیوبندی ہی نے ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ کو مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا تھا اور قائد اعظم کو کافر اعظم کے لقب سے نوازا تھا (۳۹۳)

مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک خاص منشی عبدالرحمن صاحب کانگریس مولویوں کی الزام تراشی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”قائد اعظم نے جب اسلامی نظام قائم کرنے کے لئے پاکستان کی تحریک چلائی تو پھر کانگریس مولویوں کی باری آئی اور انہوں نے قائد اعظم کی شادی کے مسئلہ کو بنیاد بنا کر ہندو کانگریس کو وفاداریوں کا یقین دلانے کے لئے قائد اعظم کو کافر سے کافر اعظم بنا دیا“ (۳۹۴)

غورش کشمیری صاحب اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بھٹو صاحب بھی اس سے آگاہ رہیں کہ جن لوگوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا، وہ ان کے ساتھ ہیں۔ اور وہی لوگ ہیں جو مسجد کی روٹیوں سے لے کر نکاح کے چھوڑوں پر خریدے جاسکتے ہیں“ (۳۹۵)

منشی محمود صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”جمعیت العلماء ہند نے امارت شرعیہ فی الہند کا اہتمام کر کے مسلمانوں کے لئے دینی وحدت کا اہتمام کیا، یہ پروگرام ہمارے سب سے زیادہ کامیاب ہوا اور اب تک ہے

بدعت تم اسے کافر اعظم قرار دے رہے ہو (۲۰۲)

بے دینی

اس میں شک نہیں کہ قائد اعظم محمد علی جناح کسی دینی دارالعلوم سے فارغ التحصیل نہیں تھے نہ ہی انہوں نے اس قسم کا کوئی دعویٰ کیا۔ اس لئے نیشنلسٹ مولویوں کے معتقدین یہ پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ اے مسلمانو! تم نے ایک رافضی بد دین کا ساتھ دینا ہے یا اسلام کے محافظ حضرت شیخ الاسلام کا۔ حالانکہ یہ تقابلی ہی صحیح نہیں تھا، ایک جانب مسلمانوں کے قائد اعظم محمد علی جناح تھے تو دوسری طرف دشمن اسلام مسٹر گاندھی، ہندوؤں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے قوم پرست مولوی قائد اعظم کو یزید اور مسلم لیگوں کو یزیدیوں سے تشبیہ دیتے تھے:

میں اسلامی نظام نافذ کرنے کی اجازت دے دیتی، کیا ہندو اپنے مذہب کو پس پشت ڈال کر اپنی توانائیاں اسلام کی نشوونما پر صرف کرتے، یا باری مسجد کی طرح (۲۰۱)

----- موجودہ عبادت گاہوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے، سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ غلام یہ مہربان اپنے کارناموں کو اب بھی برحق سمجھتے ہیں اور کسی ترمیم و تغیر کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ہفت روزہ ”زندگی“ کے ایک مضمون میں مفتی محمود صاحب سے گزارش کی گئی تھی:

”ہمیں تو رہ نہ کر خیال حضرت قائد اعظم کا آرہا ہے، آج تک حضرت مفتی صاحب نے قائد اعظم کو سچا مسلمان قرار نہیں دیا، تمہیں قائد اعظم کی درخواست سرخ فیتے کا شکار تو نہیں ہو گئی، اب مسجدوں میں سرخ مولوی ہو سکتے ہیں تو سرخ فیتہ کیوں نہیں ہو سکتا (مسکتا) حضرت قائد اعظم کو اس دنیا سے رخصت ہوئے انیس برس بیت گئے، ان کی زندگی میں تو مفتی صاحب کو ان پر ”رحم“ نہ آیا وہ اب تو اپنے موقف پر نظر ثانی کریں اور ان کو ”سچا مسلمان“ قرار دے دیں (۲۰۲)

مفتی صاحب کے قریبی ساتھی مولوی غلام غوث ہزاروی کے رویہ پر اسی ہفت روزہ نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا تھا:

”یہ وہی مولانا ہیں جن کی صدارت میں قیام پاکستان سے تھوڑی ہی عرصہ پہلے اسی لاہور کے دہلی دروازہ کے باہر ایک جلسہ عام میں اجرائی لیڈر منظر علی اظہر نے تقریر کرتے ہوئے دریدہ جلی سے کام لیتے ہوئے قائد اعظم کو کافر اعظم قرار دیا تھا اور ہزاروی صاحب نے اسے لگام دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی پھر قیام پاکستان کے بعد منیر انکوائری کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں منظر علی اظہر نے پھر کہا تھا کہ وہ اب بھی بانی پاکستان کو کافر اعظم ہی سمجھتا ہے لیکن مولانا (غلام غوث ہزاروی) نے اس وقت بھی اس ناانجام کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی کہ جس شخص کو تم خبیث باطن کا مظاہرہ کرتے ہو کافر اعظم کہہ رہے ہو، وہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سخت کا بانی ہے اور یہ کارنامہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں نہ صرف بار بار انجام دیا گیا ہے اور اس کا سہرا اس شخص کے سر ہے جو قرآن و سنت کی حکومت کے سوا کوئی بات نہیں کرتا لیکن

جی۔ ایس۔ ٹیلرز
جینٹس سپیشلسٹ

سلائی اور کرٹھانی کا کام
تستی بخش کیا جاتا ہے

عزیز مارکیٹ
صدر بازار سرور وڈ لاہور کیٹ
پرور پرائیڈ محمد یاسین خان

”کانگریس“ جمعیت العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسلم لیگ کو جو ملاخیاں سنائیں، ان کا ذکر اخباروں میں آچکا ہے، ان لوگوں نے مسٹر محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزیدیوں سے تشبیہ دی، خدا کا شکر ہے کہ کہیں گاندھی کو امام حسین علیہ السلام سے مشابہ قرار نہیں دیدیا۔“ (۳۰۳)

مولوی حسین احمد دیوبندی فرماتے ہیں

”باوجودیکہ مسٹر جناح مذہب اسلام اور اہل سنت اور اہل مذہب سے نہ صرف مستغنی بلکہ سخت متعز بھی ہیں، نہ ان کی زندگی مذہبی ہے نہ اس بچارے نے مذہبی ہونے یا مذہبی قیادت کا دعویٰ کیا ہے، وہ ایک کامیاب سیرسز ہیں اور سیاسی قیادت کے مدعی اور خواہشمند ہیں اور پھر سیاست بھی اس قسم کی جو کہ یورپین اقوام اور ممالک کی ہے، اسلامی سیاست سے نہ وہ واقف ہیں اور نہ اس کے مدعی، اس پر طرح یہ ہے کہ اصحاب اغراض عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے امام اور قائد اعظم ہیں“ (۳۰۵)

جنا ب راجہ رشید محمود صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح ان نام نہاد ”علماء“ سے اسلام کے متعلق زیادہ علم رکھتے تھے جو انہیں بے دین سمجھ رہے تھے

”جن علماء“ نے ”ہندو مسلم اتحاد“ کے نعروں میں کانگریس والوں کا آلہ کار بننا منظور کیا تھا، انہوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا، دین کو وطن کے مقابلے میں، ہندو ہندوؤں سے دوستی کے تاثر میں پس پشت ڈال دیا، پاکستان کے حامیوں کو بدعتی اور مشرک قرار دیتے رہے، ذرائع ابلاغ کے ذریعے اور اپنی زبان درازیوں کے سارے ان کے خلاف فضا پیدا کرنی چاہی، قائد اعظم کو اسلام کی مبادیات سے بھی ناواقف گردانا گیا، انہیں ان کی وضع قطع کی بنا پر ”انگریز“ کہا گیا، حالانکہ حقیقت صرف یہ تھی کہ قائد اعظم ان ہندو دوست ”علماء“ کے مدد و صحت کی طرح منافقت کے قائل نہیں تھے، ان کے ظاہر و باطن میں اور گفتار و کردار میں کوئی تفاوت نہ تھا، وہ کانگریس منافقت سے بے ار تھے، امیروں کے ”غریب دوستی“ کے دعوؤں کی حقیقت سمجھتے

تھے، جو فرد یا گروہ قرآن و سنت کے نام کو ذاتی مفادات حصول کے لئے استعمال کرتا ہو، حق اس کے لئے کوئی نہیں رکھتا، باطل کا ساتھ دینے والے یہ علماء ہر لحاظ سے گویٰ کو شعار کرتے رہے، انہوں نے قائد اعظم کے متعلق کہ انہیں اسلام کے بارے میں بنیادی حقائق بھی معلوم نہیں حالانکہ قائد نے مختلف موقعوں پر اسلام کے متعلق جو باتیں ”وہ اسلام کی روح سے واقفیت کی دلیل ہیں، خصوصاً انہوں راک لینڈ کے سرکاری مسمان خانے میں نواب بہادر یار جنگ موجودگی میں مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے جو کچھ کہا وہ صدق کلمت کے ۱۹ ج ۱۹۳۱ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے قائد اعظم اسلام کے متعلق ان نام نہاد علماء سے کچھ زیادہ جانتے تھے“ (۳۰۶)

اس حقیقت کا اظہار پنڈت جواہر لال نہرو نے مخصوص انداز میں اس طرح کیا تھا کہ:

”مسٹر جناح اور مسلم لیگ قرون وسطیٰ کے نظریات علمبرار ہیں مگر کانگریس ماڈرن ہے“ (۳۰۷)

گالیاں

علیم محمد حسین بدر مرحوم راوی ہیں

”۱۹۳۳ء میں راقم الحروف جب اپنے ایک دوست الرحمن چٹا گانگی سے ملنے جامعہ ملیہ دہلی یہ تو مولانا عابد سندھی سے بھی ملاقات ہو گئی۔۔۔ میں نے سیاہ رنگ کی اور علی گڑھ کٹ کا پاجامہ اور سر پر ترکی ٹوپی پہن رکھی تھی، مولانا (عبید اللہ سندھی) کی مجھ پر نگاہ پڑی تو کہنے لگے کہ یہ دشمن جامعہ ملیہ میں کیسے آگیا، خلیل الرحمن نے مجھے دور پہچان لیا اور کہا کہ یہ ایک پنجابی طالب علم ہے جو مجھ سے ملے ہے، مجھے خلیل الرحمن مولانا صاحب کے پاس لے گئے، صاحب سے میں نے سلام کیا، مولانا صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ علی گڑھ میں زیر تعلیم ہیں، میں نے کہا، جی ہاں

بخاری، شیخ حسام الدین امرتسری کو معلوم ہوئی تو انہوں نے بے حد برا منایا اور مجھے بلا کر کہا:

”خان بھائی! احرار کے دل میں آپ کی بے حد عزت ہے لیکن آپ نے مولانا سندھی کو یہ بابا کھڑک سنگھ کا خطاب دیا ہے، اس سے ہمیں سخت تکلیف ہوئی ہے، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی ہمارے ان بزرگوں کی یادگار ہیں جنہوں نے حضرت شیخ الحدید سید محمود الحسن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان کے احکامات کی تعمیل میں زندگی کی بہترین ہماریں لٹائی ہیں، ہم مولانا کی غلطیاں بھی پکڑنا گناہ سمجھتے ہیں اور ”خطائے بزرگان گرفتند خطا“ یقین کرتے ہیں، ایسی حالت میں ہم چاہتے ہیں، آپ کو عبرت ناک سزا دیں“ (۳۱۱)

ظاہر ہے کہ یہ سوچ اسلام سے مطابقت نہیں رکھتی کہ اپنی پسند کی شخصیت جو چاہے کرے وہ ہر حال عزت کی مستحق ہو اور مخالف، اسلام کی خدمت بھی کرے تو وہ گردن زنی قرار پائے، اسلام تو ہمیں ہر حال میں انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے چاہے اس کی زد میں اپنے ہی کیوں نہ آئیں، اس سلسلہ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ کو داد دینی پڑتی ہے کہ ۱۹۲۱ء میں جب انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کرتے ہوئے فتویٰ دیا (۳۱۲)

----- تو اپنے پرانے کی تمیز کے بغیر صاف صاف شرعی حکم بیان فرمایا، یہاں تک کہ اپنی گہری اچھلنے کی بھی پردہ نہ کی، اس سلسلہ میں ہندو پریس کی مدد سے بعض کم فہم مولویوں نے انہیں انگریز کا ایجنٹ مشہور کرنے کی کوشش فرمائی اور بعض خوف خدا سے بے نیاز ہو کر اب بھی اس شغل میں مصروف ہیں لیکن جب جذبات ٹھنڈے پڑ گئے تو سب اہل ایمان کو مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑا کہ حق وہی تھا جو فاضل بریلوی نے فرمایا تھا (۳۱۳)

اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے ہم محترم غلام فرید کیلئے کے تاثرات پیش کرتے ہیں:

”جنگ شر میں ہندو قوم کی اکثریت تھی، لوکل بائیز کے ادارہ پر ان کا قبضہ تھا اور تعلیم میں ہم سے پچاس سال آگے تھے، ان میں پورا سیاسی شعور آچکا تھا، ان کے پاس بولنے کے لئے کانگریس کا اینیج موجود تھا، مولویوں کے بڑے گروہ -- ان کے

صاحب نے کہا کہ آپ نے ایسے شخص کو قائد اعظم بنا رکھا ہے، مسلمانوں کی زبان اور دین نہیں جانتا، میں نے جواب دیا کہ مسلمانوں کی اکثریت کا یہی متفقہ فیصلہ ہے اور ۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو اتحاد جامعہ علی گڑھ نے ایک تقریب میں محمد علی جناح کو قائد اعظم خطاب دیا اور انہوں نے ازراہ خوشنودی طلبہ اسے قبول فرمایا، جواب سنتے ہی مولانا موصوف آپ سے باہر ہو گئے اور حضرت اقبال اور قائد اعظم کے لئے ایسی فحش اور بازاری زبان استعمال کی کہ جو تحریر سے باہر ہے“ (۳۰۸)

جماعت اسلامی کے ایک کارکن جناب محمد یعقوب طاہر اپنا بیان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

”راقم الحروف مارشل لاء لگنے کے ڈیڑھ ماہ بعد یا لگ بھگ تاریخوں میں، میاں جنوں میں ایک مشاعرے میں گیا، وہاں شاعروں میں امین گیلانی، سائیں حیات اور غلام نبی جانپاز بھی تھے، رات کو غلام نبی جانپاز اور سائیں حیات نے قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کو ماں بہن کی گالیاں دینی شروع کیں، میں بھی چوڑھوں، ہماروں کی سطح تک سے نیچے اتر کر تو راقم سے شدید جھڑپ لینی پڑی“ (۳۰۹) **تسلیم کئے بعد**

یہ لوگ مسلمانوں کے محبوب رہنما کے متعلق تو اس قسم کی باتوں کا ہوتا تو ان کی سب کو تاجپوں کو نظر انداز کر دیتے، ہندو اتحاد کے مشہور مبلغ مولوی محمود حسن کے متعلق مولوی محمد قناری فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کو جب کوئی شیخ الحدید سے تو میرے دل پر ایک تیر سا لگتا ہے، اس لئے کہ شیخ الحدید اور شیخ الاسلام کو شیخ الحدید کہتے ہیں، بہت ہی برا معلوم ہے، اس میں حضرت کی تنقیص معلوم ہوتی ہے، ان مدعیانِ حقیت حضرت کی شان ہی کو نہیں پہچانتا“ (۳۱۰)

یہ بات سمیت نماز پڑھنے کی بات اور دیگر انتہا پسندانہ باتیں کرتے گفتگو کو مد نظر رکھتے ہوئے خان غازی کابلی احراری مولانا عبید اللہ سندھی کو ”بابا کھڑک سنگھ“ کا خطاب عطا فرمادی صاحب کا بیان ہے کہ جب یہ بات مولوی مظہر علی مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی، مولوی عطا اللہ شام

نیازی صاحب نے فرمایا:

”آج جو اس کی تائید کر رہے ہیں، میں نے جب صاحب کی زبان سے یہ بات سنی تو میں اسی وقت کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ ”بند کرو“ وہ اس وقت سہم گئے، مجھے لوگوں نے روک لیا، ازراہ مذاق نہیں کہا، جب یہ لوگ محفل میں بیٹھے ہیں تو ان کے منہ سے وہی نکلتا ہے، ان کے منہ سے بغض نکلتا ہے جو کہ ان کے دلوں میں اس سے زیادہ ہے۔ جب الگ بیٹھے ہیں تو پاکستان کی مخالفت کرتے ہیں، قائد اعظم کو گالیاں دیتے ہیں، جمعیت علماء اسلام جو کہ نظریہ پاکستان کو فروغ دینے کے لئے قائد اعظم کی قیادت پر مکمل یقین اور اعتماد رکھتے ہوئے وجود میں آئی تھی، اب وہی جمعیت علماء اسلام کا انگریز مولویوں کی وکالت کا حق ادا کر رہی ہے، کبھی حسین احمد مدنی لڑکے کو بلواتی ہے، اس کی تائید کرتی ہے کبھی ابوالکلام آزاد تائید کرتی ہے اور کبھی قائد اعظم کے خلاف کہتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا فراڈ سیاسی تاریخ میں آج تک نہیں ہوا، وہی لوگوں کو تحریک پاکستان کے خلاف تھے اس جماعت میں گھس گئے جو نظریہ پاکستان کی علمبردار تھی“ (۳۱۷)

مولانا نیازی صاحب سے معذرت کے ساتھ ہم یہ گزارش کریں گے کہ اس سے بھی بڑا سیاسی فراڈ یہ ہے کہ قائد اعظم نے یہ ناقدین اب بانی پاکستان ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، ان ناقدین کا تدارک نہ کیا گیا تو ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ قادیان کی تاریخ مسخ ہو کر رہ جائے گی اور غی نسل مخالفین، محسنین اور محسنین کو مخالفین سمجھے لگ جائے گی، اختصار کے پیش نظر یہاں چند حوالے پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

☆ ”پاکستان کے قیام کے لئے مولانا حسین احمد مدنی نے زمین ہموار کی کیونکہ اگر وہ اتنی بے جگری سے انگریز کے خلاف نہ لڑتے تو انگریز کبھی اس ملک سے نہ جاتا اور یوں پاکستان قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوتا“ (مولوی ضیاء القاسمی) (۳۱۸)

☆ ”بڑے دکھ اور افسوس کی ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہزاروں مصیبتوں، تکلیفوں، آذیتوں کے بعد جو محکمہ قانون قرآن کو نافذ کرنے کے لئے نکلے زمین (پاکستان) حاصل کیا۔۔۔“ (مولوی عبید اللہ انور ابن مولوی احمد علی لاہوری) (۳۱۹)

مرغ دست آموز بنے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو سیاسی طور پر کراہ کرنے کا منصب ان کے سپرد تھا۔ ان کا کام صبح شام قائد اعظم اور مسلم لیگ کو گالیاں دینا تھا، اس وقت پاکستان کے مخالف تھے، اس کے خلاف فتوے جاری ہوتے تھے، اب اسی پاکستان میں اسلام کا آئین نافذ کرنے کا مطالبہ ہے، اگر خدا نخواستہ پاکستان کا قیام نہ ہوتا تو خدا معلوم یہ اسلام کہاں نافذ کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آج تک پاکستان کو دل سے قبول نہیں کیا، جو اب بھی قرآن مجید پڑھ کر بچے گاندھی کی روح کو بخشتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ (پاکستان بنانے کے گناہ میں ہم شریک نہیں تھے) (۳۱۳)

مجلس احرار کے مرکزی رہنماؤں کے مشاغل کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب سید زاہد حسین رقمطراز ہیں:

”احزاری لیڈر شپ تقریر کے معاملے میں لاعلمی تھی، جذبات کو مشغول کرنے اور پھر ان مشغول جذبات کو عامیانہ مذاق سے فرو گرنے سامعین کو غبی کا گول گپا بنا دینا اور اپنے سنجیدہ سے سنجیدہ، محترم سے محترم اور عظیم سے عظیم سیاسی حریف کو بھیتوں میں اڑا دینا احزاری لیڈر شپ کی غالب اکثریت کا خاصہ تھا۔ ان دنوں بمالپور احرار کا ایک بہت بڑا گڑھ تھا اور عطاء اللہ شاہ بخاری اپنے ساتھیوں سمیت قائد اعظم کی آمد روزگارے قسم کی شخصیت کا سرعام منہ مخالفانہ اڑانے میں اور تحریک پاکستان کے خلاف ریاست کی فضا کو مسموم کرنے کو عین اسلام سمجھا کرتے تھے“ (۳۱۵)

جناب سید مسعود زاہدی کا انگریز مولویوں کے ریک ملوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں

”ہماری راہ میں اختلاف کی سخت چٹائیں جمعیت العلماء ہند اور مجلس احرار تھیں، ان کے لیڈران کرام تحریک پاکستان کی مخالفت میں قائد اعظم اور شہید ملت لیاقت علی خان اور ان کے معاونین کی ذات پر ریک حملے کرتے اور اپنے علم و فضل کے باوصف ادب و آداب اور شائستگی کو بھی خیر باد کہہ دیتے“ (۳۲۰)

اس سوال کے جواب میں کہ ”مفتی محمود صاحب تو کہتے ہیں کہ میں نے یہ جملہ (خدا کا شکر ہے) میں پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھا (ازراہ مذاق کہا تھا، مولانا عبدالستار خان

” اگر علمائے دیوبند نہ ہوتے تو شاید پاکستان نہ بنتا “ (۱)۔
(م قریبی) ” (۳۲۰)

” جناب لیاقت علی خان مرحوم کے دور حکومت میں ایک مرتبہ مشہور ڈیفنڈ سرجن جناب ڈاکٹر جلال الدین صاحب نے لاہور میں حضرات علماء کی دعوت کی جس میں حضرت مولانا شاہ جلیل احمد صاحب علی گڑھی قدس سرہ بھی مدعو تھے ” ایک اہل علم نے جو حکام رس تھے کہا کہ موجودہ اہل حکومت کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے، ان کی رعایت کرنی چاہیے، کیونکہ ان لوگوں نے پاکستان بنایا ہے، اس پر فوراً حضرت مولانا شاہ جلیل احمد صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے پاکستان نہیں بنایا بلکہ پاکستان تو ہمارے حضرت حکیم الامت (مولوی اشرف علی تھانوی) قدس سرہ العزیز کی دعا سے بنا ہے “ (۳۲۱)

” حضرت مولانا عبید اللہ سندھی ریٹائرڈ ۲۵ سال کی جلا وطنی کے بعد جب مارچ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس آئے تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں ہندوستانی مسلمانوں کو ووٹ کی قیمت سمجھانے ہندوستان آیا ہوں۔۔۔ اور پھر آپ نے دیکھا کہ ووٹ کے صحیح استعمال سے پاکستان معرض وجود میں آیا “ (مولوی عبید اللہ انور) (۳۲۲)

” آپ (مولوی عبید اللہ سندھی) کے وصال سے تین سال بعد آپ کی انقلابی بصیرت کے مطابق جس کا اعلان آپ نے اپنی کتاب (ہندوستان) کے وقت کیا تھا ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو برصغیر تقسیم ہو گیا اور پاکستان کی آزاد اسلامی مملکت معرض وجود میں آئی ” اس طرح آپ کے مشن کا ایک حصہ پورا ہو گیا، اب اس مملکت کو اسلامی نظام کا نمونہ بنانا اور اسے امامت اقوام کے لئے چر کرنا باقی ہے “ (۳۲۳)

” اگر انگریز ملک سے نہ نکلتا تو پاکستان بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، ” انگریز نکلا تو پاکستان کا تصور بھی عملی صورت میں نہ رہتا تھا، ” انگریز کا نکلتا پاکستان کے لئے بمنزلہ بنیاد کے ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ پاکستان کی بنیاد تو جمعیت علماء ہند کے ہاتھوں فراہم ہوئی اور اس بنیاد پر جو عمارت بنی یعنی پاکستان تو اس کا معمار جمعیت علماء اسلام ہے۔

اگر آپ کہیں کہ پاکستان تو قائد اعظم نے بنایا تو بجٹ ب

اس سے انکار ہے مگر قائد اعظم اس کام کو پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکتے تھے، ” اگر جمعیت علماء اسلام اس میں اس کی مدد و معاون نہ ہوتی اور یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ اس کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو انتہا درجہ کا ضدی اور ہٹ دھرم ہو “ (سید شمس الحسن تھانوی) (۳۲۴)

ان دعووں پر تبصرہ کرنا ضروری معلوم نہیں ہوتا، اس لئے کہ کھدر پوش مولویوں کے متعلق جو مستند مواد اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے وہ ان غلط دعووں کی تردید کیلئے کافی ہے تاہم یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی جاسکتی کہ یہ تحریر ان سب حضرات سے پہنچ جائے گی جو درج بالا بیانات پڑھنے سے متاثر ہوئے ہوں گے، اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ دو قوی نظریہ کے علماء تو رہے ایک طرف، ” اگر اسی رفتار سے یہ پروپیگنڈا جاری رہا تو ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ خود قائد اعظم محمد علی جناح ریٹائرڈ کو بھی درمیان سے نکال کر کسی کانگریسی مولوی کو نہ سہی، مولوی شبیر احمد عثمانی کو بانی پاکستان کے منصب پر فائز کر دیا جائے گا، ” اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مخالفین پاکستان کو غلط رنگ میں پیش کرنے کے سیلاب کی روک تھام کے لئے حکومتی سطح پر مناسب بندوبست کیا جائے

اصل موضوع کی جانب وٹھے ہوئے جمعیت علماء اسلام کے ایک سابق مدد دار کا بیان نذر قارئین ہے جس سے مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کے مذکور بالا دعوے کی تصدیق ہوتی ہے:

” شاہ کوٹ ۱۲ جولائی (نامہ نگار)۔ جمعیت علمائے اسلام ہزاروی گروپ کی مقامی شاخ کے سابق امیر چوہدری محمد صدیق نے الزام لگایا ہے کہ جمعیت علماء اسلام کا ہزاروی گروپ قیام پاکستان کے خلاف اپنی دشمنی کا اظہار آج بھی کرتا ہے اور جمعیت کے ارکان اپنے خفیہ اجلاسوں میں آج بھی قائد اعظم کے خلاف یا وہ گوئی کرتے ہیں، ” چوہدری محمد صدیق نے جو حال ہی میں اپنے عہدے سے مستعفی ہوئے ہیں، بتایا کہ اس جملعت کو میں دیندار سیاسی جماعت سمجھ کر اس میں شامل ہو گیا تھا، ” انہوں نے الزام لگایا کہ ہزاروی گروپ ایک سازشی ٹولہ ہے جو بائیں بازو کی بعض سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں سے اشتراک کر رہا ہے اور

قائد اعظم اور انگریز

میاں عبدالرشید صاحب رقم طراز ہیں:

"بیشمار علماء انگریز کے زخم خوردہ تھے، اس لئے ان ہمدردیوں، قدرت، کانگریس کے ساتھ تھیں، شبلی، ابوالکلام آزاد اور محمد علی، ہر جیسے لوگ اس رو میں بہہ گئے، ان دنوں کانگریس کا ساتھ نہ دینے والوں کو فوراً انگریز کا نوڈی کہہ دیا جاتا تھا، ایک وقت میں اپنا توازن نہ کھوئے، قوم کے صحیح مفاد کو جانچ سکتا لوگوں کی مخالفت کی پرواہ کے بغیر اس راہ پر چلتے جانا بڑی بے حسی اور ہمت کا کام تھا" (۳۲۸)

اس اقتباس میں "علماء انگریز کے زخم خوردہ تھے" کے الفاظ وضاحت طلب ہیں، میاں "علماء" سے مراد علماء دیوبند ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مسلک دیوبند کے مولوی شروع میں تو انگریز سے الگ نہیں تھے، بقول مولوی عاشق الہی میرٹھی، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بحیثیت جماعت "رحمل" انگریز سردار کے حق میں مجاہدین آزادی کے خلاف نبرد آزماتے (۳۲۹)

دارالعلوم دیوبند وجود میں آیا تو وہ قافلاً انگریز حکام کو دورے کرنے کی دعوت دی جایا کرتی تھی، تحریک خلافت و ترک موالات کے دوران دیوبندی مولوی واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام انگریز کے حق میں تھے اور ان سے مصہمت کو شمس العلماء کا خطاب بھی عطا ہوا (۳۳۰)

جیلہ دوسرا گروپ ہندو مسلم اتحاد کے شوق میں بہت دور تک چلا گیا، اس کے بعد دارالعلوم پر بھی کانگریسی ذہن کے مولویوں کا قبضہ ہو گیا، چونکہ ہندو لیڈروں نے یہ کلیہ وضع کیا تھا کہ جو فرد، گروہ یا جماعت ہندو مسلم اتحاد اور کانگریس کی مخالفت کرنے کی جرأت کرے وہ بغیر کسی دلیل کے انگریز کا چٹو گردانا جائے گا (۳۳۱) اسی کلیہ پر عمل کرتے ہوئے نیشلت مولویوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اور علامہ اقبال رضوی کے علاوہ قائد اعظم

کا نام اسلام کی تبلیغ کے پردے میں دین کے خلاف سازش کرنے میں مصروف ہے" (۳۲۵)

ماہنامہ "طلوع اسلام" (لاہور) میں ایک خط اور اس پر تبصرہ شائع ہوا جو بلفظہ پیش خدمت ہے، "ہمیں ایک خط موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے ایک دوست کے ہاں ہفت روزہ "خدا مالدین" کا علامہ یوسف ہوری نمبر دیکھنے کا موقع ملا، ادارہ میں کچھ یوں گویا ہر افشانی کی گئی ہے، (مولانا آزاد کے) کم ظرف مخالفوں نے انہیں طرح طرح کی گالیاں دیں حتیٰ کہ "شوہانے" تک کہا۔

آپ جانتے ہیں کہ آزاد صاحب کو "شوہانے" کا خطاب بانی پاکستان حضرت قائد اعظم نے دیا تھا، گویا قائد اعظم "نعوذ باللہ" کم ظرف تھے (۳۲۶)

----- میرے دوست نے مختلف اخبارات و جرائد سے خطوط کے ذریعے درخواست کی تھی کہ قائد اعظم کو دی گئی اس کلی کالی کا نوٹس لیا جائے لیکن قائد اعظم ہی کے تشکیل کردہ اس ملک میں اب قائد اعظم کی حیثیت ہی کیا رہ گئی ہے کہ کوئی کسی قسم کا نوٹس لینے کی ضرورت محسوس کرتا۔

قائد اعظم کی سوئے ادبی کے خلاف ہمارے اس دوست کے دل میں اس قسم کا رد عمل بالکل فطری تھا۔ ہر احسان شناس اپنے محسن کے متعلق رد عمل ایسا ہی ہوتا ہے ایسے لیکن ہم اپنے اس عزیز سے کہیں گے کہ وہ ان باتوں کا زیادہ رنج اثر نہ لیں، انہوں نے تو قائد اعظم کے خلاف صرف ایک گالی کہنا ہے، ہم کیا بتائیں کہ ہمیں اس ضمن میں کیا کچھ سنا اور اس پر صبر کرنا پڑتا ہے "خدا مالدین" دیوبندی حضرات کا ترجمان ہے جس نے سرخیل مفتی

محمود صاحب ہیں دیوبندی علماء (باستثناء چند) بانی تحریک پاکستان قائد اعظم کے سخت خلاف تھے، ان حضرات کو قائد اعظم کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی جس کی وجہ سے ان کے سینے میں ایسی آتش انتقام بھڑکی جو اب تک ٹھنڈی نہیں ہوئی، پائی، یہ اس دن ٹھنڈی ہوگی جب یہ (حاکم بدین) پاکستان کے جدا گانہ وجود کو ختم کر دیں گے کیونکہ اس کا جدا گانہ وجود ہی ان کے اور قائد اعظم کے درمیان مابہ النزاع تھا" (۳۲۷)

محمد علی جناحؒ اور مسلم لیگیوں کو انگریز کے ایجنٹ اور زر خریدی قوم قرار دیا۔

مسٹر گاندھی کا اصرار یہ تھا کہ :

”جناح جتنا صاحب تو مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے برطانیہ پر امیدیں لگائے بیٹھے ہیں، وہ کانگریس کی کسی پیشکش سے مطمئن نہیں ہو سکتے، ان کی یہ عادت ہے کہ اپنے مطالبات میں روز افزوں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں اور جو کچھ برطانوی حکومت دیتی ہے یا جو کچھ دینے کا یقین دلاتی ہے، تو جناح صاحب ایک قدم آگے بڑھ کر اس سے بھی زیادہ مانگنا شروع کر دیتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ مسلم لیگ کے یہ مطالبات ایک لامتناہی سلسلے کی صورت اختیار کر گئے ہیں“ (۳۳۲)

”مہاتما جی“ کا حق نمک ادا کرتے ہوئے چودھری افضل حق رئیس الاحرار نے فرمایا :

☆ انگریزی سیاست کا ایجنٹ عدوی اقلیت کی بنا پر ذرا مسلمانوں کو انگریز کے آغوش میں ڈالنے کی سعی کرنے لگا (۳۳۳)

☆ لیگ کا نقاب اوڑھے ہوئے انگریز کا ایجنٹ ایسے مواقع کی تاک میں رہتا ہے کہ کب کانگریسی مسلمان کی زبان سے کوئی غیر محتاط کلمہ نکلے اور اسے عوام میں بدنام کرنے کا موقع میسر آئے (۳۳۴)

مولوی حسین احمد دیوبندی ایک قدم آگے بڑھ کر مسٹر گاندھی کی ہمنوا کی کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”مسٹر جناح کی موجودہ پالیسی حکومت برطانیہ کے اقتدار کو تسلیم کرنے والی اور آزادی ہند میں رکاوٹ ڈالنے والی اور مسلمانوں کے لئے مضرت رساں اور مہلک ہے“ (۳۳۵)

خواجہ نسیم حسین انصاری رقمطراز ہیں :

”قیام پاکستان سے پہلے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اپنی تحریروں میں قائمہ اعظم اور مسلم لیگ پر بڑے حملے کرتے، وہ قائمہ اعظم کو انگریز کا پتھو بتاتے“ (۳۳۶)

غیر جانبدار مبصرین حتیٰ کہ مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ قائمہ اعظم محمد علی جناحؒ نے جس طرح ہندوؤں کو لاکار کر مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے سے روکا،

بالکل اسی طرح انگریزوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں اپنی من مانی نہ کرنے دی، وجہ یہ تھی کہ انہیں کوئی لالچ نہیں تھا۔ ہندوؤں اور انگریزوں نے مسلمانوں کو آزادی سے محروم کرنے کی خاطر قائمہ اعظم کو خریدنے کی کوشش کی لیکن بری طرح ناکام رہے، آزادی ہند کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں سارا ریکارڈ محفوظ ہے، ان کا مطالعہ کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ قائمہ اعظم محمد علی جناحؒ مرحوم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ میں گزرا، وہ نہ تو ہندو اور نیشنلسٹ مولویوں کے آگے جھکے اور نہ انگریزوں کی سازشوں کا شکار ہوئے۔ انہیں سرکا خطاب دینے کی پیشکش کی گئی لیکن انہوں نے دو ٹوک جواب دیا کہ ”میں صرف مسٹر جناحؒ کھلانے کو ترجیح دیتا ہوں“ (۳۳۷)

--- قائمہ اعظم کا موقف یہ تھا کہ :

”مسلم لیگ بھی وطن کی آزادی کے لئے کسی دیگر سیاسی پارٹی کی طرح جنگ کرنے کو تیار ہے لیکن مسلم لیگ نہ تو گورنمنٹ کی غلامی قبول کرے گی اور نہ ہی کانگریس کی اطاعت گزار بن کر رہ سکتی ہے“ (۳۳۸)

انہوں نے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا۔

”دولت برطانیہ ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتی ہے اور گاندھی جی مسلم ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ہم دونوں کو اپنے اوپر حکومت نہ کرنے دیں گے خواہ دونوں متفق ہو کر یا تنہا کوشش کر دیکھیں“ (۳۳۹)

نواب آف قلات جناب احمد یار خان صاحب نے ایک دفعہ قائمہ اعظم نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تین محاذوں پر جنگ لڑ رہا ہوں، ایک طرف ہندو ہیں، دوسری طرف انگریز ہیں اور تیسری طرف غدار مسلمان ہیں جو کانگریس کے زیر اثر ہیں (۳۴۰)

قائمہ اعظم محمد علی جناحؒ نے ۲ نومبر ۱۹۴۵ کو پشاور کے اجلاس عام سے خطاب کرتے ہوئے اعلان فرمایا :

”ہمارا کوئی دوست نہیں ہے، ہمیں نہ انگریز پر بھروسہ ہے اور نہ ہندو بیٹے پر، ہم دونوں کے خلاف جنگ کریں گے خواہ وہ آپس میں متحد کیوں نہ ہو جائیں“ (۳۴۱)

مسلمان ہوں (اس کے باوجود وہ مسلمانوں کا تحفظ چاہتا تھا) (۳۳۳)

گویا مسلمان رہنا نغوز باللہ اسلام کے دشمن تھے، مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کا اگر درد تھا تو ہندو لیڈروں کے دلوں میں تھا۔

مسلمانوں نے محترم محمد علی جناح کو جب قائد اعظم کا دیا تو نیشنلٹ مولوی حرکت میں آ گئے، انہوں نے سر توڑ کر کہا کہ کسی نہ کسی طرح اس لقب کو عام ہونے سے روکا جائے۔ مولوی حسین احمد دیوبندی کا فتویٰ سابقہ صفحات میں نقل کیا گیا ہے جس میں انہوں نے یہ تاثر پھیلانے کی ناکام کوشش کی چونکہ مسٹر جناح مذہب سے متفر ہیں اس لئے وہ مسلمانوں کے قائد اعظم بننے کے اہل نہیں، ابوالکلام آزاد چونکہ ہر حال میں مسٹر گاندھی کا جھنڈا اونچا رکھنے کی فکر میں لگے رہتے تھے انہوں نے مسلمانوں کے لئے سوچا کہ لقب تو مل چکا ہے، اگر اس کا سراغ گاندھی کے سر سے ہٹا دیا جائے تو ان (آزاد صاحب) کے "شہر کارناموں" میں ایک اور کارنامے کا اضافہ ہو جائے گا۔ صاحب نے ایک بیان میں فرمایا:

"گاندھی جی کے آشرم میں ایک سادہ مزاج اور سادہ خاتون مس امت السلام رہتی تھیں، انہوں نے بعض اخبارات میں مسٹر جناح کے لئے قائد اعظم کا لقب پڑھا، گاندھی جی نے ملاقات کے لئے مسٹر جناح کو خط لکھا تو امت السلام نے کہا، اردو اخبارات انہیں قائد اعظم لکھتے ہیں، ابھی اسی لفظ سے انہیں مخاطب کیجئے، اس اقدام کے اثرات نتائج کو بیکر نظر انداز کر کے گاندھی نے جھٹ مسٹر جناح کو قائد اعظم لکھ دیا، فوراً ہی یہ خط اخبارات میں شائع ہو گیا، ہندوستانی مسلمانوں نے دیکھا کہ گاندھی جی بھی مسٹر جناح کو قائد اعظم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں تو انہوں نے محسوس کیا کہ واقعی وہ قائد اعظم ہی ہیں" (۳۳۵)

بالفاظ دیگر مسٹر گاندھی جو کچھ فرمادیتے مسلمان اسے "کاردرجہ دیتے اور رد نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ غلط فہمی اور غلطی والے کی عقیدت مندی کی انتہا ہے ورنہ اسی "ماتما جی" کے دو قوی نظریہ کو خلاف اسلام اور قائد اعظم محمد علی جناح

ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) نے انگریز پرستی کے الزام کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

"ہمارے قومیت پرست حضرات کو جب لیگ اور مسٹر جناح کے خلاف اور کچھ نہیں سوچتا تو یہ کہہ کر اپنا "حق نمک" ادا کر دیتے ہیں کہ "جناح ٹوڈی ہے، سرکار پرست ہے، آزادی کا دشمن ہے" وغیرہ وغیرہ لیکن سنئے کہ اس "ٹوڈی اور سرکار پرست" جناح کے متعلق ان نیشنلٹ حضرات کے آقا یان نعمت کے کیا خیالات ہیں۔ مسٹر سستیہ مورتی اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں:

"(بھلا پوچھئے تو سہی کہ) مسٹر جناح نے آج تک جنگ کے سلسلہ میں سرکار کو کیا امداد دی ہے، یہی امداد کہ انہوں نے برطانوی اعلان کر دیا اور اس اعلان کی آج تک تردید نہیں کی کہ ہندی مسلمانوں کی وہ فوجیں جو بیرون ہند بھیجی گئی ہیں، انہیں اسلامی ممالک کے خلاف نہ لڑایا جائے خواہ وہ ممالک برطانیہ عظمیٰ کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں اور یہ امداد کہ جب (دہلی میں) کانڈر ایچیف صاحب بمبار نے جنگ کے سلسلہ میں کانفرنس طلب کی تو مسٹر جناح نے اس میں شرکت سے صاف انکار کر دیا" (۳۳۲)

آخر میں ابوالکلام آزاد کے سیکرٹری ہمایوں کبیر کے رائے پیش خدمت ہے، "برطانوی شہر دو لوگ جناح کو پسند نہیں کرتے تھے چونکہ کوئی بھی کانگریسی اس قدر تنقید نہیں کرتا تھا جس قدر سخت تنقید قائد اعظم ان پر کرتے تھے" (۳۳۳)

قائد اعظم بمقابلہ ہندو لیڈر

کانگریسی مولویوں کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے دلوں میں ہندو لیڈروں کی عقلت بڑھا کر قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگی رہنماؤں کی اہمیت ختم کر دی جائے۔ مولوی حسین احمد دیوبندی پنڈت جواہر لال نہرو کی شاخواری کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جواہر لعل نہرو ہے، اس نے کبھی نہیں کہا کہ میں

جناب ظفر علی خان کے بیان کے مطابق:

”میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے، غصہ میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرہاتے جاتے تھے کہ دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں“ (۳۵۰)

جناب محمد یعقوب مظفر نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

”پاکستان کی تاریخ سے واضح ہے کہ حضرت قائد اعظم کو تحریک پاکستان کے دوران کن سنگار گھانوں سے گزرنا پڑا۔ کن خار زاروں کو پامال کرنا پڑا، برائے نام مسلمان علماء تک قائد اعظم کے خلاف تھے، نہ صرف یہ بلکہ نیشنل کانگریس کے لئے سب کچھ کر گزرنے پر تے ہوئے تھے، قائد اعظم اور ان کے مخلص ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ صراطِ مستقیم کے رہروں کو برکانے کے لئے کانگریس ٹوڑی مسلمان بیشِ مصروف کار رہتے تھے لیکن ان تمام رکاوٹوں کے باوجود عزم و استقلال کا یہ پیکر اپنی منزل کے حصول کی جانب رواں دواں رہا“ (۳۵۱)

تقید و تضحیک

مولوی حسین احمد دیوبندی کو کبھی یہ نظر نہیں آیا کہ مسٹر گاندھی ذکیئر تھے، جس شخص نے بھی اس کی مرضی کے خلاف قدم اٹھایا، اسے جین کی نیند سونے نہیں دیا ”مہاتما جی“ کو محسوس ہوا کہ صدر کانگریس مسٹر بوس کہیں آگے جا کر اس کی ”خدائی“ کے راستے میں روڑا بن جائے، اس لئے رائے شماری کے ذریعے اس منتخب شدہ صدر کے خلاف صفِ آراء ہوئے، کانگریس کی ورکنگ کمیٹی سے استعفیے دلوائے اور ”مرن برت“ کا اعلان کر دیا، پیجاریوں نے دیوتا کے حضور اپنی شردھا (عقیدت) کا ایسا صحن چلایا کہ بوس بچکارہ اس کے دھوئیں میں گم ہو کے رہ گیا (۳۵۲)

سی پی کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر کھڑے - کے اس بیان سے

تقریبوں کا حامی قرار دیا، اسی طرح، ہندو مسلم اتحاد کے مخالفین کو دشمنانِ اسلام بتایا لیکن چند نام نہاد مسلمانوں کے علاوہ مسلمانوں کی اکثریت نے ان کے ان ارشادات کو مسترد کر دیا اور انہیں اسلام کا دشمن قرار دیا، اس لئے مسلمانوں پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے مسٹر گاندھی کے کہنے پر محمد علی جناح کو قائد اعظم تسلیم کر لیا، اسلام اور اس کے نام لیواؤں کی توہین کے مترادف ہے۔

افسوس کا مقام ہے کہ جب مشرکین ہند کے سربراہ مسٹر گاندھی کو ”مہاتما“ مشہور کیا جارہا تھا تو قوم پرست مولویوں نے صرف اس غیر شرعی لقب پر تنقید کی بلکہ اسے عام کرنے کی نکتہ دو کرتے رہے۔ آج بھی ان کی تحریروں اور تقریروں میں یہ لفظ عام ملتا ہے لیکن جب امام احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے وضاحت فرمائی کہ ”مہاتما“ کے معنی ہیں عظیم روح“ اور ”مہاتما“ کے معنی ہیں وہ جس سے مسٹر گاندھی کو ”مہاتما“ کہنا کفر ہے (۳۵۳)

تو ابوالکلام آزاد، جنہیں ان کے معقدین مجتہد کے جلیل القدر منصب پر فائز کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے (۳۵۴)

نے -----
میں مددی سے یہ بہانہ بنایا کہ ”میں خود تو مہاتما کے یہ معنی تک نہیں جانتا کہ وہ کوئی تعظیم کا لفظ ہے“ (۳۵۵)

لیکن ساتھ ہی -----
ہتے ہیں کہ ”وقت کی ساری پھیلی ہوئی اندھیاریوں میں انسانی عظمت کا ہی ایک روشن پتلو ہے جو مہاتما گاندھی کی عظیم روح کو جسے نہیں دیتا“ (۳۵۶)

----- یہ سب کچھ ان کے نزدیک درست اور مسلم کے عین مطابق تھا لیکن جب مسلمانوں نے اپنے محبوب خدا کے لئے قائد اعظم کا لقب تجویز کیا تو ان حضرات نے نہ صرف اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا بلکہ اس کے ذریعے اپنے ”مہاتما“ کی عظمت کو برحانے کی بھی کوشش کی، ایسی سوچ پر جتنا حق نام کیا جائے کم ہے۔

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی کی ہندو لیڈروں سے وفاتِ حقیت بھی قابلِ عبرت ہے، روزنامہ ”زمیندار“ کے ایڈیٹر

بھی مسٹر گاندھی کی مطلق العنانی کی تصدیق ہوتی ہے:

”ماتما گاندھی بھی آج پوپ سے کم نہیں ہیں‘ بظاہر وہ کانگریس کے چونی کے ممبر بھی نہیں لیکن صورت حال یہ ہے کہ وہ کانگریس کی ورلنگ کمیٹی کے خالق و مالک ہیں اور اس کمیٹی کے ذریعہ سے تمام کانگری حکومتوں سے جو کام چاہیں کر سکتے ہیں‘ کانگریسی وزیروں و دم مارنے کی مجال نہیں“ (۲۵۳)

اس کے علاوہ مسٹر گاندھی کی ڈکٹیٹر شپ کے کئی شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن چونکہ وہ مولوی حسین احمد دیوبندی کے پسندیدہ قائد تھے‘ اس لئے مولوی صاحب نے عمر بھر اس پر کبھی بھی تنقید نہیں کی بلکہ تقسیم کے بعد بھی ”مکان پر جب آزادی ہند وغیرہ کا تذکرہ ہوتا تو مولانا مسٹر گاندھی کی تعریف کرتے اور کانگریس کی شرکت پر زور دیتے“ (۲۵۴) لیکن بد قسمتی سے مسلمانوں کے قائد اعظم سے اسے خدا واسطے کا پیر تھا۔ جب بھی لب کشائی کی‘ زہر سے پیچھے ہوئے الفاظ منہ سے نکلے‘ زندگی کی آخری سانس تک کلمہ خیر کہنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی‘ فرماتے ہیں:

”ہائی کمانڈ اور لیگ کونسل میں جن لوگوں کو اقتدار حاصل ہے‘ وہ سب کے سب جناب قائد اعظم کی نظر التفات کا تماشا رہتے ہیں اور پھر جب کسی نے ذرا بھی حق پرستی اور حق گوئی کا یا اصلاح کا ارادہ یا عمل کیا اس کے ساتھ کیا عمل کیا گیا‘ اس کو جی ایم سید کے دل و جگر سے پوچھئے اور ان کے بیانات سے روشنی حاصل کیجئے“ (۲۵۵)

دوسرے مہربان مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی تھے‘ جنہوں نے اسوہ حسنہ کے برعکس ہمیشہ تشددانہ رویہ اختیار کیا‘ فرمایا:

”ملک آزاد ہونے پر مسٹر جناح اور اس کے لیلی لیڈروں پر مقدمہ چلایا جائے گا‘ انہوں نے ہند کے مفاد کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے‘ کبھی بھی یہ پاکستان کے حقدار نہیں“ (۲۵۶)

اللہ تعالیٰ نے قائد اعظم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو پاکستان عطا فرمایا‘ کسی کو ان پر مقدمہ چلانے کی جرات نہ ہوئی البتہ اس عظیم لیڈر کی فراخ دلی کی داد دینی پڑتی ہے کہ مولوی صاحب کی جماعت مجلس احرار کے کئی مرکزی لیڈروں نے جب

ہندوؤں سے جان بچا کر پاکستان آکر دم لیا تو انہیں بتول اسی ”بجرم“ ”بددین“ مذہب سے متفر“ اور ”کافر“ نے پناہ دی اور باعزت زندگی گزارنے کا موقع عطا فرمایا۔ ایک اور کھدر پوش مولوی کا ذکر کرتے ہوئے ماہر صاحب رقمطراز ہیں۔

”مولوی سیح اللہ کا تعلق دیوبند کے مکتبہ فکر سے ہندوستان کے سب سے بڑے فقیہ علامہ مفتی کفایت ان کے خرتھے‘ اس نسبت سے وہ کٹر کانگریسی تھے سے پیر تک کھدر میں ملبوس‘ کانگریس کے مداح اور مسلم کے سخت ناقد۔۔۔ قائد اعظم محمد علی جناح پر وہ ”میزک پاس“ کی طر کیا کرتے تھے“ (۲۵۷)

کس قدر دکھ کی بات ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح وفات کے بعد بھی ان کے دلوں سے بغض ختم نہیں ہوا اور ان کی ہمیشہ محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ کو اسلام سے خارج کر دیا۔ مولوی محمد اسحاق سندھیلوی نے لکھا:

”شعبیت کا غلبہ مودودی صاحب کا مقصد ہے اسلامی نظام“ سے ان کی مراد شیعی نظام ہے جس کا ایک اہتمام وہ مس فاطمہ جناح آنجنمائی کو صدر بنانے کی صورت میں کرچکے ہیں“ (۲۵۸)

مسلمان اسے سلطان! اسے شریعت مصطفویٰ کے تابع فرمان! جان اور مال کو سجدہ حضرت خرت عزوجل کے سوا کسی کے لیے نہیں اس کے غیر کو سجدہ عبادت اجماعاً شرک میں کوئی زمین اور سجدہ محبت عظام و گناہ کبیرہ بالیقین اس کے کفر میں اختلاف علماء دین ایک جماعت فقہائے متکفیر مقتول ہے۔ (الزبدۃ الزکیہ)

(از مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ السلام)

مسلم لیگ اور قوم پرست مولوی

حیدر تھی ' اس لئے کہ کانگریسی رہنما اپنے مذہب سے بغاوت کر کے اسلام کی نشوونما کی خاطر کام کرنے کے لئے کسی صورت میں بھی آمادہ نہیں ہو سکتے تھے ' بالقرض ان کے دل میں اسلام کا احترام ہوتا بھی تو ہندو انہیں حق نمائندگی سے محروم کر کے اپنی پسند کے دوسرے رہنما منتخب کر لیتے ' جواب طلب سوال یہ بھی ہے کہ اگر ان ہندو رہنماؤں میں مسلمان لیڈروں سے بھی زیادہ اسلام کی ہمدردی کا جذبہ موجود تھا تو یہ اسلام قبول کرنے میں کون سی رکاوٹ محسوس کر رہے تھے ۔

ابوالکلام آزاد کے شاگرد رشید اور دیرینہ رفیق کار مولوی عبدالرزاق طبع آبادی ندوی رقمطراز ہیں :

"مسلم لیگ کا دعویٰ ہے کہ وہ مسلمانوں کی جماعت ہے ' ہر مسلمان کو اسی کا ساتھ دینا چاہیے اور جو مسلمان اس کا ساتھ نہیں دیتا ' جماعت سے خارج ہے ' شریعت کی رو سے دوزخی ہے بلکہ یہ تک کہہ دیا گیا ہے کہ ایسا مسلمان واجب القتل ہے ۔

مسلم لیگ مسلمانوں کی کتنی ہی بڑی جماعت ہے مگر کیا مسلمانوں کی اس جماعت سے بھی بڑی ہے جو یزید کے ساتھ تھی ' یزید کی جماعت میں سبھی مسلمان کسی نہ کسی طرح داخل ہو چکے تھے ' صرف دو مسلمانوں نے داخل ہونے سے انکار کیا تھا ' یعنی حضرت حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۔

اب لگی "علمائے اسلام" سے سوال ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام ' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور یزیدی جماعت کے مخالف کوئی مسلمانوں کے بارے میں کیا فتویٰ ہے ؟ کیا یہ جلیل

القدر صحابی اور کوئی مسلمان معاذ اللہ یزید کی جماعت سے الگ رہنے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو چکے تھے ؟

یہ تو کوئی لگی مولوی نہیں کہہ سکتا کہ یزید کے ساتھ مسلمانوں کی بہت ہی بڑی جو اکثریت تھی وہ اسلامی جماعت نہ تھی ' لگی مولویوں کو بھی ماننا پڑے گا کہ یزید کی جماعت مسلم

جمعیت العلماء ہند کے صدر مولوی حسین احمد ندوی کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے کہ :

"سورٹی اور کتوں سے اتحاد ہو سکتا ہے مگر انگریز سے اتحاد ہو سکتا" (۳۵۹)

اس ارشاد کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسلم لیگ والے کتنے گئے گزرے ہوں لیکن وہ بہر حال انگریزوں اور ہندوؤں سے تھے ' مزید برآں وہ رام راج نہیں بلکہ ایک علیحدہ خود مختار مملکت پاکستان کا مطالبہ کر رہے تھے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا مسلم لیگ سے نہ صرف اتحاد نہ ہو سکا بلکہ بدلتے ہوئے ان عناصر کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا جو مسلمانوں کے خون سے اور ہندو راج قائم کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے ' بات یہ ہے کہ آج بھی بعض حضرات اس موقف کو صحیح مانتے اور قیام پاکستان کو ایک فراڈ سمجھتے ہیں ۔

مسلم لیگ اور اسلام

مولوی محمد رفیع عثمانی رقمطراز ہیں ۔ "کانگریسی خیال رکھتے ہیں کہ مسلمان جو گاندھی جی ' پنڈت نہرو اور سردار پٹیل کی قیادت میں جماعت قرار دے رہے تھے ' ان کا ایک بڑا اعتراض مسلم لیگ پر یہ تھا کہ اس کے لیڈر علم دین سے بے بہرہ اور اسلامی نقطہ نظر سے بے پرواہ ہیں اس لئے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی بجائے مسلمانوں کی حمایت کرنا چاہیے" (۳۶۰)

اس مقالہ میں ہم نے کئی جگہ مذکورہ ہندو رہنماؤں کی اسلام کے خلاف تہمتیں دیکھی ہیں ' اسے پیش نظر رکھ کر معمولی سوجھ بوجھ سے غصہ بھی آسانی سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ مسلم لیگ کی تہمتیں ہی بڑی تھیں ' کانگریس سے بہر حال بہتر تھی اور اسلامی نقطہ نظر سے بہتر تھی ' لیکن مسلم لیگ ہی مسلم دونوں کی

مسلمان اس پر خاموش ہیں " (۳۶۳)
مولوی محمد میاں ناظم جمعیت العلماء ہند نے فتویٰ
کہ -

"مسلم لیگ کی موجودہ حالت سے جو بے دینی پھیل
ہے اور جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے
کانگریس تو درکنار ہندوستان کے تمام ہندوؤں سے نہیں بچتی
(۳۶۵)"

مسلم لیگ سے اسلام کو نقصان اس لئے پہنچ رہا تھا
بقول مسٹر سستھیہ مورتی: "ملک میں قتلوط حکومتوں کی
ناممکن ہے، اس لئے کہ کانگریس مسلم لیگ کے ساتھ مل کر
حکومت کس طرح قائم کر سکتی ہے، جس لیگ کا نصب العین
میں اسلامی حکومت کا احیاء ہو" (۳۶۶)

شرکت ناجائز

ابوالکلام آزاد نے ہوش سنبھالتے ہی مسلم لیگ کو سمجھ لیا تھا
- ۱۹۰۸ء میں مسٹر زاہد سرور دی کے مکان پر انہوں نے حسن نظام
کے ایک کانڈ پر یہ لکھا تھا: "سب باتیں منظور ہیں یہ اشتباہ
شرکت مسلم لیگ" (۳۶۷)

جمعیت العلماء ہند کے صدر اور کانگریس کے ممتاز
رکن مولوی حسین احمد دہلوی کا فتویٰ یہ تھا کہ:

"مسلم لیگ کی شرکت نہ صرف غیر مستحسن ہے بلکہ
معصیت ہے، خوبی خودداری کے بھی منافی ہے، مصالح سیاسی اور
دینیہ اور دنیوی کے سراسر خلاف ہے، احکام شریعہ یقیناً
اس کے اجتباب ہی کا فیصلہ کریں گے" (۳۶۸)

مسلم لیگ اور انگریز

قوم پرست حضرات کی ہندو نوازی اس حد تک پہنچ چکی تھی

لیگ کی جماعت سے کہیں بڑھ کر بلکہ افضل جماعت تھی" (۳۶۹)
معلوم نہیں ان لوگوں نے اسلام کی کن کتابوں کا مطالعہ
کیا تھا جس کی وجہ سے یہ ہندوؤں کی محبت میں اس قدر سرشار
ہو گئے کہ مسلم لیگ کو یزیدی اور کانگریس کو مسیحی جماعت
قائد اعظم کو یزید اور مسٹر گاندھی کو امام حسین علیہ السلام کا درجہ
دینے کی جسارت کرنے لگے، یہ علیحدہ بات ہے کہ تلخ آبادی
صاحب نے دو ایسی حقیقتوں کا اعتراف کیا ہے جو اس طبقہ کے
دوسرے مولوی نہیں کرتے ہیں، ایک یہ کہ مسلم لیگ میں علماء
کرام شامل تھے، دوسری یہ کہ مسلم لیگ شروع ہی سے مسلمانوں
کی نمائندہ جماعت تھی کیونکہ مٹھی بھدا افراد کو چھوڑ کر مسلمانوں
کا سوا اعظم اس کا حامی تھا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قوم پرست
حضرات جن خیالات کا اظہار فرماتے تھے، اس کی سند اگرچہ
اسلامی تعلیمات میں موجود ہو یا نہ ہو لیکن مسٹر گاندھی، نہرو، جیل
اور دوسرے ہندو پیروں کے "ملفوظات" میں ضرور مل جاتی
تھی، مولوی عبدالرزاق تلخ آبادی کے مذکورہ بیان کا مؤخذ ڈھونڈنا
شروع کیا تو ہمیں الہ آباد کے مشہور کشمیری وکیل پنڈت
ابو دھیانا تھ کا یہ ارشاد مل گیا

"چونکہ مذہب اسلام کے پہلے چار خلفاء موروثی قاعدہ کے
علاوہ ایک دوسرے قاعدہ سے منتخب کئے گئے تھے، اس لئے اس
زمانہ میں ایک ریپریزنٹیشن گورنمنٹ موجود تھی اور اس لحاظ
سے تمام مسلمان جو میٹل کانگریس کی مخالفت کرتے ہیں، یزید کے
پیرو ہیں" (۳۷۰)

رئیس الاحرار چوہدری افضل حق صاحب نے ایک تقریر
میں کہا:

"بطور جماعت خود خائف رہتا اور اپنی قوم کو ہندو سے
خوف دلانا لیگ کا قلفہ حیات ہے، یہ دشمنوں کی کوششوں سے
بڑھ کر اسلام دشمنی ہے" (۳۷۳)

جمعیت العلماء ہند کی قائم کردہ انجمن امارت شرعیہ
ہمارے ایک مبلغ نے خیال ظاہر کیا کہ:

"لیگ مذہب کو مٹانا چاہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے
قائد نے اسبلی میں ہمیشہ اسلامی قانون کو ناپاس کیا ہے اور لیگی

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ لیگ برطانیہ کے چشم و آبرو پر رقص رازی تھی" (۳۷۳)

آخر میں مولوی حسین احمد دیوبندی متمم دارالعلوم دیوبند کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں جن میں انہوں نے ہندو کانگریس کی تعریف فرمائی ہے اور مسلم لیگ کے متعلق ایسی باتیں فرمائیں جو شاید کوئی بھی ہندو لیڈر کہتے ہوئے شراجاتا، ویسے بھی مسٹر گاندھی 'نہرو' راجندر پرشاد وغیرہم کو اس قسم کی باتیں کر کے اپنے آپ کو ایک کم فہم اور غیر ذمہ دار سیاستدان ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی اس لئے کہ ان کے "مسلمان" دوست یہ ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے موجود تھے، مولوی حسین احمد صاحب نے فرمایا:

☆ "مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ مسلم لیگ وائسٹ یا غیر وائسٹ طور پر برطانوی سیاست کا آلہ کار بنی ہوئی ہے" (۳۷۳)

☆ ۱۹۰۶ء میں متعدد ذمہ داران برطانیہ کی کوششوں سے مسلم لیگ کی تخلیق شملہ کی چوٹیوں سے ظہور پذیر ہوئی اور آج تک اسی پالیسی پر گامزن ہے۔۔۔۔۔ مسلمانوں کو خصوصی طور پر

جو شخص بھی ہندو کانگریس اور اس کے لیڈروں کی تابعداری سے انکار کر دیتا، فوراً وہ انگریز کے ایجنٹ ہونے کے فتویٰ میں آجاتا، رئیس الاحرار چودھری افضل حق نے اپنی ایک کتاب میں سامعین کو بتایا:

"ہم لیگ کو دام افرتک سمجھ کر دور ہی رہنا چاہتے ہیں مگر ہم ناچھو مطالبہ کرتے ہیں کہ لیگ کی مضرت سے قوم کو بچانے کے لئے پہلے لیگ کے دام میں پھنس جاؤ، پھر غریب طبقہ سے مل کر انگریزی استعمار کے ان امیر شکاریوں سے قوم کی گلو خلاصی کراؤ، نہیں سوچتے کہ ہم نے برسوں کی محنت کے بعد ناممکن کو ممکن کر دیا، سرمایہ داروں کو لیگ سے نکال بھی دیا تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ یہ سرمایہ دار ۱۹۲۸ء کی طرح لیگ کی جنت سے سرک کر ہندو کانگریس کی نئی دنیا بسائیں گے؟ مسلمانوں کے بچانے کی یہ ایک ملٹی سیاست میں قابل توجہ نہیں ہے

ارباب سمیرت غور کریں کہ لیگ میں بجز سرمایہ کی کشش رکھتی کیا ہے قربانی اور ایثار سے لیگ کا جیب و دامن اب تک تھی ہے" (۳۶۹)

بھلے احرار کی ورنگل کمپنی نے یہ رائے ظاہر کی کہ مسلم سرمایہ داروں اور خطاب یافتہ لوگوں سے بھری ہوئی ہے جو قربانی نہیں کر سکتے" (۳۷۰)

مولوی عبید اللہ انور مسلم لیگ کو سرکاری ایجنسی بتایا کرتے

"۹ نومبر ۱۹۰۶ء کو مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا، اس کے مقاصد اتنے افسوسناک تھے کہ معلوم ہوتا ہے، سرکار کی ایجنسی ہے جو فرائض مخصوصہ سرانجام دینے کے لئے معرض میں آئی ہے" (۳۷۱)

قاضی مظہر حسین (چکوال) کے خیال میں:

"مسلم لیگ کی بنیاد انگریز نے رکھی ہے اور یہ مسلم لیگی کے ایجنٹ ہیں" (۳۷۲)

اب الکلام آزاد نے حق نمک ادا کرتے ہوئے فرمایا:

"مسلم لیگ سیاسی جنگ سے بیشک کنارہ کش رہی لیکن جب مسلمانوں نے کوئی قدم آگے بڑھایا تو وہ مسلمانوں کے مطالبات کو کھڑی ہو گئی لیگ کا یہ پروگرام حکومت کے حسب دلخواہ تھا

میلیٹری سٹورز

دہلی روڈ

فون: 6675740
صدر بازار لاہور کینیٹ

پروپر اسٹریٹ
ایم اے بک خان

اجازت دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، راجہ صاحب نے استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ وہ مشر جناح کے ساتھ وعدہ چکے ہیں، اس لئے یہ مشورہ قبول کرنے سے معذور ہیں (۳۷۸)

فلاح و بہبود

کانگریس مولویوں کو ”مسلم لیگ میں دینی اور دنیاوی کوئی بھی خوبی نظر نہیں آتی تھی وہ کانگریس کے لئے جس قدر نرم گوشہ رکھتے تھے اس سے کہیں زیادہ مسلم لیگ سے نفرت کرتے تھے رئیس الاحرار بہداری افضل حق نے فرمایا:

”نہ ہم مسلمانوں کے حقوق نظر انداز کرنے والے ہیں اور نہ حقوق کو ہمانہ بنا کر آزادی کی جنگ میں لیگ کی طرح پہلو بچانے والے ہیں“ (۳۷۹)

ری سہی کسر مولوی حسین احمد دیوبندی نے پوری کردی انہوں نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ:

”مسلم لیگ ہرگز ملک اور قوم کی بہتر کے لئے جدوجہد کرنے والی جماعت نہیں ہے اور نہ آئندہ اس سے کوئی امید رکھی جاسکتی ہے بلکہ نہایت مضرت رساں اور مایوس کن جماعت ہے“ (۳۸۰)

نمائندہ جماعت نہیں

پنڈت جواہر لال نہرو کا کہنا تھا:

”کہا جاتا ہے کہ لیگ کا کمانو مگر مجھے اس سے اختلاف ہے، لیگ اور مسلمان جدا چیزیں ہیں، معلوم نہیں کل کیا ہوتا ہے لیکن آج میں اپنے دماغ کو ٹوٹا ہوں تو ایک ہی جواب پاتا ہوں، وہ یہ کہ جب تک لیگ کا موجودہ طرز عمل قائم ہے ہمیں اس سے دور رہنا چاہیے، لیگ میں اور ہم میں سمجھوتہ نہیں ہوگا بلکہ لڑائی ہوگی، آج بھی، کل بھی اور برسوں بھی“ (۳۸۱)

پنڈت نہرو کے موقف کی تائید کرتے ہوئے جون ۱۹۳۵ء میں

کانگریس سے متنفر کرنے اور اس سے دور کرنے کی پالیسی آج سے نہیں بلکہ ۱۸۹۵ء یا اس سے بھی پہلے سے جاری ہے اور کامیابی ہوتی جاتی ہے، آج بھی یہی شراب ارغوانی جو کہ مسلم لیگ کی گھٹی میں ڈالی گئی تھی، اس کے ممبروں کو گورے گورے ہاتھوں سے پلائی جارہی ہے اور وفادارانہ اذلی اپنے خداوندوں کی مختلف پیراؤں میں خدمات جلیلہ انجام دیتے ہوئے لیگ کے پلیٹ فارم پر گرے اور جمعیت العلماء اور دیگر سچے مخلصین خدام ملت و ملک سے نفرت دلاتے ہیں“ (۳۷۵)

”وہی روح لیگ میں آج بھی کام کر رہی ہے جو ابتدا میں تھی یعنی برطانیہ کی مدد کرنا ان کو اپنے لئے مدار زندگی سمجھا اور اپنے جان و مال، عزت کو انگریزی راج کی ہندوستان میں بٹا کے لئے قربان کرنا اور اس کی تلقین مسلمانوں میں کرنا اور ہندوؤں کو عظیم الشان دشمن اور ان کی حکومت کو انتہائی مضرت اور ملک خطرہ سمجھا اور ان سے ہر وقت ڈرانا اور کانگریس سے جو کہ ملکی اور سیاسی جماعت ہے ہر طرح باز رکھنا وغیرہ، آپ آج بھی قائد اعظم کے خطبات اور لیگ کے کارکنوں کے خطبات، لگی پریس کے مضامین، ”ڈان“ اور ”منشور“ کے روزانہ آرٹیکلکلوں کو ملاحظہ کریں اور اسی روح اور حقیقت کا مشاہدہ کریں“ (۳۷۶)

”مسلم لیگ ایک ایسی جماعت ہے جو کہ برطانیہ کی محبوبہ ہے، دوسرے الفاظ میں وہ برطانیہ کی ہے اور برطانیہ اس کا ہے، اس کے موثر کارکن عافیت پسند، اقتدار طلب، آزادی ہند کے دشمن، برطانوی اقتدار کے مضبوط کرنے والے، مذہب اسلام سے بیگانہ بلکہ مخالف، ذاتی اغراض کے متوالے، عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے والے حضرات ہیں“ (۳۷۷)

حالات و واقعات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ انگریز مسلم لیگ اور اس کے قائد کو اپنا دشمن سمجھتے تھے، راجہ صاحب آف محمود آباد جب ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے تو انہیں متحدہ صوبہ جات کے گورنر نے بلا کر ہدایت کی کہ وہ انگریز کی دشمن جماعت مسلم لیگ کو چھوڑ کر نیشنل انگریز کلچرل پارٹی میں شمولیت اختیار کر لیں، بصورت دیگر انہیں بدترین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا، گورنر نے مزید بتایا کہ برطانوی حکومت اپنے دشمن محمد علی جناح اور اس کی جماعت کو اپنی کاروائیاں جاری رکھنے کی

شرک کافرئیں کے موقع پر ابوالکلام آزاد نے کہا:

”جہاں تک ہم سے ممکن تھا، ہم نے مسٹر جناح کی ہدایات پوری کرنے کی کوشش کی لیکن ہم ان کا یہ دعویٰ کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی تنها نمائندہ اور بااختیار تنظیم ہے“ (۳۸۲)

متشدد رویہ

ہو گئے، ان کے اس اقدام کی اتنے وسیع پیمانے پر تشہیر کی گئی اور یہ تاثر دیا گیا کہ اگر عثمانی صاحب اپنے رفقاء کو چھوڑ کر مسلم لیگ میں نہ آتے تو خاکم بدہن پاکستان کا قیام ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہوتا، پھر دسمبر ۱۹۳۵ء کی تاریخ بدلنے کے لئے دعویٰ کیا گیا کہ ”(۱۹۳۵ء میں مولانا شبیر احمد عثمانی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے“ (۳۸۱)

----- حالانکہ یہ صحیح نہیں، خود عثمانی صاحب فرماتے ہیں

”راقم الحروف خود ایک مدت دراز تک اسی شش و پنج میں رہا اور یہی وجہ ہے کہ خاصی تاخیر سے میں نے لیگ کی حمایت میں قلم اٹھایا“ (۳۸۷)

پروفیسر محمد انوار الحسن نے اصل صورت حال کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

”جمعیت العلماء (ہند) میں علامہ (شبیر احمد عثمانی) ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۵ء تک شریک رہے اور اس عرصے میں آپ نے خلافت کمیٹیوں اور جمعیت العلماء اور ہندو مسلم اتحاد کے پلیٹ فارموں پر زبردست تقریریں فرمائیں“ (۳۸۸)

بلکہ مولوی حفظ الرحمن تو یہاں تک ہماری معلومات میں اضافہ کرتے ہیں کہ:

”بارہا حضرت مولانا (شبیر احمد عثمانی) کی مجلس میں یہ بھی سن چکا تھا کہ میں جمعیت علماء ہند کے شرکت کانگریس کے فیصلہ سے مطمئن نہیں ہوں تاہم میں مسلم لیگ میں نہ شریک ہو سکتا ہوں اور نہ کبھی حمایت کر سکتا ہوں کیونکہ میرا یقین ہے کہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ کی لیڈر شپ علماء اسلام کی توہین اور مذہب کی تخریب کے درپے ہے اور مذہب کا نام استعمال کر کے بے دینی اور الحاد پھیلا رہی ہیں۔“ (۳۸۹)

اس کے باوجود ہم عثمانی صاحب کے اس صحیح فیصلے کو مستحسن سمجھتے ہوئے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس لئے کہ اگرچہ مسلم لیگ میں سنی بریلوی علماء و مشائخ من حیث الجماعت شامل تھے اور عثمانی صاحب کی حمایت و مخالفت دونوں سے مسلم لیگ کی کارکردگی پر کوئی نمایاں اثر پڑنے کا امکان نہیں تھا لیکن آپ کے اس غیر متوقع فیصلے سے پاکستانی ذہن کے لوگوں کو خوشی ضرور

نیشلت مولویوں نے اسلامی فلسفہ اخلاق کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے جارحانہ رویہ اختیار کیا اور ”جو اور جینے دو“ کے مسلمہ بین الاقوامی نظریہ کے برعکس تشدد کرتے، یہاں ان کے بعض ایسے ہی بیانات پیش خدمت ہیں:

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری، جنہیں ان کے عقیدت مند شریعت بھی کہتے ہیں، نے کہا: ”جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دے گا وہ سوڑے ہیں اور سوڑے کھانے والے“ (۳۸۳)

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی نے سری نگر میں نماز کے بعد ایک تقریر میں فرمایا کہ:

”اگر مسلم لیگ کا موجودہ رویہ اسی طرح جاری رہا تو قلیل عرصے میں اس کو جاپان و جرمنی کی طرح پھل دیا جائے گا“ مولانا صاحب نے مزید فرمایا کہ ”مولانا آزاد اور پنڈت نہرو کی بے عزتی جو مسلم لیگ کو بھگتنا پڑے گا اور ضرور بھگتنا پڑے گا“

محترم مسعود زاہدی ایڈووکیٹ رقمطراز ہیں:

”میرٹھ کے ایک احراری جلسے میں تو ایسا بھی ہوا کہ جب اس کی قیادت کو گالیاں دی جا رہی تھیں تو سید اشرف علی تھانوی اس پر چڑھ گئے، بولے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، ”ایک شخص یا ہی تھا کہ مسلم لیگ زندہ باد“ قائد اعظم زندہ باد کے ساتھ شکاف نعرے لگے کہ منتظمین متحیر ہو گئے، جب ان کا جلسہ جلسے میں تبدیل ہو گیا تو کھیا نے ہو کر کھسک گئے، لاؤڈ سپیکروں کا خرچہ بھی لیگ کو ادا کرنا پڑا“ (۳۸۵)

مولوی شبیر احمد عثمانی دسمبر ۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ میں شامل

ہوئی جبکہ ان کے اپنے ہم مسلک حضرات کو دھچکا لگا اور انہوں نے اپنے رد عمل کا اظہار خود عثمانی صاحب کے الفاظ میں کیجیوں کیا۔

”دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا، آپ حضرات (اکابر علماء دیوبند) نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا؟ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین، متمم اور مفتی سمیت (پاشتا ایک دو کے) بالواسطہ یا بلا واسطہ مجھ سے نسبت تکذ رکھتے تھے، دارالعلوم کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتیں، کیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوتے تھے“ (۳۹۰)

متفرق

کاگنری مولوی جب اپنا اجلاس منعقد کرتے تو الفاظ کے رود بدل کے ساتھ عموماً اس نتیجہ پر پہنچتے کہ:

”جمیعت العلماء (ہند) کی ورکنگ کمیٹی نے اس تجویز پر غور کیا ہے کہ فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے قوم پرست مسلمانوں کو منظم کیا جائے، ہمیں یقین ہے کہ مسلم لیگ کی پالیسی ہندوستان اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہے ان حالات میں مسلم لیگ سے ہمارا کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا“ (۳۹۱)

۱۹۳۶ء کے صوبائی انتخابات میں پنجاب میں اگرچہ مسلم لیگ سب سے بڑی پارٹی ابھر کر سامنے آئی لیکن اس قدر سہولتیں حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی کہ کسی دوسری جماعت کی مدد کے بغیر حکومت بنا سکے، مسلم لیگ کو اقتدار سے محروم کرنے کا ناخوشگوار فریضہ ہندو لیڈروں کو نہیں بلکہ ابوالکلام آزاد کو سر انجام دینا پڑا، آزاد صاحب فرماتے ہیں۔

”میں نے گفت و شنید کا سلسلہ ایسے انداز میں جاری کیا کہ یونینسٹ پارٹی کے لئے کانگریس کی تائید کے ساتھ حکومتی وزارت کا مرحلہ آسان ہو گیا گورنر ذاتی طور پر مسلم لیگ کی ماکس تھا لیکن اس حکمت عملی کے باعث اب اس کے لئے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہ گیا کہ یونینسٹ پارٹی کے لیڈر حیات خاں کو تشکیل وزارت کی دعوت دے“ (۳۹۲)

اب مولوی حسین احمد دیوبندی کے چند ارشادات خدمت ہیں:

☆ ”ہندو ماسیحا ویسے ہی ہندوؤں کی الگ جماعت ہے مسلم لیگ مسلمانوں کی، کانگریس ہندوستان میں بسنے والے ہندوستانی کی جماعت ہے“ (۳۹۳)

”لکھنیم پور کھیری میں حضرت (مولوی حسین احمد دیوبند) سیرت کے جلسے میں تقریر فرما رہے تھے، دوران تقریر میں ان کے ساتھ ساتھ (مسلم) لیگ پر بھی تنقید فرمائی، ایک صاحب غصے کے عالم میں کانپتے ہوئے کھڑے ہوئے اور بلند سے کہا کہ یہ سیرت کا جلسہ ہے، اس میں سیاست سے بچ کر کیجیے“ (۳۹۴)

☆ ”مسلم لیگ کی شرمناک کاروائیاں مشاہدہ کرنے کے بعد میں علیحدہ ہوا ہوں، ہر قسم کے ب و دشمنی کا یہ نسبت زیادہ نشانہ بنا ہوں وہ کون سے الفاظ و معاملات ہیں جو نہیں گئے، سر (علامہ اقبال) صاحب موصوف تو جب غیر ہیں اپنے ہی کیا کی کر رہے ہیں“ (۳۹۵)

مولوی حسین احمد دیوبندی کے ان تلخ ملفوظات کے متعلق اس بات کا جاسکتا ہے کہ کاش وہ مسلمانوں کے مقابلے میں غیر مسلم اور اسلام کے دشمن مشرکین ہند کے معین و مددگار نہ بننے ان کی یہ بات سو فیصد صحیح ہے کہ علامہ اقبال علیہ السلام دیوبند سے نہیں تھا بلکہ وہ مسلمانوں کے سوا اعلیٰ کے ساتھ ہی دو قوی نظریہ کے حامی وہ بھی تھے اور سنی بریلوی علماء و محدث بھی، کانگریس ان کی نظر میں صرف ہندوؤں کی جماعت تھی اکابرین کا موقف بھی یہی تھا، اولیا کرام و انبیاء علیہم السلام عقیدت مندی کے سلسلے میں بھی ان کے مابین مماثلت پائی تھی (۳۹۶)

پاکستان سے قبل جمعیت العلماء ہند کا موقف صحیح تھا اور پاکستان بن جانے کے بعد ملک میں جس قسم کے حالات پیدا ہوئے انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ (مسلمان ہند کی تکالیف کا جو علاج مسلم لیگ نے تجویز کیا تھا، وہ صحیح نہ تھا) جمعیت العلماء ہند نے مسلم اکثریت کے علاقوں کے کانفرنسز کا جو فارمولا پیش کیا تھا، وہ پاکستان کی موجودہ شکل کی نسبت زیادہ بہتر تھا اگر اس فارمولے پر عمل کیا جاتا تو قیام پاکستان کے دوران جو قتل و غارت ہوا، وہ نہ ہوتا کیونکہ ہندو مسلمان ایک عرصہ تک اکٹھے رہے تھے اور ان کے درمیان محبت و انس کے جذبات موجود تھے۔ (۵۰۱)

اب تک قوم پرست مولویوں کے جوار شواہد نقل کئے گئے ہیں وہ ہندو لیڈروں کے موقف کی تشریح میں اختصار کے پیش نظر ہم یہاں ثانی الذکر رہنماؤں کے صرف دو بیانات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

☆ ”مسلم لیگ انگریز کے پہلے بھی کام آئی ہے اور آئندہ بھی کام آئے گی (مسٹر کرپانی) (۵۰۲)

اعلیٰ خوبصورت اور دیو پاونٹی
کے لیے تشریف لائیں۔

پاک
سٹور

سررود، صد بازار، لاہور چھاؤنی

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ سے ان کی ملاقات

ہوتی ہے (۳۹۷)

فتاویٰ رضویہ کا انہوں نے مطالعہ فرمایا تھا

(۳۹۸)

نیز فاضل بریلوی رحمہ اللہ اور ان کے معقین کے افکار و نظریات سے ہندوستان میں جو مجموعی فضا پیدا ہوئی تھی اس سے یقیناً متاثر ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک قوی تحریک کے بجائے دو کمزوری نظریہ کا پرچار شروع فرمایا اور مہتمم دارالعلوم دیوبند مولوی حسین احمد دیوبندی کے اس بیان کہ ”میں اوطان سے ہجرت نہیں کرتا“ کی اصلاح فرماتے ہوئے چند اشعار کے تھے جو ہم نے اسی مقالہ میں درج کئے ہیں، اس کے علاوہ ایک تفصیلی مضمون بھی اخبارات میں شائع کروایا، بعض حضرات کوئی کرتے ہیں کہ علامہ مرحوم کو جب اصل صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ جس بات یعنی مسئلہ ”حمہ قومیت“ کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا تھا وہ برقرار رہا اور مولوی حسین احمد دیوبندی نے علامہ اقبال رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جو کتب شائع کیں، ان میں حمہ قومیت کی پرزور تائید کی ہے (۳۹۹)

اور تادم آخر وہ

ہے اس غیر شرعی موقف پر ڈٹے رہے، خلاصہ کلام یہ کہ علامہ کا موقف و مسلک وہی تھا جو سواد اعظم کا تھا لیکن جس میں تاریخی حقائق کو مسخ کر کے موجودہ دور میں علماء دیوبند کو پاکستان کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے بالکل اسی طرح اب قاضی افضل حق قرشی نے علامہ مرحوم کو علماء دیوبند کا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے (۵۰۰)

آدم برسر مطلب، آدمی جب گرتا ہے تو گرتا ہی چلا جاتا، انسان خطا کا پتلا ہے، اگر کسی دور میں کسی نے کوئی غلطی کی تو اپنا لیا تو ظاہر ہے کہ چونکہ وہ بغیر کی طرح معصوم نہیں غلطی معلوم ہو جانے پر اس کا اقرار کر لینا مومن کی شان ہے، ہمارے یہ مہمان برابر یہی اصرار کر رہے ہیں کہ ہمارے لوگوں کا نقطہ نظر صحیح تھا، جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ کے یار خان کے ناظم اعلیٰ مولوی بشیر احمد کا بیان ہے:

وقت نہاتے اور اپنے سیاہ ماضی کو روشن بنا کر آئندہ نسل
گمراہ کرنے کی سعی نا مشکور سے باز نہیں آ رہے اور یہ
افسوس ہے کہ ان لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے کوئی
آواز نہیں اٹھ رہی، کتنی دردناک و اندوہناک یہ حقیقت ہے
کہ وہ غفلت و بے غرض کارکن جنہوں نے حصول پاکستان
لئے جدوجہد کی، ان میں سے اکثر پاکستان میں کسمپرسی کے
اور گوش گمانی میں پڑے ہوئے ہیں اور رجن لوگوں نے پاکستان
کی مخالفت کی وہ گل چھڑے اڑا رہے ہیں اور دندنا رہے ہیں
”(۵۰۳)

آگے چل کر فرماتے ہیں

”اجزائی جماعت کی حریت آبی انگریز دشمنی کا بیانیہ
۱۹۴۶ء۔ عام انتخابات میں سیاست کے پورا بے میں چھوٹ
باب مسلم لیگ حصول پاکستان کی جنگ لڑ رہی تھی اور
کی پارٹی نے پنجاب یونیٹ پارٹی (جو برٹش سامراج اور
استبداد کی آخری نشانی تھی) کا پھہ چڑھ کر ساتھ دیا اور اتحاد
پارٹی سے معقول مالی امداد بھی حاصل کی اور تحریک پاکستان
مخالفت میں اجزائی پارٹی نے کانگریس اور برطانوی حکومت
ایجنٹوں سے کٹھ بوڑ کرنے میں ذرا بھر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ
اور حریت آبی کی شرم بھی نہ رکھی اور انگریز کے پٹوٹی
مل گئے، اجزائی جماعت کے لیڈر اس ملاپ سے قبل ہر
پر سٹیج سے بڑے زنانے دار انداز میں یہ کہتے نہیں تھکتے تھے
یونیٹ پارٹی اور نواتوں اور دوسرے نوظہان کرام کے
ترکوں کے معصوم فرزندوں کے خون کی مایا لگی ہوئی تھی
ان کتابکار آنکھوں نے دیکھا کہ انہی طروں کے ساتھ
تحریک پاکستان کی مخالفت ہوتی رہی ”(۵۰۵)

”جالدھر کے ایک جلسہ عام میں ایک اجزائی
نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے قرآن شریف
”گ“ ہے حالانکہ اس جلسہ میں حاضرین ۹۹ فی صد غیر
تھے تب نے یک زبان کہا کہ نہیں، مولوی صاحب نے
تو پھر یہ مسلم لیگ کا گاف ”گ“ کہاں سے آیا ہے
واقعہ تحریک پاکستان کے دور کا ہے، اس اجزائی
(کانگریس اور گاندھی کے دوگاف اس وقت نظر نہیں آ رہے)

”کانگریس (کانگریس) ورنگ کمیٹی کی رائے میں فرقہ وارانہ قضیے کا
اس وقت تک ہرگز قسلی بخش فیصلہ نہیں ہو سکتا، جب تک مختلف
فریق ایک تیسری پارٹی (انگریز) سے آس لگائے بیٹھے ہیں جس کی
نظر کرم کے طفیل انہیں خاص مراعات حاصل ہونے کی امید ہے،
ہرچند کہ اس طرح قوی مفاد کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے، جب کسی
قوم پر بدیشی حکومت مسلط ہو جائے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم کے
مختلف عناصر میں پھوٹ پڑ جاتی ہے، کانگریس نے ان تمام عناصر کو
متحد کرنے کی ضرورت سے کبھی اغماض نہیں کیا یہی ایک جماعت
ہے جس نے اپنا قوی کردار قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ ملک میں اتحاد
پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں طے کامیابی بھی ہوتی
رہی ہے، ورنگ کمیٹی کو یقین ہے کہ ایک مستقل اور پائیدار اتحاد
جس میں قائم ہو گا کہ پہلے بدیشی حکومت کا خاتمہ کیا جائے ”(۵۰۳)

مسلم زعماء کی آراء

تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن محترم عبدالجبار
جالدھری، ”مسلم لیگ سے سمجھوتہ نہ کر سکتے گا ڈھنڈورہ پٹینے
والے مولویوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:
”کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ مولوی (حسین احمد دیوبندی
صاحب اور ان کے لگے بندھوں نے ملت اسلامیہ کے خلاف
مشروکوں سے گٹھ جوڑ کیا، اسلام اور مسلمانوں کو سرزمین ہند سے
سیاسی طور پر ختم کرنے کے لیے ہر وہ حربہ استعمال کیا جو کوئی
بھی دشمن اسلام کر سکتا تھا، خواہ وہ فتویٰ کی شکل میں یا متحدہ
قومیت کا نعرہ بلند کر کے اپنے آقاہان ولی نعمت کو خوش کرنے
کے لئے ہر سعی فرمائی حتیٰ کہ بڑے زور سے کہا کہ ہم شیطان
سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں، مسلم لیگ سے نہیں اور یہ سب کچھ
اسلام کے مقدس نام پر کیا گیا، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قوم
پرست علماء اور دیگر نیشلسٹ مسلمانوں کی ان تمام اسلام دشمن
سرگرمیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور قائد اعظم
کے غلوں، دیانت، فراست کے طفیل پاکستان بن کر رہا اور آ
اب قائم رہنے کے لئے بنا (انشاء اللہ تعالیٰ) اب یہ لوگ اپنی

(۵۰۶)

نواب محمد اسماعیل صاحب صدر مسلم لیگ صوبہ متحدہ
تو جواہر لال نہرو کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم پیگ کے کاموں میں
بھی جذبات ابھار کر یونی دھنسی پیدا نہ کریں لیکن میں یہ کہنے
کی جرأت کرتا ہوں کہ یہی مشورہ کانگریس کے مولوی صاحبان
کو دیا جانا چاہیے، مجھے معلوم نہیں کہ اجزائی لیڈروں کی
تجربہ آپ تک پہنچی ہیں یا نہیں اور نہ ہی مجھ کو یہ معلوم ہے
کہ آپ نے کانگریس کے دوسرے اداروں کی تقاریر و ریکارڈ
تحریرات میں بھی پڑھی ہیں یا نہیں، لہذا تو ان گندی کالیوں کا
یہاں ذکر بھی نہیں کر سکتا جو یہ ہمارے لوگ مسلم لیگ اور اس
کے لیڈروں کو دیتے ہیں، ان کی تقاریر لغویت کی انتہا تک
پہنچ ہوئی ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود کانگریسی ان کی تقریروں
پر دل کھول کر تالیاں بجاتے اور خوش ہوتے ہیں" (۵۰۷)

جناب غلام فرید کپلانہ نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ
سے ملاقات کر کے انہیں جھٹک کا دورہ کرنے کی دعوت دی
"قائد اعظم نے فرمایا کہ میرے پاس اتنا وقت کہاں کہ ہر ضلع
میں چنچوں، میں نے عرض کی، ہمارا ضلع پسماندہ کہا جاتا ہے
میں مسلم اکثریت کا علاقہ ہے، آئے دن کانگریس کے خرید
نیشٹ مسلمان اور جمعیت العلماء اسلام (اس
وقت کی جمعیت العلماء ہند) کے مولوی اپنے آقاؤں کی نعمت کو
حق کرنے کے لئے علاقہ کی ناخواندگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے
ہے مسلم لیگ اور پاکستان کے متعلق بے سروپا باتیں کر کے
مسلمانوں کو MISLEAD کر رہے ہیں اور جاگیردار بھی اس وقت
تک یونینسٹ پارٹی سے جتنے ہوئے ہیں اور چھوٹورام کو اپنا
بھائی بنائے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ وہ ایمان بھی لے آئیں،
تو آپ تشریف لے آئیں تو اس علاقہ میں نئی روٹ چھوگی
ہے گی اور نیا ولولہ پیدا ہو جائے گا۔ آپ نے ذرا توقف
کے بعد میری اس درخواست کو شرف قبولیت بخشے ہوئے فرمایا
کہ صرف تین گھنٹے کے لیے آؤں گا" (۵۰۸)

مورخ پاکستان جناب عشرت رحمانی رقمطراز ہیں۔

"مولانا حسین احمد مدنی نے کانگریس میں اس طرح

لچکی لینا شروع کر دی جیسے وہ گاندھی جی کے آشرم میں (دیوبند سے ہٹ کر) داخل ہو کر ان کے بیماریا بن گئے، ان
کا یہ تبدیل شدہ رخ کردار انتہائی حیرت ناک اور قابل افسوس
تھا کیونکہ مولانا نے نہ صرف مسلم لیگ اور مسلمان سیاسی
رہنماؤں کے نظریات سے اختلاف کا مدد کر لیا بلکہ بعض
محامات میں کانگریس کی طرفداری کے لئے اپنے دینی عقائد بدل
کر ایسے بیانات شائع کرائے اور حرکات اختیار کیں جو دین میں
بھی ایک حد تک بیجا مداخلت کے مترادف تھیں۔

بعض مسلم سیاسی رہنماؤں کا خیال یہ ہے کہ چونکہ علمائے
دیوبند کی اکثریت کانگریس میں شامل ہو گئی اور یہ تمام حضرات
بحیثیت مجموعی نیشنلسٹ مسلم پارٹی میں شریک ہو کر ذاتی وجوہ و
مقاصد کے سبب کانگریس کے سرگرم رکن بن گئے اور اس کی
ہر جاؤ بیجا حمایت اور طرفداری، مسلم لیگ اور ان کے رہنماؤں
خصوصاً قائد اعظم کی مخالفت میں دھنسی کی حد تک متجاوز ہو گئے

دوسرے نیشنلسٹ مسلمانوں کی طرح مولانا حسین احمد نے
لیگ کی مخالفت میں شملہ کانفرنس کے دوران بعض ایسے
اقدامات کئے جو ان جیسے عالم دین ہی کی شان کے لیے شایان
نہ تھے بلکہ ایک عام دیندار مسلمان بھی ایسے بیجا کردار و عمل کا
مظاہرہ نہ کرتا" (۵۰۹)

"حضرات مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی،
مولانا مفتی کفایت اللہ اور چند دوسرے علماء کانگریس کی حمایت
میں اس قدر غیر اسلامی طور و طریق سے شدت اختیار کر کے
مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت میں غیر اسلامی شعائر اختیار کرنا
بست حیرت انگیز اور افسوسناک تھا" (۵۱۰)

تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن جناب حکیم عنایت اللہ
حسین سوہدروی کا بیان ہے کہ:

"۱۹۴۷ء کے مسلم لیگ مٹن لکھنؤ کے بعد مولانا ظفر علی
خان کی ہدایت پر، ضمنی انتخابات جو بجنور، ساران پور، مراد
آباد اور بلند شہر میں ہوئے، میں نے مسلم لیگ الیکشن آفس میں
خدمات سرانجام دیں، سید ذاکر علی آف آگرہ ناظم انتخابی مسم
تھے پورے علاقے کا دورہ کیا، جلسے جلوس کئے، میں اور

میرے رفقاء طلبہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ گاؤں گاؤں گئے لیگ کے متعلق یہ تاثر تھا کہ یہ انگریز کے اشارے پر اس کے اقتدار کو دوام دینے کے لئے کام کر رہی ہے یہ تاثر کانگریس اور جمعیت علمائے ہند کے اکابرین نے پیدا کر رکھا ہے، پھر مسلم یونیورسٹی کے طلبہ پر تو یہ الزام خاص طور پر تھا، ہم نے ایک گاؤں میں جلسہ کرنے کی کوشش کی مگر مقامی لوگوں نے تقریر سننے سے انکار کر دیا، چنانچہ باہمی مشورہ پر رات گاؤں میں گزاری اور مسجد میں قیام کیا، صبح جو نئی نماز فجر ہوئی، میں نے درس قرآن پاک شروع کر دیا، مجھے درس پر عبور تھا۔ تمام نمازیوں نے درس سنا اور وہ لوگ جنہوں نے ہمیں انگریز کا حامی قرار دیا تھا، آپس میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ یہ نوجوان بچے سچے مسلمان ہیں، چنانچہ یہ لوگ درس کے بعد ہمیں ساتھ لے گئے، خوب تواضع کی اور بعد نماز ظہر جلسہ کا اعلان کیا، جس میں گاؤں والوں کی کثیر تعداد شریک ہوئی، ہم نے مسلم لیگ کا پیغام پڑھایا، جلسہ ختم ہوا تو گاؤں کی فضا بدل گئی اور پھر انتخابات میں لیگ میاں سے اکثریت میں کامیاب ہوئی (۵۱۱)۔

مشہور مسلم لیگی رہنما صدیق علی خان، ابوالکلام آزاد کے کردار کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”مسلمانوں کے لیڈر مسٹر جناح نے اپنی قوم کی طرف سے (کانگریس کی جانب) دوستی کا ہاتھ بڑھایا، بد عہدی کی اس سے بدترین کوئی مثال نہیں ملے گی کہ انہوں نے بڑی بے باکی سے مسلم لیگ کو نمائندگی دینے سے صاف انکار کر دیا اور طرفہ تماشہ یہ کہ خود کو الگ تھلگ رکھ کر ایک کانگریسی مسلم رہنما مولانا ابوالکلام آزاد کو مسلم لیگی ممبروں کو جماعت سے توڑنے اور خریدنے کی گھٹیا خدمت انجام دینے پر مامور کیا، یہ کوئی نئی بات نہیں تھی کیونکہ انگریزوں اور ہندوؤں کی ہندوستانی تاریخ ایسے کمزور واقعات سے اٹی پڑی ہے، مولانا نے چودھری خلیق الزمان صاحب پر پرانی دوستی کا سارا لے کر ڈورے توڑ ڈالے لیکن یہ بھول گئے کہ چودھری صاحب ایک پرانے اور باران دیدہ ماہر سیاسی کھلاڑی ہیں اور کانگریسی گھر کے پرانے بھیدی ہونے کی وجہ سے کانگریسی لٹاکو بڑی آسانی سے

ڈھا سکتے ہیں، مولانا نے وزارت کا قدم قدم پر جمہوری صاحب کو کہہ کر پیش کیا کہ اس کو کھانے سے قبل ہمیں چند شرطیں پوری کرنی پڑیں گی (۱) مسلم لیگ پارٹی کو ختم کر کے اس تمام ممبروں کے ساتھ کانگریس میں بغیر کسی شرط کے شریک جاؤ اور صوبائی مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کو توڑ دو، اخبار میں جب یہ خبر شائع ہوئی تو مسٹر جناح نے لٹاکا کہ مرکز کو انداز کر کے صوبہ مسلم لیگ اور صوبہ پارلیمنٹری بورڈ کو تشدید کرنے کا کوئی حجاز نہیں ہے، بالآخر چودھری صاحب مولانا کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا (۵۱۲)۔

محترم اشتیاق اظہر ابوالکلام آزاد کی مسلم لیگ دشمنی ایک واقعہ بتائے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

”دسمبر ۱۹۴۷ء کے اواخر میں مولانا ابوالکلام آزاد کے اشارے پر ایک آزاد مسلم کانفرنس لکھنؤ میں طلب کی گئی تھی میں یو۔ پی مسلم لیگ کو بھی شرکت کی دعوت دی تھی، مقصد یہ تھا کہ چونکہ مسلمانوں میں اب تک مسلم لیگ کا اثر ہے اس لئے اس کے ذریعہ مسلمانوں کو حالات کے مطابق آپ کو بدلنے پر مجبور کیا جائے لیکن یوپی مسلم لیگ اس کانفرنس میں غیر مشروط شرکت پر آمادہ نہیں ہوئی بلکہ اس ایک پانچ رکنی وفد سید الاحرار (مولانا حسرت موہانی) قیادت میں مولانا آزاد سے ملا اور ان سے اس کانفرنس انعقاد کی غرض و غایت معلوم کی، ملاقات کے وقت پتہ چلا کہ مولانا آزاد مسلم لیگ کے خاتمہ اور کانگریس کے ساتھ مسلمانوں کی غیر مشروط وفاداری کے خواہاں ہیں لہذا مسلم لیگ نے اس کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا (۵۱۳)۔

جناح سید نذیر نیازی وہابیوں کا تعارف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”لیگ جس متحدہ حماز کی خواہاں تھی، اس کے مخالف کو وہابی یا اہلحدیث کہا جاتا، ورنہ سوال اہلحدیث کا تھا وہابیت کا لیکن اختلاف اور اشتقاق کے اس تکلیف دہ زمانے میں جب مسلمان الگ الگ حلقوں میں بکھر گئے تھے، بعض نے اصطلاحات کی شکل اختیار کر لی تھی اور ان کا اطلاق خاص خاص افراد یا حلقوں پر ہوتا، وہابیت یا دیوبند کا کانگریسی

فرقہ دار علماء اور ان کے عقیدت مندوں پر 'مولانا حسین
کاٹگریس کے حامی تھے' مولوی ثناء اللہ مدیر اہل
سنّت امرتسر بھی ملکی مظلّم کے زیر عنوان جب سیاست حاضرہ پر
تقریر فرماتے تو اس سے بھی کاٹگریس کی حمایت کا پہلو اٹھتا
اور غزنوی کا شمار بھی زعمائے کاٹگریس میں ہوتا۔ مولانا
احمد آزاد کو بھی اہلحدیث ہی کا رکن رکین تصور کیا جاتا تھا
اس بھی جماعت اہلحدیث کی تائید حاصل تھی 'لہذا عام خیال
تھا کہ اہلحدیث یا عرف عام میں "وہابی" لیگ کے خلاف ہیں
(۵۸)

ڈاکٹر اسرار احمد نے خطبہ جمعہ میں کہا:

"اہلحدیث، دیوبندی اور جماعت اسلامی، انتخابی سیاست

میں کامیابی کے جھنڈے نہیں گاڑ سکتے کیونکہ ان پر وہابیت کی
چھٹی چست کر دی جاتی ہے۔۔۔ حال ہی میں مولانا داؤد
غزنوی کے بارے میں ایک واقعہ پڑھا اور پھر اس کے راوی
جناب اسحاق بھٹی نے خود بھی مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے مولانا
سے 'جو جمیعت اہلحدیث کے صدر تھے' کہا کہ ہم سیاسی
طور پر منظم ہو کر انتخابات میں حصہ یوں نہیں لیتے، 'مولانا
خاموش رہے' کچھ دنوں بعد پھر کہا تب بھی چپ سادھے رکھی
تیسری دفعہ اپنی بات دہرائی تو مولانا نے فرمایا کہ مولوی
صاحب، میں تمہیں عقلمند آدمی سمجھتا تھا لیکن تم تو عقل سے
کور ہو، جیسے ہی ہمارا کوئی آدمی سیاست کے میدان میں اترا
'اسے وہابی کا لیبل چسپاں کر کے ناکام بنا دیا جائے گا' (۵۹)

اے اللہ، ہمارے ملک کو امن کا
گہوارہ بنادے

سُورَةُ الْعَصْرِ

سُورَةُ الْعَصْرِ وَكَيْفَ تَرَىٰ تِلْكَ الْآيَاتِ
سورہ عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ اَكْثَرُ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ

اس زمانہ محبوب کی قسم۔ بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور

وَتَوَاصَّوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَّوْا بِالصَّبْرِ ۝

ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی

- ترجمہ = امام احمد رضا رحمہ اللہ

خلاصہ تفسیر

قسم ہے عصر کی یعنی زمانہ کی اس کی سختیوں کی (عصر سے مراد نبی کریم ﷺ کا زمانہ ہو کہ وہ تمام زمانوں سے افضل ہے) آدمی یعنی کافر گھانے میں ہیں کہ اس کے لئے جنت کی جو نعمتیں ہیں وہ کفر کے سبب کھوئے رہتا ہے۔ مگر جو رسول ﷺ پر ایمان لائے اور قرآن پر اور ایک دوسرے کو حق یعنی دین اسلام پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور فرائض و واجبات کو ادا کرنے میں جو مشکلیں پڑیں ان کو برداشت کرنے کی تلقین کرتے ہیں وہ نقصان اٹھانے والے نہیں بلکہ برکت والے اور رب جل جلالہ کی رضا مندی حاصل کرنے والے ہیں۔

(تفسیر ابن عباس)

مُسلم لیگی اور قوم پرست مولوی

اسلام اور مسلم لیگی

یہ سب جائز اور اسلام کے عین مطابق تھا لیکن مسلم لیگی رہنماؤں اور سنی بریلوی علماء کرام کا جرم یہ تھا کہ وہ گاندھی کی اطاعت اور ہندوؤں کی سرپرستی کو قبول کرنے کی بجائے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کا مطالبہ کر رہے تھے ورنہ دیکھا جائے تو ایک جانب ہندو لیڈر تھے جن کے متعلق کتنا بھی حسن ظن سے دم یا جائے وہ اسلام کے اس قدر وفادار اور محافظ ثابت نہیں ہو سکتے تھے جتنا کہ کلہ گو مسلم لیگی لیڈر اور ان کے ہمنا سنی بریلوی علماء و مشائخ جن میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مساجدوں، حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، مفتی محمد بہان الحق جیلپوری، مولانا عبدالقادر بدایونی، امیر ملت سید بنامت علی شاہ محدث علی پوری، علامہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھی، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، علامہ ابوالحسنات محمد احمد، علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہم، قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی اور دیگر سینکڑوں علماء کرام و مشائخ عظام شامل تھے۔

اصل بات یہ تھی کہ تحریک پاکستان کے دوران جس شخص نے بھی کانگریس کی مخالفت کی، وہ واپس اسلام سے خارج یا کم از کم اس کا اسلام منگوا ضرور ہوا اور انگریز دوستی کے الزام سے بچ نہ سکا۔ اس میں شک نہیں کہ مسلم لیگ میں شامل سب حضرات اولیاء اللہ نہیں تھے تاہم ایک انصاف پسند شخص یہ ماننے سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ حضرات خیریت بت پرستوں سے بھرپور بہتر تھے لیکن بد قسمتی سے کانگریس مولوی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے، جو مسلمان کانگریس کی حمایت کرنے لگتا، چاہے وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتا، اس کا نام اصل مسلمانوں کی فہرست میں شامل ہو جاتا، اس کے علاوہ وہ سارے مسلمان انگریز کے تو ذی گمراہ، بے دین، دشمن اسلام، بدعتی اور مشرک تصور کے

کانگریس مولویوں کے نزدیک مسلم لیگی رہنما نام نہاد مسلمان اور سنی علماء و مشائخ بدعتی اور مشرک تھے حالانکہ ان میں ہند کے ساتھ خود گم ہو کر لیا تھا اور بقول جناب محمد رفیع صاب "مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث کے گھر پر جو مسلمان کی ملکیت ہے، کانگریس کا جھنڈا لہراتا ہے اور جناب صرف ان تمام غیر شرعی رسوم میں شرکت کرتے ہیں جو کچھ میں ہوتی ہیں" (۵۱۶)

مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی شبیر احمد عثمانی کے نام سے ایک مکتوب میں دارالعلوم دیوبند پر قابض مولویوں کے متعلق لکھتے ہیں:

"میں تو علم الیقین سے بڑھ کر عین الیقین سے دیکھتا ہوں کہ کانگریس مسلک کی روح مدرسے میں ڈالنا چاہتے ہیں" (۵۱۷)

تو، مولوی شبیر احمد عثمانی کا بیان ہے:

"افسوس۔ وہ دارالعلوم جس کی بنیاد اولیاء اکابرین نے رکھی تھی اور اس کی روایات کے بقاء و تحفظ کے لئے رکھی تھیں، آج کانگریسوں کا ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے جس میں ہر روز فوج کافی تعداد میں ہر وقت جمع رہتی ہے، حکومت کے فرزندوں کو جہاں کانگریس حکومت کے شوق نے لٹا دیا، آزادی کا پروانہ دے دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس سے آزادی حاصل کرنی بھی شروع کر دی ہے، آج سے ایسے طلباء موجود ہیں جو محرمات شریفہ اور منکرات کے رعب و جلا ہیں کہ شاید کسی ہندو کالج میں یہ بات نہ ہو

جاتے تھے :

مولوی عبداللہ بخاری صاحب لکھتے ہیں

"جب مولانا (عبداللہ) سندھی ہندوستان میں آئے تو پیش مولانا حسین احمد ان کی مخالفت کرتے رہے اور مسلم لیگ کے نو جوانوں کو کافر کہتے رہے" (۵۱۹)

سید صدیق الحسن گیلانی رقمطراز ہیں : "نوائے وقت مورخہ ۱۸ - اکتوبر ۱۹۴۲ میں اکرام الحق شیخ صاحب (جو ہر آباد) نے ایک مراسلہ "اتنی نہ بوجھاپکی داماں کی حکایت" کے عنوان سے شائع کرایا جس میں اخبار آزاد مورخہ ۱۵ - اگست ۱۹۴۲ء میں مطبوعہ فتوے کی طرف مفتی محمود صاحب کو تہجد دلائی گئی تھی جس میں مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ :

"ہندوستان کی تمام قوموں سے رشتہ قائم رہنا چاہیے لیکن کسی مسلم لیگی سے کسی مسلمان لڑکی کا نکاح جاری نہیں" (۵۲۰)

اسی طرح مولوی غلام غوث ہزاروی نے لکھا :

"مسلم لیگی لیڈر کافرو لڑکیوں سے شادی رچا کر بھی مسلمان ہی رہتے ہیں" دراصل ان کی مسلمان گوشت خوری کے لئے ہے" (۵۲۱)

پندت بھابھائے نے اپنی آپ بیتی میں مجلس احرار کے بھجوان میں آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے : "ان کی ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ کانگریس کے اجلاس کراچی میں ان کے ایک رہنما کو مدعو دینے سے انکار کر دیا گیا تھا (۵۲۲) اس لئے کانگریس سے وقتی طور پر ان بن ہو گئی اور ابو الکلام آزاد کے مشورے پر مجلس احرار کی تشکیل ہوئی" ستم ظریفی یہ ہے کہ بدلے لینے کے بجائے یہ جماعت کانگریس کی حلیف بن رہی اور قائد اعظم، مسلم لیگ اور مسلم لیگی لیڈروں کے خلاف اس قدر زہر افرازا کہ ہندو مسلمانوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئی" اس کی ورنلک کمیٹی نے ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء کے اجلاس لاہور میں یہ قرارداد منظور کی کہ :

"مسلم لیگ کی قیادت قطعی غیر اسلامی ہے" اس کا عمل آج تک ملت اسلامیہ کے مفاد کے متافی رہا ہے" مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں اسلامی قوانین کی مخالفت اس کا

مستقل شعار ہے۔ اس لئے مسلمان سیاسی مذہبی رہنمائی کی توقع مسلم لیگ کی غیر اسلامی قیادت سے نہیں۔۔۔ اور مسلم لیگ کے کسی فیصلہ کو اسلامی ہند کا فیصلہ نہیں دیا جاسکتا (۵۲۳)

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۲۶ - اپریل ۱۹۴۷ء

اردو پارک دہلی میں تقریر کرتے ہوئے سامعین کو بتایا : تحریک پاکستان کی قیادت کرنے والوں کے قول میں : "ہم کا اتحاد اور بنیادی فرق ہے۔۔۔ یہ بات میری سے بالاتر ہے کہ جو لوگ اپنی اڑھائی من کی لاش اور فٹ کے قد پر اسلامی قوانین نافذ نہیں کر سکتے وہ اس انسانی آبادی کے ایسے قطعہ زمین پر کس طرح نافذ کر سکتے" (۵۲۴)

مشہور کیونسٹ کانگریسی رہنما : اکنز محمد اشرف، حسین احمد دیوبندی صدر جمعیت العلماء ہند کی "تعلیم سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے یہ مقابل مسلم رہنماؤں کو ابوہنبل کا خطاب عطا فرماتے ہیں" اسی طرح مولوی صاحب کا مقام متعین کرنے میں دشواری پیش نہیں فرماتے ہیں :

"مسلم لیگ کے دفتر سے اسلام کی سند تقسیم ہوا تھی" چنانچہ وہ بزرگ جو برطانوی اقتدار منانے کے کانگریس میں شریک ہوتے تھے : اب مسلم لیگی رہنماؤں کی میں غدار اور خرم قرار پائے" ہم جیسے نام نہاد مسلمانوں اس قسم کے طعن و تشنیع سے واسطہ ڈرا کم پڑنا تھا (گو کانگریس کے رابطہ عوام کے سیکرٹری کی حیثیت سے میرے بھی فرد جرم جہان صاحب کی سرکار سے قائم ہو چکی تھی) حسین احمد کا جگہ دیکھتے کہ آئے دن ان ابو جھیلوں کے ہاتھوں ازبیتیں اٹھاتے تھے مگر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس آزمودہ کار مجاہد کے پائے ثبات میں لغزش آئے" (۵۲۵)

مسلم لیگ کے دفتر سے کسی قسم کی کوئی سند تقسیم نہیں ہوا کرتی تھی تاہم مسلم لیگی رہنما اور کارکن مسلمانوں سے کانگریس سے پیچھے اور مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کرنے کی اس ضرورت کرتے تھے جو قوم پرست رہنماؤں اور مولویوں کو مانا

ان اور ان جیسے دیگر کانگریس مسلمانوں کو راہ راست پر لانے کے لیے قوم پرست مولویوں کو بھی فکر لاحق نہیں ہوئی، ان کی لادینیت کو منظر عام پر نہیں لائے، ان کی نظر میں ہر وہ مسلمان بھٹکا ہوا، گمراہ اور لادین ہوتا جو کانگریس نظریات کو ٹھکرا کر مسلم لیگ کی حمایت کرنے پر کمر بستہ ہو جاتا، مذکورہ تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل طلباء کے متعلق مولوی حسین احمد دیوبندی فرماتے ہیں

"آج ان مراکز تعلیمیہ سے فارغ ہونے والے مسلمان فی صدی اسی اور نوے لکھ اور بے دین ہیں، نہ ان کی صورتیں اسلامی ہیں نہ سیرتیں، نہ عقائد اسلامی ہیں نہ اعمال و اخلاق، بڑے بڑے دعویدار اسلامیت و مذہبیت ایسے ہیں جن کی صورت اور لباس میں اور انگریز کی صورت اور لباس میں فرق نہیں معلوم ہوتا" (۵۳۰)

وکٹری ٹیلرز

لیڈی اینڈ منس

سیٹلسٹ

دہلی روڈ صدر بازار لاہور چھاؤنی

پروپرائیٹر: نعیم پریز

عسوں ہوتا تھا، نیشنلسٹ مولوی، کارکن اور ہندو مسلمانوں سے تھے تھے کہ "بدین اور گمراہ" محمد علی جناح کو دوش دیتا ہے یا "حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی مدظلہ العالی" کو، حالانکہ یہ صریح دھوکا تھا، مولوی صاحب کے حق میں ڈالا ہوا دھوکا تھا، مسٹر گاندھی اور ہندو کانگریس کو ملتا جلتا قائد اعظم محمد علی جناح کو ملنے والے دوش سے مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ قائم اٹھاتی، جہاں تک ان "جہادین" کی جدوجہد کا تعلق ہے، اس کا فائدہ بھی ہندوؤں کو پہنچتا تھا، یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کفار کی مدد کرنے والوں کو اگر جہادین کہا جائے تو حرمین اسلام کے مکروہ عزائم کو بے نقاب کرنے اور مسلمانوں کو ان کی سازشوں سے بچانے والوں کو کس لقب سے پکارا جائے گا۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اسلامیہ کالج، اور دوسرے تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل طلباء کی اکثریت نے مسلم لیگ میں شامل ہو کر کانگریس کا ذات کر مقابلہ کیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس کی سازشوں سے آگاہ کیا، نیشنلسٹ مولویوں کو جہادین ایک آنکھ بھی نہ بھاتے تھے، حالانکہ جو قوم پرست مسلمان کانگریس کے حامی تھے، ان میں اکثریت کمیونسٹ، کانگریس کے لادین اور نام نہاد مسلمانوں کی تھی مثلاً ڈاکٹر محمد رفیع جو شعبہ اسلامیات کے عمدہ دار تھے، ڈاکٹر سید محمود حق سیکرٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی حکومت صوبہ بہار کے وزیر تھے، یہ صاحب مغل شہنشاہ اکبر کے ایجاد کردہ، بین النہی کے طرز پر تھے، ہندوستان میں ایک نیا مذہب بنانے کے، الہی تھے (۵۲۶) ان کی فتح آبادی تھے جو مذہب کو ذہنی لباس اور قومیت و ملت کو بدن کی جلد سے تعبیر کرتے تھے (۵۲۷)

الہی بخش
ہدایات سندھ تھے جو کہا کرتے تھے "اگرچہ میں ایک مسلمان ہوں لیکن میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب میں وزارت پر بیٹھا ہوں تو میں نہ مسلمان ہوتا ہوں نہ ہندو، میں اس وقت خدا کا نمائندہ ہوتا ہوں" (۵۲۸)

ناظر تھے جو
تحقیق کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے (۵۲۹)

خود غرض لیڈر

انگریز اور مسلم لیگی

جناب ڈاکٹر وحید قریشی تحریر فرماتے ہیں :

”ان لوگوں کو مسلم لیگ کے لیڈروں پر یہ بھی تھا کہ ان کی وضع قطع فرنگیوں کی سی ہے“ اس لئے کہ مسلم ریاست کے لیے ان کی جدوجہد جتنی برخلوص نہیں بلکہ کھلم کھلا یہ کہا جاتا تھا کہ یہ انگریزوں کے پٹھو ہیں کی تحریک آزادی کو سوتاڑ کرنے کے لئے فرقہ وارانہ لگاتے ہیں واقعات ثابت کرتے ہیں کہ یہ بدگمانیاں درتھیں“ (۵۳۲)

اسی بدگمانی کے پیش نظر چوہدری افضل حق الاحرار فرمایا کرتے تھے ۔

”اکثر لیگی مسلمان اسلامی کلچر کے دعویٰ کا لہنی نمونہ“ (۵۳۵)

”تقسیم ہند کے بعد خیال کیا جاتا تھا کہ اصل صورت واضح ہو جانے کے بعد قوم پرست حضرات کے پس ماندگان پرستی کا من گھڑت الزام لگانے سے احتراز فرمائیں گے ایسا نہیں ہوا“ مولوی حسین احمد دیوبندی کے صاحبزادے محمد اسعد نے ایک تقریر میں کہا :

”بدقسمتی کی بات ہے کہ ملک آزادی کے بارہا تھا کہ مسلمان ہی روٹھ کے بیٹھ گئے ۔۔۔ وہ قوم شیروں کی اولاد جنہوں نے کبھی روٹھنا نہیں سیکھا تھا، کبھی بھی نہیں سیکھی تھی، آزادی سے روٹھ گئے، کہنے لگے انگریز تارا حای ہے، سر آکھوں پہ اس کی غلامی ہے“ مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ“ (۵۳۶)

کانگریس مولویوں کے نزدیک سب مسلم لیگی بیوقوف اور خود غرض تھے، چوہدری افضل حق رئیس الاحرار نے فرمایا : ”وطن عزیز اور دنیائے اسلام کی غلامی کا تقاضا یہ ہے کہ ہندوستان اور دنیائے اسلام کو الگ الگ نہیں بلکہ ایک غلامستان سمجھ کر قسمت آزمائی کی جائے لیکن قومی بوجھ بجھکڑ ایسے حال میں شمالی ہند کو پاکستان بنا رہے ہیں“ (۵۳۱)

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کے نزدیک مسلم لیگی رہنما بے عمل اور ایمان کے ڈاکو تھے، کہتے ہیں :

”مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں خاکستان ہے“ (۵۳۲)

مولوی ثروت حسین کے خیال میں انگریزوں کے جانے کے بعد ہندوستان میں سیکولر حکومت قائم کرنے کے لئے ایک مجدد کی ضرورت تھی، یہ کسی مولوی حسین احمد دیوبندی نے پوری کر دی اور ”خود غرض اور ابن الوقت“ مسلم لیگی لیڈروں کو ”شگفت فاش“ دے کر مسلم لیگ کے ”زہریلے پروپیگنڈہ“ کو بے اثر کر دیا :

”حضرت کے سیاسی شعور اور رہنمائی نہ بصیرت نے مسلمانوں کی بروقت صحیح رہنمائی فرمائی لیکن پھر بھی مسلمانوں کی مخصوص جماعت (مسلم لیگ) خود غرض اور ابن الوقت لیڈروں کے ورغلانے سے پاکستان کی صورت میں کٹ کر الگ ہو گئی ۔۔۔ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ کانگریس کی حمایت میں مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن صاحب اور شیخ (حسین احمد دیوبندی) ہی کا نام لیا جاتا تھا اور دوسرے حای یا تو جدا ہو گئے یا مسلم لیگ کے زہریلے پروپیگنڈے سے مرعوب ہو کر خاموش ہو بیٹھے تھے ۔

ایسے آڑے اور نازک وقت میں ایک مجدد کی بہت و

علامہ اقبالؒ اور قوم پرست

”ہم ڈاکٹر (علامہ اقبال) صاحب کو ایک شاعر اور فلسفی سے زیادہ حیثیت دینے کو شرعی جرم سمجھتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کے کلام کو بغور پڑھا ہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ مرحوم کے جہاں سینکڑوں اور ہزاروں اشعار مفید ہیں، وہیں ان کے کتنے ہی اشعار ایسے ہیں جن سے کھلے بندوں اسلام اور اسلامی فلسفہ پر اس کی زد پڑتی ہے۔ پاکستان میں قانون سازی کا اصول فکر اقبال کی روشنی میں تو ہو سکتا ہے کیونکہ پاکستان جس اسلام کے نام پر بنا ہے وہ مرحوم ہی کے فلسفہ کا دوسرا نام ہے، اس لیے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو امام ابوحنیفہؒ اور شاہ ولی اللہؒ وغیرہم اکابر اولیاء اسلام کے دوش بدوش بلکہ مع ششی زائد رتبہ دے دیا جائے تو پھر بھی کم ہے مگر ہم ہندی طالب علموں کے نزدیک تو ڈاکٹر صاحب کا وہی مقام ہے جو علامہ اقبال احمد صاحب سہیل مرحوم کا ہے، یہ اور بات ہے کہ آخر الذکر وکالت کی نذر ہو کر رہ گئے اور اول الذکر پنجاب کی نبوت خیر زمین کی بدولت آج شارح اور مقنن اسلام وغیرہ کے ناموں سے یاد کئے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ مانا کہ ڈاکٹر صاحب بہت بڑے فلسفی کے جا رہے ہیں لیکن جہاں تک شاعری اور وہ بھی اردو فارسی شاعری کا درجہ ہے، سہیل صاحب کا مقام ان سے بہت زیادہ بلند ہے“ (۵۳۲)

ڈاکٹر محمد اشرف صاحب اپنے ممدوح مولوی حسین احمد دیوبندی کے رسالہ ”مسئلہ قومیت اور اسلام“ پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کو خارجی کے لقب سے نوازتے ہیں:

”مرحوم جس طرح خود بعض ذومعنی اور خالی از معنی الفاظ اور اصطلاحات سے مرعوب تھے اسی طرح عام مسلمانوں کو بھی مرعوب کرنا چاہتے تھے، مرحوم و مغفور نے جس انداز سے اسلام کے متعلق بحث کی تھی، وہ عام مسلمانوں اور خصوصاً پنجاب کے اتحاد اسلامی کے دعویداروں کے لئے تو دلیل ہو سکتی تھی لیکن عام المسلمین کے موجودہ مسائل کو حل کرنے سے قطعاً قاصر تھی اور میرا ذہن مثلاً اس بات کی طرف گیا کہ یہ محترم شاعر ملت فقہ کی تاریخی ضروریات سے بے خبر ہو کر تفقہ فی الدین کے جذبہ سے محروم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ہم قومیت کے سوال پر آج اس قسم کی خاص نظری

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی طرح علامہ اقبالؒ پر بھی انگریز پرستی کا الزام لگایا گیا، اس لئے کہ یہ دونوں حضرات گاندھوی فلسفہ (متحدہ قومیت) کو خلاف اسلام، ہندو مسلم اتحاد کو مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے تھے اور دوقومی نظریہ تسلیم کرتے تھے، آج بھی کسی کے متعلق یہ جاننا مقصود ہو کہ آیا انگریز ہے یا مسلم لیگ تو ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کا ذکر خیر کر دیں، اگر وہ مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں انگریز مولویوں کا مخالف قرار دے دے تو سمجھ لو کہ وہ دوقومی فلسفہ ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ کا پرستار ہے، گویا یہ نام پر کھنے کے ایسے آئے ہیں جن کی مدد سے آپ ہی اور پاکستانی ذہن کا آسانی سے کھوج لگا سکتے ہیں۔

مولوی عبدالماجد دریا بادی، جو اجماع امت کے برعکس ہیں، کو مسلمان سمجھتے تھے (۵۳۷) کا بیان ہے:

اقبال کا نام مدح کے ساتھ لینا اہل خانقاہ (تھانہ بھون) ایک خود ایک جرم تھا“ (۵۳۸)

مولوی عبید اللہ سندھی نے ارشاد فرمایا:

”ج پوچھو تو اقبال ایک روایت پرست یہودی کی طرح کی موہوم جماعت کو پوچتا ہے“ (۵۳۹)

ایک اور موقع پر فرمایا:

”اقبال کا اسلام عملاً ایک فرقہ پرست ہندوستانی بلکہ مسلمان کا اسلام تھا“ (۵۴۰)

مفتاح حسین صاحب کا کہنا ہے کہ:

”دیوبندی خیالات کے علامہ اقبال کو ایک آزاد خیال ملحد ہیں“ (۵۴۱)

مولوی نجم الدین اصلاہی علامہ اقبال کو ایک شاعر سے حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں، پاکستان کی مذمت کرتے ہوئے علامہ مرحوم کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور ان کے اسلامی خیالات کی نشاندہی کرتے ہیں:

بلکہ تصوری دلیلوں سے کام لیں تو تاریخی لحاظ سے مسلمان خوارج کے انتشار انگیز جذبات سے آگے ترقی نہیں کر سکتے تھے نہ تمدن اسلامی کی شاندار روایات قائم کر سکتے تھے لیکن جہاں شعرا اور منتشر مزاج لوگ ناکام رہے فقہائے اسلام نے صدیوں تک اسلامی نظام کو زندہ رکھا اور دنیا کی ترقی اور انسانی سماج کی برتری کا موجب بنا دیا، میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی علامہ اقبال مرحوم اور حضرت مولانا (حسین احمد دیوبندی) میں وہی فرق ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے معترض خوارج میں تھا " (۵۳۳)

مولوی عید اللہ سندھی ' اپنے ہم مسلک مولوی حسین احمد دیوبندی کو علامہ اقبال پر اس لئے ترجیح دیتے تھے کہ ان کے خیال میں مولوی صاحب انگریز سے نکر لینے والے اور علامہ اقبال مرحوم خوشامدی تھے :

(مولوی عید اللہ سندھی نے) جوہر کا اقبال نمبر دیکھا تو اقبال کے نام سے بڑے جزیب ہوئے، کہنے لگے کہ یہ اقبال جو حسین احمد کے متعلق کہتا ہے کہ "چہ بے خبر ز مقام محمد پیہم عربی است" خدا کا غضب، اقبال، حسین احمد کے بارے میں کہے کہ وہ مقام محمد عربی سے بے خبر ہے، حسین احمد جو ایک مرد مجاہد ہے، حسین احمد جس کی پوری زندگی برطانوی حکومت کے خلاف ایک جہد مسلسل ہے، جو نہ ڈرتا ہے نہ تھکتا، اس حسین احمد کو یہ مرد قال جس نے کبھی برطانیہ کے خلاف کسی قسم کا کوئی عملی اقدام کرنے کا تصور تک نہیں کیا، مقام محمد عربی سے بے خبر بتائے، خدا کا خوف کرو " (۵۳۴)

مولوی محمد میاں ناظم جمعیت علماء ہند، خوف خدا کو پس پشت ڈالتے ہوئے علامہ اقبال مرحوم کی متحدہ قومیت جیسے غیر شرعی فلسفہ پر تنقید کو انگریز پرستی سے جوڑتے ہیں :

"یہی وہ قومیت متحدہ ہے جو انگریز کی نظر میں سب سے زیادہ مملکت مرہٹوں میں سیدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے دہلی کے ایک عام جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے یہی حقیقت واضح کر دی تھی، اب کیا تھا انگریز کو احتجاج ہو گیا، انگریز پرست شعرا کی زبانیں دراز ہونے لگیں اور قومیت متحدہ کے برخلاف نہ صرف یہ کہ ایک دو تقریر

کی مٹی یا کوئی مضمون نکالا گیا، مستقل ادارے قائم کر دیے جو ہندوستانیوں سے قومیت متحدہ کے تخیل کو دور کریں (۵۳۵) یہی حال مولوی حسین احمد دیوبندی کا تھا، انہوں نے کسی دلیل اور ثبوت کے علاوہ اقبال مرحوم پر انگریز کے عروج و جلا ہونے کا فتویٰ لگا دیا، مولوی صاحب رقمطراز ہیں :

"یہ امر یقینی اور غیر قابل انکار ہے کہ جناب صاحب کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہ تھی اور ان کے کمالات غیر معمولی تھے، وہ آسمان حکمت و فلسفہ، شعر و سخن، تقریر، دل و دماغ اور دیگر کمالات علمیہ و عقلیہ درخشندہ آفتاب تھے مگر باوجود کمالات گونا گوں، ساحرین کے بحر میں جلا ہو جانا یا بعض غلطیوں میں پڑ جانا اور کسی خواص طالب علم کا اس سے محفوظ رہنا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔۔۔ (۵۳۶)

اسی مولوی صاحب نے ہندوؤں کی پروپیگنڈہ مہم سے جوہر کر تقسیم ہند کی تجویز کو بھی انگریز کی ایجاد قرار دیا، ان کے خیال میں انگریزوں نے ہندو مسلم اتحاد میں رخنہ ڈالنے کے لیے مسلمانوں کو متحدہ ہندوستان کی تقسیم کا مطالبہ کرنے پر آمادگی کرنے کی کوشش کی اور :

"اسی تحریک سے متاثر ہو کر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد مسلم کانفرنس میں تقسیم ہندوستان کی تجویز پیش کی تھی " (۵۳۷)

اس موقع پر بے ساختہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کے ایک فتویٰ کے چند الفاظ آگئے اگرچہ یہ فتویٰ انہوں نے ۱۹۳۱ء میں دو قومی نظریہ کو رد کرنے کے سلسلہ میں دیا تھا لیکن اللہ والوں کی باتیں ہر دور کے لئے سرمہ بصیرت ثابت ہوتی ہیں، فاضل بریلوی بیٹھنے والے قومی نظریہ کا پرچار کرنے والوں کے بودے اور مصنوعی دلائل و رد قرآن و حدیث اور سلف صالحین کی تشریحات سے کرتے ہیں، بعد ہندوؤں کی غلامی کو اسلامی غیرت اور خود داری کے بتایا اور ان غیر شرعی رجحانات رکھنے والے مولویوں سے سوال کیا تھا اور یہی سوال مذکور بالا بہتان کے بارے میں کیا جاسکتا ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا : "سب بات

تصویرت سیاست اور ملی نصب العین یا جداگانہ قومی وجود کے تحفظ کی بحث چھیڑیں تو اسے انگریزی اقتدار کی حمایت یا مفاد پرستی پر محمول کیا جائے، زور دیا جائے تو محض انگریز دشمنی پر، انگریز دشمنی کوئی مثبت اصول سیاست نہیں ہے۔ (۵۵۰)

نہرویی وجود کو کسی دوسری جماعت میں ضم نہ ہونے دیں اور اپنی انفرادیت (ENTITY) کو ترقی دیں، اگر ان کو فرقہ پرور اور کمیونٹ کما جائے، پرواہ نہ کریں اور اگر ٹوڑی اور سرکار پرست (۵۵۱) جیسے الفاظ کے ساتھ مطعون کیا جائے، شرمندہ نہ ہوں، مجھے یقین ہے، ایک آزاد اور خود مختار حکومت مسلمانوں کے لئے مقدر ہو چکی ہے مگر اس کے حصول کے لئے مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم ضروری ہے جس کی اساس صرف اسلام ہو اور کچھ نہ ہو۔ (۵۵۲)

حقیقت یہ ہے کہ مولوی حسین احمد دیوبندی کا یہ الزام

تھا کہ بھی منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ شریکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے۔ (۵۳۸)

جن خوش نصیب حضرات کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے محبت و معرفت کی دولت عطا ہوتی ہے، انہیں قوت برداشت سے بھی نوازا جاتا ہے، ایسی ہستیاں محدود سوچ کے حامل حضرات کی ہلکی باتیں سن کر جوش میں آکر ہوش و حواس کھو سکتی ہیں اور نہ ہی وہی لوجہ اختیار کرتے ہیں جو ان کے عقیدے کا ہوتا ہے بلکہ وہ من گھڑت الزامات کی تردید بھی اسے انداز سے کرتے ہیں جس سے اصلاح کا پلو نکلتا ہو اور شر انگیز پروپیگنڈا کے اثرات بھی زائل ہو جائیں، وہ منفی پلو سے صرف نظر کرتے ہیں اور مثبت پلو پر زور دیتے ہیں، علامہ اقبال کا طریق کار بھی اسی قسم کا تھا، جب ان تک یہ نہیں پہنچیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی انفرادیت قائم رکھنے کی فیصلیت اور ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کرنے کا جو "مزم" وہ کر رہے ہیں، اس کی پاداش میں ان پر انگریز دوستی کا الزام لگ چکا ہے تو انہوں نے اس بے بنیاد الزام کا جواب اپنے کی ضرورت محسوس نہیں کی، البتہ باخبر حضرات جانتے ہیں کہ ان کے ارشادات سے دو قومی نظریہ کے مخالفین کی مخالفت ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے اور مثبت رہنمائی کی مل جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ مرحوم کے بعض ارشادات یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

"ارباب دیوبند اگر ماضی ہی پر نظر ڈالیں تو ان کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہوگا کہ کانگریس نے آج سے پچیس سال پہلے جس آئینی جدوجہد کی ابتدا کی تھی، آزادی ہند کا مطالبہ اسی جدوجہد کا مرحلہ یہ مرحلہ کامیابی کی آخری شکل ہے لیکن اس کی روح اور اساس وہی ہے جس کے پیش نظر سرسید نے ہمیں مشورہ دیا تھا کہ ہم کانگریس سے الگ رہیں، کانگریس میں شرکت کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم نے اس فرضی اتحاد کو قبول کیا ہے جو ہندوستانی قومیت کا وجود تسلیم کر لیا ہے جو اصل ہندو قومیت ہی کا ایک دوسرا نام ہے، ہندوستانی قومیت کا اقرار امت کے جداگانہ وجود کا انکار ہے۔" (۵۳۹)

"یہ کیا قسم ظریفی ہے کہ مسلمان جب کبھی اپنے

رضا فلو سیٹ

ایضاً

آلو سیٹر پارٹس

بازار سے ارزاں نرخوں پر دستیاب ہیں

1425- ڈھاکہ رڈ، بازار لاہور چھاؤنی

فون:- ۶۶۷۲۵۹

کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے، قطعی طور پر غلط ہے، مرزا جلال الدین مرثر ایٹ لاء تحریر فرماتے ہیں۔

”ہم نے کئی مرتبہ ڈاکٹر (علامہ اقبال) صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ کبھی کبھی کھانے پر حکام کو اپنے ہاں مدعو کر لیا کریں، انگریز کو رام کرنے کا بہترین طریقہ اکل و شرب کی دعوت ہے۔ وہ اکثر بڑے بڑے وعدے ایسی ہی صحبتوں میں کیا کرتا ہے اور جو تعلقات کھانے کی میز پر قائم ہوتے ہیں ان کا احترام اسے بیش طوطا رہتا ہے مگر ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ہمارے مشورے قابل قبول نہ ہوتے وہ یہی جواب دیتے کہ وہ اپنی تقریبات پر روپیہ ضائع کرنا پسند نہیں کرتے“ (۵۵۳)

تقسیم ہند کے بعد تنقید

ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں۔ (مولوی احمد علی لاہوری) بعض مرتبہ اہل حکومت پر تنقید کرتے، بعض مرتبہ پاکستان کے بانیوں پر“ (۵۵۳)

کاٹھری مولویوں کے نزدیک قائد اعظم محمد علی جناح مسلم لیگ رہنما اور سنی علماء و مشائخ کاٹھریوں کی مخالفت اور پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے انگریز کے پھوٹے نعوز باللہ من ذالک) اس لئے انہیں (خاکم بدین) جنت محروم کرنے کے لئے مولوی احمد علی لاہوری کہا کرتے تھے: ”ایسے لوگوں کو میں جانتا ہوں جو انگریزوں کے وفادار اور ہی خواہ تھے، علماء کا مذاق اڑاتے تھے دین کو بھڑکا تھا، آج ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں“ (۵۵۵) ممکن ہے بعض حضرات لاہوری صاحب کے اس ارشاد کی تاویل کر کے اس کا کوئی اور مطلب متعین کرنے کی کوشش کریں لیکن اس مقالہ میں جو شواہد پیش کئے گئے ہیں ان روشنی میں مولوی صاحب کا نشانہ یہی قابل احترام ہستیاں ہیں اس کی تصدیق مولوی احترام الحق صاحب تھانوی کے اس سے بھی ہوتی ہے:

”ان لوگوں نے برملا یہ باتیں کی ہیں کہ مسلم لیگ حمایت کرنے والے علماء پر قبروں میں پاکستان اور مسلم لیگ حمایت کے نتیجے میں عذاب ہو رہا ہے“ (۵۵۶)

اللہ کی ستر با قدم شان میں
ان سائید انسان و انسان میں

قرآن تو ایمان بتاتا ہے نہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان میں

(امام احمد رضا بریلوی)

پاکستان اور نیشنلسٹ علماء

پاکستان اور اسلام

سے برہنہ کی جاسکتی ہے، کیونکہ وہ ساری دنیا میں پھر سے ہونے میں اور کسی علاقہ میں بھی نظم و انصرام پر کوئی اثر نہیں رکھتے لیکن ہندوستانی مسلمانوں کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے ان کی تعداد نوے ملین سے زیادہ ہے، وہ کیت اور کیفیت ہر لحاظ سے ہندوستانی زندگی کا ایک اہم عنصر ہیں وہ انتظام اور پالیسی کے ہر مسئلہ پر فیصلہ کن طور پر اثر انداز ہو سکتے ہیں قدرت نے ان کی مزید مدد اس طرح کی ہے کہ بعض رقبوں میں ان کی اکثریت بھی ہے، اس سے بڑھ کر بڑا دلانہ بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ میں پورے آبائی ترکہ سے دستبردار ہو کر اس کے صرف ایک ٹکڑے پر قناعت کروں (۵۶۰)

مولوی وحید الدین قاسمی انچارج چیلٹی ڈسپارٹمنٹ جمعیت العلماء ہند کا ایک مضمون ہے عنوان ”مسلمان متحدہ قومیت چاہتے ہیں“ ہندو اخبار ”پرباش“ لاہور میں شائع ہوا تھا مولوی صاحب اس مضمون میں رقمطراز ہیں:

”ایک کے سرکردہ لیڈروں اور قائد اعظم نے اب تک

پاکستان کی مختلف نامکمل اور ادھوری صورتیں بیان کی ہیں اس کا فائدہ اور سبب خواہ کچھ بھی ہو، کم از کم سامراج کو چند دن اطمینان کا سانس لینے کا موقع اور نظر آ رہا ہے، مسلم لیگ کے ایک عظیم الشان ستون جناب راجہ محمود آباد نے پاکستان کی ایک عجیب و غریب اور انوکھی تشریح بیان کی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ”ہماری پاکستانی حکومت کو ایران یا ترکی کے نمونوں کی حکومت سے کوئی سروکار نہیں ہوگا اور نہ ہم کوئی محض بادشاہت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں شریعت اسلامیہ کی حکومت ہو، بہتر ہوتا اگر راجہ صاحب یہاں شریعت اسلامیہ کے بجائے شریعت شیعہ کا لفظ استعمال کرتے کیونکہ جس طرح دن کے بارہ بجے ساری کے وجود کا کوئی منکر نہیں ہو سکتا اس طرح اس حقیقت سے

جناب سردار محمد خان عزیز ایڈووکیٹ رقمطراز ہیں:

”مسلمانوں کی حوالہ نصیبی ملاحظہ کیجئے کہ تحریک پاکستان کے دوران جن علماء سے یہ توقعات وابستہ تھیں کہ وہ بڑھ کر مسلمان عوام کی دھمیری کر کے ان کو ہندو کے بچے ستیاد سے استخلاص میں مدد دیں گے، وہی دشمن کی صفوں میں گئے ہو کر ان پر تیر برسے لگے اور تحریک پاکستان اور قیام مسلمانوں کی غیر اسلامی اور زندگی کش عمل قرار دے کر مسلمان ہندو کی صفوں میں انتشار پیدا کر کے ہندو کی خوشنودی مزاج میں شائبہ ہو گئے“ (۵۵۷)

اس میں شک نہیں کہ قوم پرست مولوی پاکستان کے نام سے بدکتے اور بلا تکلف اسے غیر اسلامی قرار دیتے تھے، بعد میں گاندھی کو مجاہد فی سبیل اللہ (۵۵۸)

اور کانگریس کے ساتھ

مسلم لیگ کی راہ میں کانٹے بچھانے کو عین اسلام سمجھتے تھے، ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں۔

”میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان کا لفظ ہی جمہوریت قبول نہیں کرتی، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا حصہ تو پاک ہے اور باقی ناپاک، پاک اور ناپاک کی بنیاد پر قطعہ ارض کی تقسیم قطعاً غیر اسلامی اور روح اسلام کے خلاف مافی ہے، اسلام اس طرح کی کوئی تقسیم قبول نہیں کرتا“ (۵۵۹)

حتم ظریفی یہ ہے کہ ابوالکلام کے نزدیک یہودی تو ایک ملک کے حقدار تھے لیکن مسلمان نہیں:

”جہاں تک یہودیوں کے قومی وطن کا مطالبہ ہے اس

بھی انکار ناممکن ہے کہ راجہ صاحب نے پاکستان کی یہ اناجی تشریح صرف سادہ لوح مسلمانوں کو بسلانے کے لئے تصنیف فرمائی ہے اور حقیقت سے یہ اتنی ہی دور ہے جتنی دور کہ گدھے کے سر سے سینک۔

لیگ کے سرمایہ دار، جاہ پرست، خان بہادر کرسی نشین، فہرہ فاقہ اور تکلیف کے تحمیل سے بھی نا آشنا، کسانوں مزدوروں اور غریبوں کی کمائی کھانے والے، عموں کے لالچی کیا اس بات کے لئے تیار ہو چکے ہیں کہ وہ شریعت کی روشنی میں صحیح قسم کا مسلمان ہونے کی کوئی ادنیٰ سی بھی زحمت گوارا فرمائیں گے؟ حج، نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی کے جرم میں کیا لیگ کے بڑے بڑے نام نہاد مسلمان واقعی اسلامی حکومت کے قانون کے ماتحت سزا بھگتتے کے لئے تیار ہیں؟ شراب، سرقہ، نکاح و طلاق کے مقدمات، مذہب اور غیر مذہب جوئے بازی وغیرہ پر شریعت نے جو سزائیں مقرر کی ہیں، کیا لیگ کے نام نہاد مسلمان ان کو برداشت کر سکیں گے۔

یہ مٹھی بھر پاکستانی کچھ کہیں مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہندوستان کے مسلم عوام کی بھاری اکثریت متحدہ قومیت کے پروگرام کو تسلیم کرتی ہے۔ لیگ کے ارباب حل و عقد اگر اس لڑی میں منسلک نہیں ہو سکتے تو برطانوی سامراج سے درخواست کریں، وہ ان کو ہندوستان کا کوئی جزیرہ مقبوضہ دیدے اور لیگی اس میں پاکستانی حکومت قائم کر لیں جہاں لیگ ہی واحد نمائندہ جماعت ہوگی اور اسی کی حکومت ہوگی (۵۶)۔

قاسمی صاحب نے اس مضمون میں دوبار مسلم لیگی رہنماؤں کو "نام نہاد مسلمان" لکھا ہے، ظاہر ہے کہ ان کے ہمنوا بھی ان کی نظر میں خارج از اسلام ہوں گے، کسی کانگریسی مولوی نے قاسمی صاحب کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی لیکن دوسری جانب سنی بریلوی علماء و مشائخ نے اگر صرف یہ فرمایا کہ مسلمان کانگریس سے بچیں اور مسلم لیگ کا ساتھ دیں تو انہیں ہندو پریس کی مدد سے تکفیر باز مشہور کرادیا۔ اس کے علاوہ قاسمی صاحب کے لب و لہجہ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ انہیں ہندو کانگریس کے مخالف مسلمان رہنماؤں سے کتنی شدید نفرت تھی، ان کی قوت برداشت جواب دہ یعنی

تھی اور خدا نخواستہ اگر وہ کسی با اختیار عہدہ پر ہوتے تو نہیں لیا کر بیٹھتے۔

قاسمی صاحب کی سمجھ میں اگرچہ یہ بات نہیں آتی کہ پاکستان بنانے سے مسلمانوں کا مقصد اسلام کا تحفظ ہے ہندو اس سے بے خبر نہیں تھے "لدھیانہ پنجاب میں ہندوستان" کی کانفرنس میں مسٹر منشی نے اپنے خطبہ صدر میں نہایت واضح الفاظ میں بتایا کہ ہندوؤں کو پاکستان کی کیوں کوئی چاہ ہے، انہوں نے کہا تمہیں کچھ معلوم بھی کہ پاکستان کیا ہے؟ نہیں معلوم تو سن لیجئے، نظریہ پاکستان مفہوم یہ ہے کہ:

(۱) تمام ہندوستان کے مسلمان ایک ملت واحدہ ہندوؤں سے) انگ قوم ہیں۔

(۲) ہندوستان کے مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ وہ ملک ایک یا ایک سے زیادہ گوشوں میں اپنے لئے ایسے اماکن مسکن (HOMELANDS) بنائیں جہاں زندگی اور طرز حکومت قومی اصولوں کے سانچے میں داخل سکے اور جہاں اردو اور قومی زبان بن سکے "مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ پاکستان مسلمانوں کا ایسا خطہ ارض ہوگا جس میں اسلامی حکومت ہوگی، چنانچہ ابھی پچھلے دنوں مسٹر سروردی نے کہا ہے کہ ملت اسلامیہ کے لئے ہندوستان میں ایسے خطے چاہتے ہیں ہم دنیا کا نقشہ اپنے مذہب کے خطوط پر متشکل کر سکیں اس کے بعد مسٹر منشی نے بتایا کہ "قانونی حکومت غیر مسلموں کا لیا حشر ہوگا اور اس کا میب اور بھیانک کھینچنے کے بعد اپنے مخاطبین سے کہا کہ:

ایک قوم (ہندو) خواہ کتنی ہی بزدل اور غیر منظم نہ ہو، وہ کبھی اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے شمشیر و شان کا نشانہ بنائے جائیں، ان کی عورتوں کی سرریزی کی جائے اور ان کے مقدس مقامات کی بے حرمتی یہ تو تھا پاکستان کے متعلق اس کے بعد فرمایا:

"تم جانتے ہو کہ "اٹھند ہندوستان" کے سامنے مقصد ہے؟ اس کا مقصد؟ وہ عظیم الشان کلچر جسے ہندی کہتے ہیں، وہ کلچر جو انہوں نے قبل از تاریخ میں پیدا ہوا

نہیں ہے؟ یو۔ پی کی جمیعت العلماء ہند نے جناب احمد سعید کی زیر صدارت یہ ریزولوشن پاس کیا کہ:

”ہندوستان کے آئندہ آئینی دستور میں مسلمانوں کے مذہب، پھر معاشرت اور زبان کے متعلق حقوق کا تحفظ پاکستان کی رو سے نہ کیا جائے، اس کے علاوہ اور کسی طریقہ سے کردیا جائے“ (۵۶۵)

اس قرارداد سے یہ بات گھر کر سامنے آجاتی ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ صرف مسز گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو اور ہندو کانگریس کے ذریعے سے ہو سکتا ہے، مسلمانوں کے ان خیر خواہوں اور محبین کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ، اس کے لیڈروں اور علیحدہ وطن ”پاکستان“ کے مطالبے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

مسز گاندھی کا قویٰ بھی یہی تھا کہ مطالبہ پاکستان غلط اور اسلام کے لئے مفید نہیں فرماتے ہیں:

”مجھے پاکستان کا مطالبہ قبول کرنے میں متذبذب نہیں

ہزار برس کی مدت مدید میں بڑھتا چھوٹا، پھلتا زمانہ کی سطح کو یوں روندنا سہل آگے بڑھتا گیا جس طرح مادر لنگا طوفان کے وقت امنڈتی چلی جا رہی ہو، ہاں اس کا مقصد؟ نوع انسانی کو فاجات کا پیغام دینا ہے، کیا پیغام، موت کے مقابلہ میں زندگی کا پیغام، سفلی خواہشات پر نصب العین کے غلبہ کا پیغام ”جنگل کے قانون“ پر (جس کی دنیا پرستش کرتی ہے) اخلاقی نظام کی فتح کا پیغام انسان کو مظہر الوہیت بنانے کا پیغام، میں جانتا ہوں کہ یہ پیغام ناقابل فنا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ”آئندہ ہندستان“ جو اس پیغام کا ایک زندہ پیکر ہے نہ فنا ہو سکتا ہے۔“ (۵۶۲)

ان تصریحات کے بعد انہوں نے فرمایا:

”میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ قومیت پرست مسلمانوں نے مسلم عوام تک پہنچ کر انہیں اس نظریہ انشقاق (پاکستان) کے خطرات سے آگاہ کیوں نہیں کیا؟“

آپ کو معلوم ہے، اس کے بعد کیا ہوا، قومیت پرست مسلمانوں کے ایک ”مقتدر روحانی پیشوا“ (بقول مسز گاندھی) ”جمیعت العلماء کے رکن حضرت مفتی محمد نعیم صاحب“ میں تشریف فرما تھے، یہ ”دعوت حق“ سن کر بے قرار ہو گئے اور بے تابانہ پکار اٹھے لیک، یا حیل لیک، گھمرائے نہیں ان کی ہم مخالفت کریں گے، یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے۔“ (۵۶۳)

ایک قوی نظریہ کا پرچار کرنے والے عام طور پر یہ تاثر دیتے ہیں کہ پاکستان انگریز نے بنایا ہے لیکن جناب افضل حق جس الاحرار اسے ہندوؤں کی پیداوار بتاتے ہیں:

”۱۹۰۳ء میں دیوتا سروپ بھائی پر مانند اسی (پاکستانی) کو لے کر اٹھے تھے، ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا کے تخیل میں پروردگار کی ہندو ہے۔ آج کل کے پاکستانی اسی زمانہ و فن کی پیداوار ہیں، بھائی جی کو بدھائی دو کہ ان کے عقائد متبعین پیدا ہو گئے مسلمان کا خوف، ان کے تصور میں ہندو کاؤر اس تحریک کا باعث“ (۵۶۴)

اسلام کے محافظ ہونے کے مدعی یہ حضرات دعویٰ تو یہ کرتے تھے کہ ہم مسلمانوں کے حقوق کے لئے سرگرداں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدُ الْاِسْلَامُ اِمَامُ مُحَمَّدٍ الْغَزَالِیُّ فَرَمَاتے ہیں

”مئی بار تو کہتا ہے کہ کل شے پیدا کر دے گا حالانکہ جو کام تو آج انجام نہیں دے گا کل اگر کام انجام دینا اور بھی مشکل ہو گا۔ آجکل آجکل کرنے کی وجہ سے کہ شے اپنی خواہشات نفس کی مخالفت مشکل نظر آتی ہے۔ تو ایسے دن کا منتظر ہے جب کل آسمان ہو جائیگی ایسا دن اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا اور نہ پیدا کرے گا خواہش جس درخت کو تو جوانی میں نہیں کھا رہا کہ بڑھاپے میں کیا کھا رہا ہے بڑھاپے کی محنت و دشواری بہت دہوتی ہے۔“

کی توقع: جو پاکستان کو مانگنے والے مانتے ہیں، وہ تمام ہندوستان سے اسلام کی شوکت منا کر ایک چھوٹے سے قطعہ میں محدود کر دیتا ہے اور اس میں بھی مخالف قوی پارٹی موجود ہے اور ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو مخالفین کے ہاتھوں میں دست دہا بنا کر چھوڑ دیتا ہے (۵۶۹)

مولوی ابوالحسن علی ندوی رقطار ہیں:

”پھر وہ ہنگامہ خیز دور آیا جب مولانا (حسین احمد دیوبندی) کی رائے اور سیاسی بصیرت، عام مسلمانوں کی خواہش اور جذبات اور اس وقت کی مقبول قیادت کے سیاسی فکر سے بالکل مختلف تھی، مولانا نے پوری قوت اور بے باکی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا۔ تقسیم کے خطرات اور نقصانات کی کینے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے خیالات کی دعوت و ترغیب کے لئے سارے ملک کا دورہ کیا، جابجا تقریریں کیں، مسلمانوں کے مسائل و مقالات شائع کئے، اس وقت مسلمانوں پر ایک ایسا

کیفیت طاری تھی جس کے دو بڑے محرک تھے، ایک براہِ وطن کی تنگ نظری اور کم حوصلگی کا طویل و مسلسل تجربہ انگریزی حکومت میں سالہا سال سے ہو رہا تھا، چنانچہ اس میں وہی حلقہ پیش پیش تھا جس کو دفتروں، تعلیم گاہوں، شہری زندگی میں اس سے سابقہ پڑتا تھا، دوسرا محرک مسلمانوں کی قومی قیادت کا مزاج تھا، اس لیڈر شپ نے مسلمانوں جذبات کو اتنا متحرک و مشتعل کر دیا تھا کہ ان میں کسی رائے کے سننے اور برداشت کرنے کی صلاحیت باقی نہیں تھی اور کسی مسئلے پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کرنے اس کے ثیب و فراز کے سوچنے کے حال اور کیفیت ہی نہیں تھے، مولانا کے خلوص، عزم اور احساس فرض نے کیفیت کو جو ایک واقعہ تھا، تسلیم کرنے اور اس کے سچے چارے سے انکار کر دیا اور انہوں نے اپنے عقیدہ اور کے مطابق رائے عامہ کی اس طاقت کے سامنے کلہ حق فرض اور افضل الجہاد سمجھا (۵۷۰)

ابوالحسن علی ندوی صاحب، جن کی کتابوں سے آج لائبریریاں بھری پڑی ہیں، کے خیال میں مولوی حسین دیوبندی نے زندگی بھر قیام پاکستان کی جو بھرپور مخالفت کی

ہوگا، اگر مجھے اس مطالبے کے صحیح ہونے یا اسلام کے مفید ہونے کا قائل کر دیا جائے، اس کے ساتھ ہی ”مہاتما جی“ نے خود فیصلہ صادر کر دیا:

”مجھے پوری طرح یقین ہے کہ مطالبہ پاکستان، جو مسلم لیگ نے پیش کیا ہے، غیر اسلامی ہے اور مجھے اسے گنگار کٹنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں“

مسٹر گاندھی کے نزدیک:

”وہ لوہ جو ہندوستان کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، ہندوستان اور اسلام دونوں کے دشمن ہیں“ (۵۷۱)

نقصان وہ

ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

”ہر ممکن نقطہ نظر سے میں نے مسلم لیگ کی تجویز پاکستان پر غور کیا، اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ نہ صرف جمہوری حیثیت سے ہندوستان کے لئے بلکہ خاص طور پر مسلمانوں کے لئے بھی مضر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس تجویز سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ بہت سے نئے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں“ (۵۷۲)

اسی طرح ”مولانا حفظ الرحمن نے اپنی طویل تقریر میں فرمایا کہ پاکستان قائم ہونے میں مسلمانوں کا سراسر نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے“ (۵۷۳)

بالفاظ دیگر ہندو قیام پاکستان کی بھرپور مخالفت اور قوم پرست مخالف پاکستان جماعتوں کی دل کھول کر مالی امداد اس لئے کر رہے تھے کہ انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچے اور مسلمان نقصان سے بچ جائیں، اور اسی غم میں انگریز بھی مددگار ہو رہے تھے۔

مفتی کفایت اللہ کا فتویٰ یہ تھا:

”پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے بہتر ہے، حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے، نہ اس کے لئے

ہے اور دلائل سے یہ باتیں ثابت کی ہیں میری سمجھ میں پاکستان کے حق میں کوئی دلیل بھی تو نہیں آئی" (۵۷۳)

تقسیم کے بعد جب ہندوؤں نے بخاری صاحب اور ان کے چند ساتھیوں کو صرف گلہ گو ہونے کی پاداش میں امرتسر سے نکال کر پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تو پاکستان کی افادیت ان کی سمجھ میں آگئی تھی اگرچہ کافی دیر ہو چکی تھی۔

پنڈت جواہر لال نہرو کا خیال بھی یہی تھا کہ پاکستان مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہوگا اور بہتر یہی ہے کہ وہ ملک کو تقسیم کرنے کی ضد چھوڑ دیں، فرماتے ہیں:

"خود مسلمانوں کا مفاد اس میں ہے کہ وہ اس پاکستان کو نہ لیں جسے وہ باقی نہ رکھ سکیں گے اور جسے بیش غلامی میں جلا رہتا پڑے گا کیونکہ اسے دوسری قومیں ہضم کر لیں گی۔ جنگ عالمگیر نے ہمیں یہ سبق سکھایا ہے کہ چھوٹی قوموں کے لئے کوئی تحفظ نہیں ہے، اس لئے ہندوستان کو تقسیم کرنے کا موقع دینا بہت بڑی غلطی ہے نیز معاشی حیثیت سے بھی پاکستان غیر مناسب ہے" (۵۷۴)

پاکستان بننا ناممکن ہے

ہندو اور قوم پرست مولوی یہ تاثر دیتے تھے کہ قیام پاکستان ناممکن ہے، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا تھا کہ:

"پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے، کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے" (۵۷۵)

اسی طرح پنڈت جواہر لال نہرو نے پیشین گوئی کی تھی کہ جس قسم کا پاکستان مسٹر جناح مانگتا ہے وہ اسے ایک ہزار سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتا" (۵۷۶)

عدم تشدد کے مبلغ اور نیشنلسٹ مولویوں کے محبوب لیڈر مسٹر گاندھی نے تو یہاں تک دھمکی دی تھی کہ "پورا ہندوستان بھی جل جائے اور مسلمان تلوار کی نوک پر پاکستان کا مطالبہ کریں، تب بھی ہم یہ مطالبہ تسلیم نہیں کریں گے" (۵۷۷)

نہ صرف برحق بلکہ افضل الجہاد تھی، جواب طلب بات یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران مسلمانوں نے جو جدوجہد کی تھی اسے کس نام سے یاد کیا جائے، پھر ندوی صاحب قصور وار بعض ہندوؤں اور بنیادی طور پر مسلم لیگ کے مرکزی رہنماؤں کو ٹھہرا رہے ہیں، ایک قوی نظریہ پر مبنی اس جیسے مصنف کی کتابوں کو تو آنکھیں بند کر کے ہمارے ملک کی لائبریریوں کی زینت بنایا جاتا ہے لیکن دو قوی نظریہ پر مبنی یہی تحریر کتابی شکل میں چھپ جائے تو اسے فرقہ وارانہ باتوں پر مبنی قرار دیکر کسی بھی لائبریری میں رکھنے کے قابل نہیں سمجھا جائے گا، کیوں؟ اس کا جواب دو قوی نظریہ کو برحق ماننے والے ہر پاکستانی کے ذمہ قرض ہے۔

مولوی حفظ الرحمن صاحب، ندوی صاحب سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر فرماتے ہیں:

"جب دو قوی نظریہ کے شور سے فضائے ہندوستان پر آشوب تھی تو اس (مولوی حسین احمد دیوبندی) نے خود اپنوں کی اکثریت کے خلاف وہ کیا جو اس کے نزدیک حق تھا، جو اس کی ضمیر کی آواز تھی، اس نے مسلم لیگ کی بھی مخالفت کی اور جب انڈین نیشنل کانگریس نے مجبور ہو کر ملک کا بؤارہ تسلیم کر لیا تو یہی حضرت مولانا مدنی بیٹھے تھے کہ جمعیت علماء ہند کے صدور کی حیثیت سے آپ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے تنبیہ فرمادی کہ وہ ایک منٹ کے لئے بھی ایسے فیصلہ کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں جو اپنے ہند میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت و تباہی اور کھڑواں آبادیوں کی پیشانیوں کا مستقبل لئے ہوئے ہو" (۵۷۸)

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی کا ارشاد ہے۔

"میری سمجھ میں اگر پاکستان جمی جائے تو میں فوراً (مسلم) لیگ میں چلا جاؤں لیکن میں پاکستان قبول کرنے میں مسلمان ہند کی ذلت آمیز موت دیکھ رہا ہوں" (۵۷۹)

"یہی نظریہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا تھا، کہتے ہیں: پاکستان کے بارے میں پورے تین مہینے تک پنجاب میں، میں نے جس جگہ بھی تقریریں کی ہیں، پاکستان کو مسلمانان ہندوستان کے لئے مملکت بلکہ ہلاکت آفرین اور فلاکت خیز بتایا

دلائل و بیانات

مخالف پاکستان مذہبی عناصر ایسی زبان استعمال کرتے تھے جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی تھی، چوہدری افضل حق رینیں الا حرار نے فرمایا:

"احرار اس "پاکستان" کو "پلیدستان" سمجھتے ہیں" (۵۷۸)

اسی طرح مولوی محمد علی جالندھری نے ۱۵ فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ احرار تقسیم کی مخالف تھی، عوام کو اس مخالفت کی وجوہات کا علم بہت جلد ہو جائے گا، انہوں نے تقسیم سے قبل اور بعد پاکستان کے لئے پلیدستان کا لفظ بھی استعمال کیا (۵۷۹)

چوہدری افضل حق رینیں الا حرار کا ایک اور ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

"کتوں کو بھونکتا چھوڑو، کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو احرار کا وطن لگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں" (۵۸۰)

جناب پیام شاہجہانپوری، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"تحریک پاکستان میں انہوں نے جو کردار ادا کیا، وہ نہایت افسوسناک تھا اور اس کردار نے مسلمان عوام میں ان کی عزت و توقیر کم کر دی۔ شاہ صاحب موصوف نے پاکستان کی مخالفت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا اور اس مقصد کے لئے نہ صرف پنجاب کے بلکہ ملک گیر دورے کئے اور مسلمانوں کو پاکستان کی نہایت ہیبت ناک تصویر دکھا کر انہیں اس تصور سے برگشتہ کرنے کی پوری کوشش کی" (۵۸۱)

پیام شاہجہانپوری صاحب کا تجزیہ حقائق پر مبنی ہے، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے مخالفت پاکستان کی ناپسندیدہ اور غیر شرعی مہم ۱۹۴۷ء تک جاری رکھی اس دوران انہوں نے جو زبان استعمال کی وہ ایک عالم دین کے شایان شان نہیں مثلاً:

"ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام جیتے ہیں۔۔۔ سچ ہے پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے۔ ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ بلی کمانڈ ایک سپرا ہے" (۵۸۲)

"سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے مخصوص خطیبیانہ جادو بھرے لہجہ میں فرمایا "یہ لوگ پاکستان مانگتے ہیں، پاکستان جانتے ہو کیا مانگتے ہیں؟ پاکستان، پاکی استان۔۔۔ انہیں پاکی استان، چاہیے، پاکی استان دے دو، استر۔ ان کے ہاتھوں میں اور بھیج دو ان کو غسل خانوں میں، یہاں پاکی استان" (۵۸۳)

"پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار مجبوراً قبول کیا ہے" (۵۸۴)

پاکستان اور انگریز

غیر مسلم کبھی بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، وجہ ہے کہ انگریزی دور حکومت میں حکمران طبقے کی ہمدردیاں ہندوؤں کے ساتھ تھیں، انگریزوں نے حتی الامکان کوشش کی کہ پاکستان وجود میں نہ آئے لیکن قوم پرست حضرات ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملائے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ مطالبہ پاکستان انگریز کی شرارت ہے، مسلم لیگی اور سنی بریلوی غلام و مشائخ سامراج کے ایجنٹوں کا کردار ادا کرتے ہوئے ملک کی تقسیم کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ تاثر بعض حلقوں میں آج بھی موجود ہے۔

مولوی حفظ الرحمن ناظم جمعیت علماء ہند فرماتے ہیں:

"بلاشبہ پاکستان کا یہ تحفیل "سیاسی الہام" ہے مگر رہنما الہام نہیں ہے بلکہ قصر بکنگھم کا الہام ہے جو کہ ڈاکٹر اقبال بھی جب ہی ہوا تھا جب وہ لندن سے قریب ہی زمانہ میں والدین تشریف لائے تھے اور وہ الہام دوبارہ اس وقت پھر ہوا جب مسلم لیگ کے وفد نے جو کہ بہ سرکردگی چوہدری خلیق الزماں

اور لندن کا جج کرنے گیا تھا " (۵۸۵)

مولوی حسین احمد دیوبندی کی تحقیق یہ ہے کہ :

" ہم نے جہاں تک چھان بین کی ہے پاکستان کا مطالبہ
موسیٰ خواہشوں اور ان کی دسیہ کاریوں کے مطابق ہے
ہماری سمجھ میں اب تک یہ مسلمانوں کے لئے مفید
اور بالخصوص ان مسلمانوں کو جو کہ اقلیت والے صوبوں
میں ' ہمار ' مدراس ' ہرار ' بمبئی ' راجپوتانہ ' مالوہ وغیرہ میں
ہے ہیں ' مزید مشکلات کا سامنا ہو جائے گا جن کے لئے مسٹر
فرماتے ہیں کہ ' میں تم اقلیت والوں کو اکثریت والوں پر
گرتے ہوئے تمہاری نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہوں " (۵۸۶)
افضل حق صاحب رئیس الاحرار نے اپنی ایک تقریر میں

" ترکی سلطنت کے حصے بخرے ہوئے تو ہندی مسلمانوں کی
سے کا آخری سارا بھی ٹوٹ گیا ' اب پاکستان پر تکیہ ہے " اور
نوالہ " کا شور ہے " دیکھیں سرکار انگریزی کب سارے
پاکستان کا آدھا کٹ کر مسلمانوں کے منہ میں ڈال دے کہ لو
یہ لو اور ہمارے سر کو دعا میں دو " (۵۸۷)

مولوی محمد سعید الرحمن صاحب لکھتے ہیں -

(انگریزوں نے) ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ سبق پڑھایا
تم مسلمان تمہارا غیر مسلموں سے کیا تعلق ؟ اور اس طرح
نقل (متحدہ ہندوستان) کو ٹکڑوں میں بٹا دیا " (۵۸۸)

اب تک جو بیانات نقل کئے گئے ہیں ان کا جائزہ لیا
تو یہ حقیقت پسند شخص یہ فیصلہ آسانی سے کر سکتا ہے کہ
پست مولویوں نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں اور ان
محبوب لیڈروں پر انگریز پرستی کا جو الزام لگایا ہے کہ وہ
وقت کے اشارے پر حصول پاکستان کے لئے جدوجہد کر
تے تھے ' وہ بے بنیاد ہے اور اس سلسلہ میں یہ حضرات کوئی
نیا ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہے ' اصل بات یہ ہے
یہ افواہ ہندوؤں نے پھیلائی تھی اور چونکہ ہمارے یہ مہربان
شخص کے ہمنوا تھے اس لئے تحقیق کے بغیر اس " جہاد " میں
مطلوبہ مل ہو گئے ہندوؤں کے مرکزی لیڈر آج بھی یہ الزام
رہتے ہیں - سابق بھارتی وزیر اعظم مہاتما گاندھی

نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا :

" بھارت کا قیام تحریک آزادی کے اصل لیڈروں کی
جدوجہد کا نتیجہ تھا جبکہ پاکستان انگریز کے پنجوؤں نے بنایا
" (۵۸۹)

ان کے بیٹے مسٹر راجیو گاندھی نے اپنی والدہ کے بیان کی
تصدیق کرتے ہوئے فرمایا :

" پاکستان کسی جغرافیائی تقسیم کے نتیجہ میں وجود میں
نہیں آیا اور نہ اس کا قیام کسی قومیت یا کسی اور مسئلہ پر مبنی
ہے ' یہ ایک لائن تھی جو انگریزوں نے یوننی کھینچ دی ' جب
انگریزوں نے اس ملک کو تقسیم کرنے کے لئے یہ لائن کھینچی تو
اس وقت ایک خاص نکتہ پر کچھ بحث و مباحثہ بھی ہوا تھا
لیکن انگریز نے کہا " اچھا ہم اس میں تبدیلی کر لیتے ہیں اور
اس نے ایسا ہی کر دیا " (۵۹۰)

آگے چل کر ہم قوم پرست مولویوں کے بعض بیانات
پیش کریں گے جن کے مطالعہ سے قارئین اس نتیجہ پر پہنچ

وَفَا بِاللَّامِ
عَلَى سِرِّهِ
وَمَرْيُومِ

اور جو محمد رسول اللہ کے گواہ تھے وہی کافی ہے

از بام ہو چکے ہیں کہ بعض اعتبار سے برطانوی وزیر
لو مسلم لیگ اور قائد اعظم سے ذاتی بعض تھا اور
کر یہ کہ لارڈ مائونٹ بیٹن جس کے ہاتھوں
ہندوستان کو بافضل تقسیم کرایا، ایک طرف خود گاندھی
تو دوسری طرف ہندو کی دوستی صرف اس ہی
میں کے پورے خاندان سے تھی جبکہ قائد اعظم سے
پر خاش اور عزت تھی " (۵۹۴)

ایوان کا نام آواز کی طرح انگریزوں کو لفظ "پاکستان"
تنت نفرت تھی محترم منظور الہی تحریر فرماتے ہیں کہ:
"ایک مسلمان کلرک نے ایک نئی خط پہ پتہ لکھا
"لاہور" کے بعد "پاکستان" لکھ دیا، میجر سمیت
پڑھنی لاں بھوکا ہو کے میرے پاس آیا مجھے لفاظ دکھایا
کے عالم میں لفظ پاکستان کھرچ ڈالا " (۵۹۵)
وزیر اعظم برطانیہ سٹراٹھیل نے دھمکی دی تھی کہ
"کسی اقلیت کو اس کی اجازت نہیں دی جائے"
اکثریت کے سیاسی ارفاء کی راہ میں سنگ گراں بن گئے
کے " (۵۹۶)

لارڈ لائلنگو نے کہا:
"ہندوستان کی جغرافیائی وحدت کی برقرار رکھنا
ہے " (۵۹۷)
لارڈ مائونٹ بیٹن تقسیم ہند کو دیوانہ پن سے
تھے:

"تقسیم ہند محض دیوانہ پن ہے اور مجھے اس
کرنے پر کوئی بھی آمادہ نہیں کر سکتا، کیا یہی وہ دشمن
و ارانہ پاگل پن نہیں ہے جس نے ہر شخص کی مت
اور کوئی متبادل راستہ کھلا رہے نہیں دیا " (۵۹۸)
دسمبر ۱۹۴۵ء میں بی بی سی کو انٹر ویو دیتے ہوئے
بیٹن نے کہا۔

"میں ہندوستان گیا ہی اس مقصد کے تحت تھا
کسی طرح سمجھ رکھا جاسکے ہم صدیوں کے بعد اس ملک
رہے تھے۔ ہماری خواہش تھی کہ اسے ایک متحد
صورت میں چھوڑ جائیں۔ اگر ایسا ہو سکتا تو یہ

میں گے کہ آج بھی یہ لوگ انگریز کو ہی پاکستان کا خالق
سمجھتے ہیں لیکن سروسٹ ہم اس نکتہ کو زیر بحث لانا
چاہتے ہیں کہ خود انگریز کی سوچ کیا تھی، کیا وہ واقعی مسلم لیگ
کے حامی تھے؟ اور ان ہی کی مدد سے ہم نے پاکستان حاصل
کیا، حالات و واقعات ہندوؤں اور ان کے حامی مولویوں کے
اس من گھڑت الزام کی تردید کرتے ہیں۔

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے اپنی ڈائری میں اس حقیقت
کا اعتراف کیا ہے کہ:
"مسلم لیگ اگرچہ کانگریس کے خلاف ہے لیکن حکومت
برطانیہ کی حامی نہیں " (۵۹۹)

یہ اس وائسرائے ہند کا بیان ہے جو بقول پینڈل مون
"اس نے پاکستان کی کبھی حمایت نہیں کی، کانگریس اور
برطانوی حکومت کی طرح وہ بھی اس بات کا خواہشمند تھا کہ
ملک کو تقسیم نہ ہونے دیا جائے " (۵۹۲)

لارڈ ویول ہی نے ۱۷ فروری ۱۹۴۳ء کو سنٹرل ایجینسی
لیجر میں، اس کے بعد ۱۳ دسمبر ۱۹۴۳ء کو بمقام ملکہ
اجلاس ایوسی ایشن اینڈ جیمبر آف کامرس میں، پھر ۱۵ اکتوبر
۱۹۴۵ء کو بموقع دربار راولپنڈی اپنی دوران تقریر میں =
اشارات کئے کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی اور کوئی بڑا
عمل جراحی اس پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ مرکز حکومت ایک ہی
رہنا چاہیے " (۵۹۳)

خالفین پاکستان کے ممدوح اور مولوی حسین احمد دیوبندی
کے بہت بڑے عقیدت مند ڈاکٹر اسرار احمد رقمطراز ہیں:
"برطانیہ میں اس وقت لیبر پارٹی کی حکومت تھی جس کی
ہمدردیاں واضح طور پر کانگریس کے ساتھ تھیں اور ہندوستان کی
وحدت و سالمیت برقرار رکھنے کو اس نے اپنی پالیسی کا سنگ بنیاد
(CORNER STONE) بنالیا تھا، چنانچہ ۱۹۳۶ء میں جب اس
حکومت کے فرستادہ وزارت متش نے بنیادی منصوبہ پیش کیا تو
اس کی تمہید کے طور پر واضح الفاظ میں ہندوستان کی تقسیم کو غیر
معین اور ناقابل عمل قرار دے کر رد کر دیا تھا۔۔۔ مزید
برآں اس وقت تو یہ حقائق صرف اہل نظر کی نگاہ اور واقف
حال لوگوں کے علم میں ہوں گے لیکن اب تو یہ تمام راز طشت

انگریز کے اشارے سے وجود میں آیا ' ہندو شروع ہی سے اس قسم کے پروپیگنڈے کا حربہ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ " (۶۰۲)
 کانگریس کے مداح چاہے اسے کتنا بھی بڑھا چڑھا کر پیش کریں لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے کانگریس کے مقابلے میں انگریزوں کا زیادہ پر جوش انداز میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہندوؤں کو بھی بولنے کے لئے زبان عطا کی، ' قیصر ہند کا تمغہ پانے والے قوم پرست مولویوں کے مساوات مسٹر گاندھی نے برطانوی حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر پہلی جنگ عظیم کے دوران جنگی رضا کاروں کی بھرتی میں سرکاری سے حصہ لیا (۶۰۳)

----- لیکن مسلمانوں کے قائد اعظم نے کسی موقع پر بھی انگریز کی خوشامد کرنے کا رویہ نہیں اپنایا ' قائد اعظم نے مسٹر گاندھی کی طرح کبھی یہ نہیں فرمایا کہ " انگریز ایک بہترین قوم ہے ان کے ساتھ معاملات طے کرنا مشکل کام نہیں " (۶۰۴)

----- یا " مساواتی " جیسے کبھی یہ ارادہ ظاہر نہیں فرمایا کہ " برطانیہ اور ہندوستان کے تعلقات کو خوشگوار رکھنے کے لئے میں اپنے خون کا آخری قطرہ صرف کروں گا " (۶۰۵)
 مسلمانوں کے قائد نے پنڈت جو اہر لال نہرو کی طرح انگریزوں کی ان الفاظ میں خوشامد نہیں کی " انگلستان کے دشمن ہمارے دشمن ہیں " (۶۰۶)

----- مسلمانوں کی جماعت اور ملک پاکستان کا سربراہ بھی کوئی انگریز نہیں رہا جبکہ کانگریس کا بانی اور پہلا صدر انگریز اور بھارت کا پہلا گورنر جنرل بھی انگریز تھا (۶۰۷)

----- اس کے باوجود اگر کوئی مسلم لنگی لیڈروں اور سنی بریلوی علماء و مشائخ پر انگریز پرستی کا الزام تھوپنے کی ناروا جسارت کرنے پر تیار ہو اور ہندو لیڈروں و قوم پرست مولویوں کو انگریزوں کا دشمن ثابت کرتا پھرے تو اسے اپنی عاقبت سنوارنے کی خاطر اپنے اس رویہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

مصور پاکستان علامہ محمد اقبال مرحوم جو امام احمد رضا

اس کا کلرے کلرے ہو جانا ایک انتہائی عمدہ تہنیت ہندوستان کی قوت پارہ پارہ ہو گئی ہے ' میں نے اس مقدمے کے انتہائی کوشش کی لیکن اس کی راہ میں ایک شخص تھا جو پہاڑ کی طرح رکاوٹ بنا رہا اور وہ تھا محمد علی جناح مسلم لیگ جو ابتدا سے یہ کہتا چلا گیا۔ اس کے ارادے میں میری کوششیں ناکام ہو گئیں مجھے بالآخر اس کے سامنے ہارنا پڑا " (۵۹۹)

خود ہندو اخبار "جے ہند" نے اعتراف کیا تھا :
 " مسلم لیگ تقسیم چاہتی ہے برطانوی حکومت اور اس دونوں کی خواہش یہ تھی کہ ملک کو تقسیم نہ کیا جائے جس وزارت مشن کی سکیم کی بنا پر ہندوستان کے مسئلہ کا حل ہے تھے اور دونوں نے آخری وقت تک کوشش کی کہ مسلم اس سکیم کو منظور کرے لیکن مسٹر جناح نے ایک نہ مانی " ملک کی تقسیم پر ہندو رہے " آخر برطانوی حکومت اور اس دونوں کو تقسیم کا اصول ماننا پڑا " (۶۰۰)

مستعجب ہندو لیڈر پنڈل نے بھی تسلیم کیا تھا کہ : " منہی انگریز افسروں کو چھوڑ کر سب برطانوی اکھنڈ بھارت کے ہیں " (۶۰۱)

اور اصل خود ہندو انگریزوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور ان کی خواہشات کے مطابق کام کرنے سے گریز کرتا تھا ' یہ فوراً انگریز پرستی کا الزام لگا دیا جاتا ' اس طرح وہ مسلمانوں کو بھی قابو میں رکھتے اور مسلم لیگ کے لیڈروں اور کارکنوں کو بھی بدنام کرتے رہتے۔ محترم میاں رشید مرحوم رقمطراز ہیں :

" جو مسلمان کانگریس کے چال میں چھپنے سے انکار کر کے خلاف بدنامی کی مہم چلائی جاتی اور اسے انگریزوں اور وطن کا نثار ظاہر کیا جاتا ' یہی نہیں بلکہ ہندو اسے سو قیاد گالیاں تک دینے سے گریز نہ کرتے ' یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تقسیم کے وقت ہندو کو انگریزوں کی حمایت حاصل تھی۔ خود مارنٹ سٹین اور ایٹلی کی تحریری شہادتیں موجود ہیں لیکن ابھی تک ہندو پریس اور جماعت اور ہندو مصنفین یہی کہے جا رہے تھے کہ پاکستان

پچیس تیس رکھتے " (۶۱۰)

ظاہر ہے کہ اسلام کے ایک کڑو دشمن اور بت پرست اس کمزور دلیل کو کوئی بھی مسلمان ماننے کے لئے تیار ہو سکتا تھا لیکن مسٹر گاندھی کے دلائل کو قرآن و سنت کے حوالوں سے ثابت کرنے کے لئے جمعیت علماء ہند تھی اس لئے خواجہ صاحب کا یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ جمعیت کا کردار کانگریس سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔

جمعیت علماء ہند کے سربراہ مولوی حسین دیوبندی کو تو پاکستان سے خدا واسطے کا ہیر تھا، یہاں تک کہ خدائی فیصلے کو بھی تسلیم کرنا گوارا نہ فرمایا، کہا جاتا ہے کہ: "قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل حضرت (مولوی حسین احمد) مدنی سلت پہنچے، جن بزرگ کے یہاں قیام تھا، ایک

بلا میں ہند کی تقسیم کا فیصلہ ہو کر پاکستان کے وجود میں آنے کا بھی فیصلہ ہو گیا ہے، یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ جس میں سب کچھ ہے تو اب پاکستان کے خلاف مہم میں حصہ لینے کیافائدہ؟ اس پر مولانا مدنی نے فرمایا کہ یہ فیصلہ تقدیر کا ہے جبکہ ہم اپنی تدبیر میں (مخالفت میں) مسلسل لگے رہیں گے۔" (۶۱۱)

مولوی احمد علی لاہوری کے متعلق ان کے معتقدین اعتقاد ہے:

"اللہ جل شانہ نے حضرت رحمۃ کو باطن کو بیٹائی بدلتی اتم عطا فرما رکھی تھی، آدمی کے قلب پر صرف ایک نظر ڈال کر فرما دیتے کہ صاحب ایمان ہے یا ایمان سے خالی ہے۔" (۶۱۲)

کل کیا ہوگا؟ یا کسی کی عاقبت کے متعلق جاننے کا دعویٰ کرنے والا دائرہ اسلام میں رہتا بھی ہے یا نہیں، اس کے متعلق ہم قارئین سے گزارش کریں گے کہ وہ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویت الایمان" کا مطالعہ فرمائیں، یہ حال چونکہ معتقدین کے خیال میں مذکور بالا دونوں مولوی صاحبان باطنی آنکھوں سے نوازے گئے تھے، اس لئے یہ حضرات پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اتنی وسعت نظر کے باوجود یہ حضرات

فاضل بریلوی قدس سرہ کی طرح ہندوؤں کی مکاری اور عیاری سے اچھی طرح واقف تھے، نے کتنے بچے کی بات فرمائی ہے:

"گاندھی جی نے اپریل ۱۹۳۰ء میں قانون نمک کی خلاف ورزی کے لئے تحریک کی ابتدا کی، اس کا ان دنوں ہر جگہ چرچا تھا، ایک شام بت سے لوگ حضرت علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر تھے۔۔۔ ملک لال دین قیصر نے کہا: "دائرہ صاحب اب کانگریس اور انگریزوں کا باہمی ملاپ مشکل معلوم ہوتا ہے، یہ دونوں گروہ اب آپس میں کبھی نہ مل سکیں گے" حضرت علامہ بنے اور کہنے لگے: "قیصر تم گاندھی اور کانگریس کو نہیں سمجھتے یہ جدائی کا اظہار بھی برائے وصل ہے" اس کے بعد فرمایا "فارسی کا ایک شعر حسب حال ہے، تم اسے پیش گوئی سمجھ لو" پھر یہ شعر پڑھا:

نمک شناس امیران چوں از قفس رستند

بہ نقل خانہ صیاد آشیانہ بستند

اس شعر کا مجلس پر بڑا اثر ہوا اور پیش گوئی بھی صحیح ثابت ہوئی، کچھ عرصے کے بعد سب نے دیکھ لیا کہ کانگریس نے وزارتیں قبول کر لیں اور نمک شناس امیر، نقل خانہ صیاد پر آشیانہ بندی کرتے نظر آئے (۶۰۸)

آخر تک مخالفت

مشہور مسلم لکھی لیزر خواجہ خیر الدین مرحوم نے فرمایا تھا:

"جمعیت علماء ہند آخر وقت تک قیام پاکستان کی مخالفت کرتی رہی اور اس کا کردار کانگریس سے بھی برا رہا کیونکہ کانگریس کے ہندو کھلے دشمن تھے لیکن کانگریسی علماء مسلمان تھے" (۶۰۹)

اس بیان کے ساتھ مسٹر گاندھی کا یہ الزام ملا کر مطالعہ فرمائیں:

"جناب جتوہ نے کہا کہ وہ آزادی سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں لیکن ان کی اس بات سے کہ وہ پاکستان کو فوری طور پر تسلیم کرنا چاہتے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آزادی سے زیادہ

جب وہ لارڈ مائونٹ بیٹن سے مل کر واپس آئے تو فوراً ہی سردار پٹیل ان کے پاس پہنچے اور دو گھنٹے تک بیٹھے رہے۔ اس ملاقات میں کیا باتیں ہوئیں؟ میں نہیں جانتا لیکن جب دوبارہ میں گاندھی جی سے ملا تو میں نے ایسا جھکا محسوس کیا جو میری زندگی کا اہم ترین حادثہ ہے۔ میں نے دیکھا، گاندھی جی بھی بدل گئے، جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ صدمہ پہنچایا اور حیران کیا وہ یہ تھی کہ اب گاندھی جی بالکل سردار پٹیل کی زبان میں بول رہے تھے۔ دو گھنٹے تک میں انہیں ہموار کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ڈال سکا۔ (۶۱۳)

ایک "موجود عالم دین" کا یہ کہنا کہ "میری تنہا امید گاندھی جی کی ذات تھی" عجیب سا معلوم ہوتا ہے، اس کے علاوہ جب ہندو لیڈروں نے قوم پرست مولویوں اور خاص کر (ابوالکلام آزاد کو اعتماد میں لئے بغیر) تقسیم ہند کے فیصلہ کو مات کا اعلان کر دیا تو ان حضرات کو کانگریس سے قطع تعلق کرے

میں کی اسلام دشمنی اور مذہب عوام کو کیوں نہ سمجھ سکے۔ دین عناصر یہ اعتراض بھی کر سکتے ہیں کہ یہ کیا اسلام کہ اس کے ماننے والے مشرکین کی زیر قیادت کام کریں تو یہ سمیت حاصل کر کے "شیخ الاسلام" اور "امام الاولیاء" کے منصب پر فائز ہو جاتے ہیں جبکہ مشرکین کے مخالف اور اسلام کی حفاظت کی خاطر جدوجہد کرنے والے علماء و مشائخ کو "مشرک" اور انگریز کا ایجنٹ جیسے خطابات سے نوازا جاتا ہے۔ کانگریسی نظریات کو برحق ماننے والوں کو اس سوال کا جواب بھی تلاش کرنا چاہیے۔

ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں: اب کہ سردار پٹیل ہی نہیں ہندو لال تک تقسیم ہند پر راضی ہو چکے تھے، میری تنہا امید گاندھی جی کی ذات تھی۔۔۔۔۔ وہ ۲۱ مارچ ۱۹۳۷ء کو لارڈ مائونٹ بیٹن سے ملنے دہلی آئے۔ میں فوراً ان سے ملنے روانہ ہوا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا: تقسیم ہند اب ایک خطرہ بن چکا ہے، دلہن بھائی اور صرف وہی نہیں جواہر لال تک پہنچ رہے ہیں، بتائیے مولانا، آپ کیا کریں گے؟ آپ میرا ساتھ دیں گے یا آپ بھی بدل چکے ہیں؟

میں نے جواب دیا، میں تقسیم ہند کا مخالف پہلے بھی تھا، اب بھی ہوں بلکہ اب سے زیادہ اس تخیل کے مخالف کبھی نہیں تھا، مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ جواہر لال اور پٹیل نے شکست تسلیم کر لی ہے بلکہ آپ کے الفاظ میں "خدا ہونگے ہیں" میری واحد امید گاندھی جی کی ذات ہے۔ تقسیم کے خلاف آمادہ عمل ہوں تو ہم حالات کو اب قابو میں لاسکتے ہیں لیکن اگر آپ بھی خاموشی اختیار کر لیں گے تب ہے کہ پھر ہندوستان بدلتا رہے گا۔

گاندھی جی نے جواب دیا کہ "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات نہیں، اگر کانگریس تقسیم ہند قبول کر لینا چاہتی ہے تو یہ کاروائی فوراً ہی کرے۔" جب تک میں زندہ ہوں کبھی بھی تقسیم ہند پر رضا مند نہیں ہو سکتا اور نہ میں کانگریس کو ایسا

پہلی دن گاندھی جی لارڈ مائونٹ بیٹن سے ملے، دوسرے دن میں پھر ملاقات ہوئی اور ۲۲ اپریل کو پھر پہلی مرتبہ

اللہ تعالیٰ سے کماحقہ شرم کرو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا تم سب جنت میں جانے کی متار کھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا امیدیں کم کرو اور اللہ تعالیٰ سے کماحقہ شرم کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اللہ سے شرم کرتے ہیں، آپ نے فرمایا زیادہ نہیں جو تم سمجھتے ہو حیا یہ ہے کہ تم قبروں اور انکی تکالیف کو یاد کرو، پیٹ کو حرام سے محفوظ رکھو، داغ جوئے خیا کی آماجگاہ نہ بناؤ اور جو شخص آخرت کی عزت چاہتا ہے وہ دنیاوی زینتوں کو ترک کرے، یہی حقیقی شرم ہے اور اسی سے بندہ اللہ تعالیٰ کا قریب حاصل کرتا ہے۔

مائل اسلامی ہے تعجب خیر ہے" (۶۱۹)

اس مکتوب میں کئی باتیں وضاحت طلب ہیں، مولوی صاحب کو یہ شکایت ہے کہ یہاں جمہوریت ہے اسلامی حکومت نہیں حالانکہ یہی جمہوریت ان کے نزدیک اسلام کے عین مطابق تھی بشرطیکہ پاکستان نہ بننا، تقسیم ہند سے چند سال قبل مولوی صاحب نے قوی دیا تھا "ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی سب شامل ہوں حاصل کرنے کے لئے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیے، ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام اس آزادی کی اجازت دیتا ہے" (۶۲۰)

----- حالانکہ اس سے قبل بقول مولوی حسین احمد دیوبندی "مسلمانوں کے مفادات کے محافظ پنڈت جواہر لال نہرو" (۶۲۱) نے وضاحت فرمائی تھی کہ:

"در اصل جمہوری حکومت کے معنی یہ ہیں کہ اکثریت اقلیت کو ڈرا کر اور دھمکا کر اپنے قابو میں رکھتی ہے" (۶۲۲) جہاں تک قائد اعظم اور دیگر مسلم لیگی رہنماؤں کو دائرہ اسلام سے خارج پاکستان بن حکومت کو "ملاحدہ" اور "مرتدین" کی حکومت اور مشرکوں کی حکومت، اس سے بہتر قرار دینے کا تعلق ہے تو ہمارے خیال میں یہ اسلامی تعلیمیت سے بناوٹ کے مترادف ہے یہ الزام قطعاً غلط ہے کہ قائد اعظم نے اپنے آپ کو کبھی "رافضی" کہا تھا یا پاکستان پر انگریزوں کی حکومت تھی بلکہ قائد اعظم کی اسلامی سوچ وغیرت نے یہ تک گوارا نہیں فرمایا تھا کہ لارڈ مائونٹ بیٹن کو پاکستان کا گورنر جنرل بنا کر بعض فوائد حاصل کر لیتے جبکہ مولوی صاحب کے محبوب ہندو لیڈروں نے یہ شاندار کارنامہ سرانجام دے دیا تھا۔

جہاں تک قائد اعظم کے شیعہ ہونے کا تعلق ہے جس کے باعث مولوی صاحب پاکستان بن جانے کے بعد اس کے لئے دعا فرمانے سے ہچکچاہے تھے تو گزارش یہ ہے کہ تاریخ کے صفحات میں کہیں بھی یہ ثبوت دستیاب نہیں کہ قائد نے اپنے آپ کو کسی خاص مسلک سے منسلک بتایا ہو، وہ ہمیشہ سنی علماء کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے، ان کی نماز جنازہ مولوی شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی (۶۲۳)

میں نے اس کا ذکر کیا اور پوچھا، آپ نے مولانا سے دعا کیوں نہیں کیا فرمانے لگے "میرا اصول ہے، میں دشمن کے صفوں کر سکتا ہوں قوم کے غدار سے نہیں" (۶۱۷)

مولوی حسین احمد دیوبندی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان کی بحث کے دلائل اتنے کمزور ہوتے جنہیں ایک جاہل سے قوی بھی معقول سمجھنے پر تیار نہ ہوتا مثلاً یہ کہ: مولانا نے احمد مدنی نے اپنی تقریر میں پاکستان کی خدمت کی اور یہ کہ پاکستان کا مطلب تو یہ ہوگا کہ مسلم اقلیت کے صوبوں کو ہندو راج قائم ہونا چاہیے" (۶۱۸)

----- گویا کہ خدا نخواستہ

ہندو لیڈروں کے بارے میں تو حسن ظن کا یہ عالم تھا کہ اس کے برعکس پاکستان کی جانب رخ مڑجاتا تو یہاں کفر کے سائے منزلات نظر آتے

پاکستان بننے کے بعد بھی مولوی حسین احمد دیوبندی کا جو یہ نگاہ اور عقیدہ تھا وہ ذیل کے خط سے اظہر من الشمس ہے مولوی ابراہیم صاحب کو تحریر کرتے ہیں۔ "سنی مسلمانوں کے لئے دعا کرنا ضروری ہے مگر ایک ایسی جمہوری حکومت کہ اسلامی حکومت نہیں ہے، کس طرح ان اعدیہ کی مخالفت ہو سکتی ہے جن کے مستحق سنی مسلمان ہیں، ہاں اس لحاظ سے کہ انہوں البلیتین (مگر اس کا ثبوت ہو جائے) تو مستحق ہمدردی ہو سکتی ہے مگر کانگریس صوبوں میں کفار کے ہمسرا قرار ہیں پاکستان میں "ملاحدہ" اور "مرتدین" کا یہ دینی حیثیت سے دونوں کا فرق ظاہر ہے، کانگریس میں انگریزی اقتدار برائے نام ہے اور اس کو رفتہ رفتہ جادہ ہے اور پاکستان میں اس کو ترقی دی جارہی ہے اور ان کی فراوانی ہے، ہاں وہاں کے سنی مسلمانوں کے ساتھ یقیناً پوری ہمدردی ازسب ضروری ہے۔

جینا (یعنی قائد اعظم محمد علی جناح) خود اپنے کو رافضی ہے۔۔۔ اگر ایسے شخص کے لئے مولوی ابراہیم صاحب دعا چاہتے ہیں تو وہ اس کے ذمہ دار ہیں، وہ خود جانتے ہیں کہ شیعہ مسلمان ہیں یا نہیں، آپ کا فرمانا کہ حکومت تو ہر

جو مولوی صاحب کے کتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ خود مولوی حسین احمد دیوبندی کے نزدیک شیعہ مسلمان ہیں :

”ایک دفعہ ترقی کے درس میں خوارج اور شیعہ کے متعلق ایک افغان متعلم کے استفسار کے جواب میں (۱۹۰۷ء) حسین احمد دیوبندی نے فرمایا ”تکفیر ایساں جائز نیست“ (۱۳۲۳ء) نہیال صوابہ کا اصل بہ حشر لا

جناب عبدالجود صاحب بی اے ایل ایل بی لکھنؤ نے ۱۹۳۲ء میں اس اعتراض کا جواب ان الفاظ میں دیا تھا :

”آج مسٹر جناح کی قیادت پر اعتراض ہے کہ وہ شیعہ ہیں (حالانکہ وہ غریب سینوں کے ساتھ بالجماعت عیدین و جمعہ کی تجاویز ادا کرتا ہے) لیکن یہی بزرگ اسماعیلیوں کے سردار آغاخان کی صدارت میں ۱۹۲۹ء میں مسلم تجاویز کو خود پیش کرتے ہیں، انہیں حضرات نے ۱۹۳۳ء میں یونٹی بورڈ کے کھلے اجلاس میں جو گنگا پرشاد میموریل ہال لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا مرکزی اسمبلی کے امیدواروں کے انتخاب کے وقت راجہ صاحب سلیم پور کی ذات میں اعتماد کا ووٹ مولانا احمد سعید صاحب کی تحریک پر پاس کیا، مظفر علی انصاری صاحب شیعہ ہونے کے باوجود مجلس احرار کے جنرل سیکرٹری اور اجلاس لکھنؤ کے صدر ہو سکتے ہیں مسلم لیگ میں خطاب یافتہ عناصر جس طرح مسٹر جناح کی قیادت کے سامنے زبان بند ہیں وہ سب کو معلوم ہے یہاں تک کہ مسٹر جناح پر ڈکٹیٹر ہونے کا طعن اسی لئے دیا جاتا ہے مگر جمعیت العلماء و احرار کے علماء مسلم لیگ میں امام بن کر شامل نہیں ہو سکتے اور خان بہادر اللہ بخش کی صدارت و قیادت میں آزاد مسلم بورڈ میں مقتدی بن کر رہ سکتے ہیں“ (۱۳۵۰ء)

اس موضوع پر جمعیت العلماء ہند کے مولویوں کے بارے میں مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی عبدالمجید دریا بادی کے خیال کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا مولوی صاحب رقمطراز ہیں :

”ان حضرات کا شیعوں کے ساتھ سیاسی جلسوں میں برابر رہا کرتا ہے، یہ شیعہ ریکسوں کی سمانداری قبول کرتے

ہیں، ان کے ہاں ٹھہرتے ہیں شیعہ اکابر کو جلسوں کا صدر ہیں“ (۱۳۶۱ء)

جہاں تک قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کے مسلک ہونے یا نہ ہونے کا تعلق ہے، مولوی حسین احمد دیوبندی مدوح مولویوں سے ہی رجوع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے مولوی شبیر احمد عثمانی قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کے فرماتے ہیں :

”میں نے بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء کی حاشیائیں دیکھی ہیں لیکن جیسا ایمان باللہ میں نے اس شخص کا دیکھا کسی میں نہ پایا“ (۱۳۷۷ء)

آخر میں مولوی اشرف علی تھانوی کی شہادت پیش جاتی ہے :

”میں خواب بست کم دیکھتا ہوں مگر آج میں نے بھی خواب دیکھا ہے میں نے دیکھا ہے ایک بہت بڑا مجمع ہے

کہ میدان حشر نامعلوم ہو رہا ہے اس مجمع میں اولیاء اللہ صلحاء کرسیوں پر بیٹھے ہیں، مسٹر محمد علی جناح بھی اسی مجمع ساتھ عربی لباس پہنے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں، میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ اس مجمع میں کیسے شامل ہو گئے، مجھ سے کہا گیا کہ محمد علی جناح آج کل اسلام کی بڑی خدمت رہے ہیں، اسی واسطے ان کو یہ درجہ دیا گیا ہے“ (۱۳۸۸ء)

خلافت پاکستان میں مولوی حسین احمد دیوبندی کی عقیدت مند بھی کسی سے پیچھے نہیں، مولوی ثروت حسین فرماتے ہیں :

”نام نہاد پاکستان مٹھی بھرناہ گزنیوں کو بھی ابھی صحیح معنوں میں آباد نہیں کر سکا ہے“ (۱۳۹۹ء)

اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کی اطاعت کر کے پاکستان بنانے والوں پر مولوی حسین احمد دیوبندی کی اطاعت نہ کرنے گرفت کرتے ہوئے مولوی غم الدین اصلاحی رقمطراز ہیں :

”قوم کے ذہین طبقے کو مدت سے جس طرح ٹریننگ جاری تھی اور جس تمدن و تہذیب کا انہیں خوگر بنا کر لاد رہے تھے، دی گئی تھی، اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ اتنی بڑی المرتبت شخصیت (مولوی حسین احمد دیوبندی) کی اطاعت

گل بادشاہ خان کے ساتھ مل کر اس بات کے لئے کام کیا کہ سرحدی پٹھان پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دیں۔ یہ بادشاہ گل وہی صاحب ہیں جنہوں نے کہا تھا "اگر میں جنت میں بھی جاؤں گا تو کانگریس کا ترنگا پرچم ساتھ لے کر جاؤں گا" میری دعا ہے "میرا حشر اس پرچم کے سایہ میں ہو" (۱۳۹)



مَوْلَاے صَلِّ وَسَلَّم دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى النَّبِيِّ وَعَلٰى اٰلِهِٓ وَسَلَّمَ

امام اعظم محمد علی جناح اور ان کے رفقاء کار () سے لے کر موجودہ قیادت تک ہر کسی نے یہاں اسلام کو کد چھری سے نکال دیا۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جن مقربان بارگاہ الہیہ نے ملک کے تیور دیکھ کر خلوص اور دیانت سے تقسیم ملک کی مخالفت کی تھی، آئے دن مختلف حوالوں سے انہیں کوسا جاتا تھا۔ ان کی توہین کی جاتی ہے۔ اور بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی Nadwi (رحمۃ اللہ علیہ) "یہاں جو مصائب ہیں انکا سبب (حسین احمد) مدنی جیسے بے نفس اور فرشتہ سیرت بزرگوں کی توہین ہے" (۱۳۳)

یہی اسباب و عوامل تھے جنہوں نے ملک کو دو لٹا دیا (۱۳۲)

یہ "مقربان بارگاہ الہیہ" کون تھے؟ پچھلے صفحات میں ذکر ہو چکا ہے، ان کے دو مزید کارنامے ملاحظہ فرمائیں: "مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی نے موجودہ حالات کا جائزہ لیا۔ مجلس احرار نے (قیام) پاکستان کے خلاف ایسی حرکت کرنے کا فیصلہ بھی کیا ہے" (۱۳۶)

"جب ماسٹر آرا سنگھ نے ۳۰ مارچ ۱۹۴۷ء کو پنجاب اسمبلی کے سامنے تلوار لہرا کر اعلان کیا تھا کہ "پاکستان کا فیصلہ غلط ہے" اس پر مولانا (غلام غوث) ہزاروی نے سنگھ کو مخاطبہ فی سبیل اللہ قرار دیتے ہوئے ان کی جرأت پر مذمت کی اور بے باکی پر مبارکباد کا اعلان کیا۔ اس پر مولانا ظفر علی خان نے انہیں "جعفر ثانی" اور مفتی محمد حسین امرتسری نے انہیں "ابو جعفر" قرار دیا" (۱۳۷) علامہ محمد امجد علی دہلوی نے کہا تھا "میرا مقصد یہ تھا کہ ان کی جرأت کو دیکھ کر ہمارے نزدیک پاکستان کی مخالفت ایسی حرکت اور عمل تھا۔"

شیطان ہی کد نامش ولی

اس میں است لغت بروی (۱۳۸)

آخر میں ایک قوم پرست کانگری کی ہندوؤں سے والماندہ کی بھی عزم ہدیہ قارئین ہے:

مولانا غلام غوث ہزاروی نے سرحد لے لی، نڈم میں حضرت

ماہنامہ "کمز الایمان" کے تحریک پاکستان نمبر
کی اشاعت کے موقع پر
چیف ایڈیٹر جناب محمد نعیم طاہر منویٰ اور ان کے رفقاء کار
کو

ہدیہ تادریک

پیش کرتے ہیں اور اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلاتے ہیں

منجانب

پیر زاہد اقبال احمد فاروقی (رکن مرکزی مجلس شوریٰ)
عبد الستار غازی (رکن مرکزی مجلس شوریٰ)
جمعیت المسلمان پاکستان

بعد تقسیم ہند

مخالفت

انگریز اور پاکستان

ہندی سے اسی دن وطن عزیز کے دو ٹکڑے بھی ہوئے جس کا فیاضہ آج تک پوری قوم کو بھگتنا پڑا ہے۔ حضرت (مولوی حسین احمد دہلوی) نے ملک کی تقسیم کی بیش مخالفت فرمائی، اس لئے کہ برطانوی ڈپلومیسی کی کامیابی و ناکامی کا مدار اسی ایک مسئلہ پر تھا، افسوس کہ اس مرد بزرگ کی ایک نہ سنی گئی، ملک کی تقسیم ہو کر رہی (۱۹۴۷ء)

تو ایک آزادی کے آخری سالوں میں انگریزوں نے کھل کر پاکستان کی مخالفت کی جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ ان قوم پرست مسلمانوں کے پس ماندگان ابھی تک اصرار کرتے ہیں کہ پاکستان انگریز نے بنایا ہے، جمیعت علماء اسلام کے ”تہمتان اسلام“ کے مدیر رقمطراز ہیں:

ہندوستانی سفارت خانے مسلسل پاکستان اور نظریہ پاکستان کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کا کام کر رہے ہیں بعض اوقات تو اس قدر مسموم پروپیگنڈہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایرانی ہوتی ہے، اسی کے نتیجے میں عرب حلقوں میں اس طرح کی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ ”پاکستان برطانوی استعمار کی تخلیق ہے“ یا ”پاکستان ہندی قومی تحریک سے انحراف کا نتیجہ ہے“ یا ”پاکستان ہندوؤں سے اقتصادی اجناس کمتری کی وجہ سے وجود میں آیا اور لطف یہ ہے کہ پاکستان کے خلاف اس قسم کی غلط فہمیاں پھیلانے کے لئے حکومت ہند اور ہندی سفارت خانے کو دیوبند اور جمیعت العلماء ہند کے بعض علماء دستیاب ہو گئے ہیں اور انھیں لکھنؤ کے ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل حضرات کی بھی خاصی تعداد پاکستان کے خلاف ”یہ نیک کام“ سرانجام دینے میں مصروف ہے۔ جب ان ممالک میں کشمیر اور ہندوستان کے مسلمانوں کا ذکر آتا ہے تو یہی حضرات آڑے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ”سب آچھا“ ہے اور کشمیر کے مسلمان ہندوستان کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں (۱۹۴۳ء)

انگریز نے ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریتی برتری دیکھ کر مسلمانوں کی سیاست کو مدت تک انتشار میں مبتلا رکھا۔ بالآخر انہیں مجبور کیا کہ وہ پورے ہندوستان پر اپنا حق ماننے کے بجائے ایک چھوٹے سے خطے پر قناعت کریں

مولوی محمد اذہر شاہ قیصر مدیر اعلیٰ ماہنامہ ”طیب“ دیوبند نے انھیں ان الفاظ میں بیان کیا۔ ”ابھی تک جنگ عظیم ختم ہوئی تھی کہ انگریزوں کی فراست اسے پہچان گئی تھی کہ ان کے مقابلے پر برطانیہ، امریکہ اور روس جیت بھی گئے ممالک اس قدر کمزور ہو جائیں گے کہ انہیں اپنی نوآبادیوں پر قابض ملکوں پر قابض رہنا مشکل ہو جائے گا اس لئے انھوں نے ہندوستان کی طاقت کو کمزور کرنے کے لئے قیام پاکستان کا منصوبہ پہلے سے بنا لیا تھا“ (۱۹۵۱ء)

مولوی محمد عزیز الحسن قیام پاکستان کو برطانوی ڈپلومیسی کا قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ”۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء کی تاریخ ہمارے لئے مسرت و شادمانی کا پیغام لے کر آئی، اس دن ملک آزاد ہوا تو دوسری طرف یہی تاریخ نے رنج و الم کا سبب بنی کیونکہ بعض رہنماؤں کی غلبت

ملک کی سلامتی و بقا

جمیعت علماء ہند صوبہ دہلی کے کنوینشن میں

متمرق

مولوی عتیق الرحمن سنبھلی اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں: ”جو لوگ پاکستان کے مخالف تھے اور اس مقابلہ میں جو سیاسی نظریہ پیش کرتے تھے، وہ صحیح تھا یا غلط اس بحث کو جانے دیجئے کیونکہ اس کا وقت گزر چکا ہے زرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ وہ ۱۱۔ تقریباً نعوں کے حصہ جب یہ کہتے تھے کہ یہ محض فریب ہے سیاسی چال ہے تو غلط کہتے تھے“ (۱۹۵۸)

جناب ولی مظہر ایڈووکیٹ پاکستان میں رہائش پذیر پرست حضرات کے رویہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں مدینۃ الٹانی پاکستان کے قیام کو ۳۶ سال بیت گئے ہیں آزادی کی نعمت غیر مترقبہ سے فیضیاب ہو چکے ہیں لیکن پاکستان کے مخالف عناصر نے یوم آزادی پر کبھی کسی تقریب اہتمام تو بعید از قیاس بات ہے ان لوگوں نے کبھی وطن عزیز احکام و سلامتی تک کے لئے دعا کو ہاتھ نہیں اٹھائے بلکہ گیا ہے کہ اس مکتبہ فکر کے ایک معروف دینی مدرسہ میں مشرقی پاکستان پر جب پوری قوم کرہ ارض پر دکھ درد کا اظہار رہی تھی اور ملت اسلامیہ پاکستان نوادہ کناں تھی، شیرینی ہوئی اور خوشیاں منائی گئیں یہ ”وہی“ مدرسہ ہے جہاں کہ اب پر کبھی ایک چراغ تک روشن نہیں کیا جاتا“ (۱۹۵۹)

اعتراف حق

مخالفین پاکستان کے ہم مسلک بعض ایسے مولوی بھی ہیں جو مخالفت پاکستان میں ان کے ہمنوا نہیں، انکی اگرچہ آئے میں نمک کے برابر ہے لیکن ان کی یہ سوچ سناٹش ہے۔ مولوی احزام الحق تھانوی کا ایک تفصیلی مابنامہ ترجمان اہلسنت (کراچی) میں شائع ہوا تھا جس میں

ایک قرارداد میں ”بلکہ دیش“ کی جدوجہد کی پر زور نمائندگی گئی اور بنگالیوں کی یقین دلایا گیا کہ بھارت کے مسلمان اس جدوجہد میں ان کی پشت پر ہیں اس کونٹین سے سردار سورت سنگھ نے بھی خطاب کیا (۱۹۵۳) فادحیا یسوں کے ساتھی

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران انڈیا کے ایک ریڈیو سے جمعیت العلماء ہند کے سیکرٹری نے تقریر کرتے ہوئے مولانا انور شاہ کشمیری کے حوالہ سے یہ بات کہی تھی کہ اگر کوئی دوسرا مسلمان ملک بھی ہندوستان پر حملہ کرے تو ہم اس کا بھی مقابلہ کریں گے اسی نوعیت کے کچھ فتوے موجودہ صدر جمعیت العلماء ہند نے بھی داغے ہیں بلکہ جاندھر کے ریڈیو سے ایک عرصہ تک ہمسایہ کے حقوق والی حدیث پڑھ کر ایک عالم دین نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کو بھارت کے مقابلہ میں دفاع کی کوشش نہیں کرنا چاہئے“ (۱۹۵۵)

مولوی انور شاہ کشمیری کے بیٹے انظر شاہ مسعودی نے اپنے والد کی سوانح ”نقش دوام“ کے نام سے لکھی جو جشن دیوبند منعقدہ مارچ ۱۹۸۰ء کے بعد کراچی سے شائع ہوئی ہے جس میں متحدہ قومیت کے ساتھ دیوبند کی ذہنی وابستگی اور اندرا شکر کی قلبی تائید اور پاکستان سے ذہنی عداوت کا ثبوت فراہم کیا

گیا ہے:

تقسیم کے بعد چین و پاکستان کے جارحانہ حملوں کی صورت میں مسلمان ہند (دیوبندی) کا کردار، اپنے ملک کے لئے ان کا اخلاص، ملک کے دفاع کے لئے ان کی قربانیاں آشکارا ہیں (۱۹۶۱)

”اگر پاکستان کی جانب سے ہندوستانی مسلمانوں کا تفسیر کہیں اور کسی وقت اٹھایا جاتا تو ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے زیادہ ذمہ دار تنظیم جمعیت علماء ہند پاکستان سے اٹھنے والی اس آواز کو اپنے آہنی پنجوں سے ان کے گلوں ہی میں دبائی“ ہر سال سعودی عرب حج جانے والے مسلمانوں کا وفد پاکستان کے اس پروپیگنڈے کا جواب دے کر آتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان تباہ و پائمال کئے جا رہے ہیں“ (۱۹۵۷)

خدمات پیش خدمت ہیں :

"پاکستان کی مخالفت کرنے والوں نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک وہ اپنے اٹھنڈ بھارت کے خواب کو شرمندہ نہیں کر لیں گے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس وقت وہ یہ چاہتے تھے کہ پاکستان نہ بنے اور اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان نہ رہے (نغوذ باللہ)۔ یہ باتیں میں نے سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اس کے میرے پاس ثبوت ہیں اور میں خانہ کعبہ میں حلف اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوں۔"

ان لوگوں نے برطانیہ کی باتیں کی ہیں کہ مسلم لیگ کی مخالفت کرنے والے علماء پر قبروں میں پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت کے نتیجے میں عذاب ہو رہا ہے، اس سے بڑھ کر بغض و نفرت آپ کو پاکستان کے بارے میں اور کیسے ملے گا۔

جنوبی افریقہ کے مسلمانوں نے پاکستان سے گئے ہوئے "عالم دین" عبدالواحد (گوجرانوالہ) سے پوچھا کہ سنا ہے کہ پاکستان میں رشوت اور بدعنوانی بہت ہے اسے کیسے ختم کیا جاسکتا ہے تو ان مولوی صاحب نے "جو بد قسمتی سے کانگریس کے جلسے میں جمع ہوئے تھے" (اگر رشوت اور کرپشن کو ختم کرنا ہے تو پاکستان کو ہی ختم کرنا ہوگا) (خاکم بدہن) اس سے ان کے مسلمانوں میں بڑا اشتعال پیدا ہو گیا اور انہوں نے مولوی صاحب کو نکال باہر کیا۔

آج پاکستان کے مخالفین کہتے ہیں کہ بھیا ٹھیک ہے، لیکن ان کے مخالف تھے لیکن اب تو نہیں ہیں لیکن میرے والد سے جب کوئی یہ کہتا تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم پاکستان کی سیاست میں اس لئے ہیں کہ ہمارے جیسی شکل و صورت والے لوگ اسلام کے نام پر دراصل اس کی جڑیں اکھاڑ رہے ہیں اور معاف کیجئے، ثبوت اس کا یہ ہے کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جب سوشلزم کے نام پر یہاں ملک میں افراتفری ہو رہی تھی اس وقت ان پاکستان دشمن عناصر نے مسٹر بھٹو کا ساتھ دیا تھا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے بھٹو صاحب کہتے تھے کہ میں نے خلاف فتویٰ دینے والے مولوی کیا، میں میرے پاس بھی فتویٰ ہے اور وہ جیب سے نکال کر مفتی محمود کا فتویٰ دکھا دیتے ہیں اس وقت یہ لوگ ادھر تھے، جب ۱۹۷۷ء میں بھٹو صاحب

کے خلاف تحریک چلی تو یہ سب "اسلام" کے گرد ہو گئے۔ کیوں؟ اصل بات یہ ہے کہ اس ملک کی پولیس اگر سوشلزم سے ملتی ہیں تو یہ سب سوشلسٹ بننے کو تیار ہیں اور اسلام کے نام پر اگر یہاں افراتفری پھیلتی ہے یا اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجتی ہے تو یہ اسلام کے گرد ہوں گے، سوشلزم کے نہیں مقصد پاکستان کو نقصان پہنچانا ہے چاہے وہ سوشلزم کے نام پر ہو یا اسلام کے نام پر (۶۶۰)

"اب بھی یہ جتنے بد معاش ہیں، ان سے اگر آپ پوچھیں تو یہی کہیں گے، ہم پاکستان کو تو مانتے ہیں، لیکن آپ

پوچھیں، پاکستان کو ماننے کا مطلب کیا ہے، جس تیئوری اور جس دو قوی نظریے کی بنیاد پر ملک وجود میں آیا، کیا وہ درست ہے، اس کو تم مانتے ہو؟ کیا اس تیئوری کی مخالفت غلط تھی؟ کہیں گے، نہیں وہ تیئوری بھی غلط تھی وہ فلسفہ بھی غلط تھا، وہ تحریک بھی غلط تھی، ہماری مخالفت درست تھی لیکن ہم پاکستان کو مانتے ہیں" (۶۶۱)

بہت روزہ زندگی (لاہور) کے نمائندہ خصوصی کا بیان ہے: "جامعہ مدنیہ کرم پارک راوی روڈ میں واقع ہے، اس کے ناظم اعلیٰ مولانا خالد میاں ہیں جو ہندوستان کے مشہور کانگریسی عالم دین مولانا محمد میاں ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند کے صاحبزادے ہیں اور پاکستان میں اپنے موروثی مشن کو احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔۔۔ جامعہ مدنیہ (جمعیت علماء اسلام) ہزاروی گروپ اور اس وسیلے سے گاندھی جی کے نظریات کا ایک مضبوط اذہ بن گئی ہے مدرسے میں "زندگی چٹان" "نڈائے ملت" یا "مشرق کا داخلہ قطعی ممنوع ہے اور دارالطالعے میں صرف "امروز" اور دیگر اشتراکی جریدے ہی منگوائے جاتے ہیں حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ طلبہ کو نظریہ پاکستان اور بنیادیں پاکستان سے بدعنوان کیا جائے چنانچہ قائد اعظم اور اقبال کے بارے میں یہاں کے اساتذہ کرام اب بھی کھلے بندوں انہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں جو ان کے مرشد حضرات کرتے رہے ہیں، قائد اعظم کو جن الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے انہیں دہرائی بھی قابل شرم ہے اقبال کے بارے میں نرم سے نرم جملہ جو یہاں نقل کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے "اقبال جنم میں جل رہا ہوگا کیونکہ اس

نے ایک مقدس ہستی (مولوی حسین احمد دیوبندی) کی مخالفت کی تھی۔

”درس کے دوران ایسا انداز اختیار کیا جاتا ہے کہ موقع بہ موقع تحریک پاکستان کا ”بوداؤن“ ثابت ہو، مثال کے طور پر جب یہ کہنا ہو کہ ”کبھی کبھی سواداعظم یا اکثریت بھی غلطی کر بیٹھتی ہے“ تو مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں ”جیسا کہ پاکستان کے حق میں رائے دے کر سواداعظم نے بہت بھاری غلطی کی تھی“ یہ الزامات بڑے خوفناک ہیں لیکن ان لوگوں سے قرآن پاک پر حلف لے کر دریافت کیا جاسکتا ہے کہ یہ قائداعظم اور اقبال کے بارے میں کیسی رائے رکھتے ہیں“ (۶۶۳)

مولوی احتشام الحق تھانوی نے ایک تقریر میں فرمایا: ”اسد مدنی (فرزند مولوی حسین احمد دیوبندی) بھارتی حکومت کی طرف سے یورپ اور افریقہ کا دورہ کرتے ہیں اور ہر جگہ مسلمانوں کو پاکستان کے خلاف بھڑکاتے ہیں، پچھلے سال لندن کی ایک مسجد میں مسلمانوں نے ان سے انکار کر دیا تھا“

جو پاکستان کے خلاف ہو رہی تھی انہوں نے سن ۶۵ کی بھارت جنگ کے موقع پر آل انڈیا ریڈیو سے تقریر کرتے کہا تھا کہ پاکستان کی طرح بھارت میں بھی سات کروڑ مسیحی ہیں، اس لئے پاک بھارت جنگ جہاد نہیں ہے، وہ آل انڈیا ریڈیو پر خود کو فاتح بلکہ دیش کہتے ہیں اور سعودی عرب پاکستان کے خلاف یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ پاکستان کی حکومت قادیانیوں اور شیعوں کی حکومت ہے وہ بھارت کے بھیجے پاکستان آئے کراچی میں نیوٹاؤن میں قیام کیا اور مفتی محمد اپنے ساتھ پورے پاکستان میں ان کا دورہ کرایا“ (۶۶۳)

”کنز الایمان“ کے احرار کا طریقہ

۴۰ روپے درج ذیل پستہ پر مبنی آرڈر کر دیں۔ کس سال آپ کو گھر بیٹھے ملا کرے گا۔

پستہ: ماہنامہ ”کنز الایمان“ ص ۱۰ بازار لاہور چھاپا

تحریک پاکستان

شائع کرنے پر اراکین کنز الایمان سوسائٹی کو مبارکباد

منجانب

صوفی فضل الرحمن رحمان جرنل سکٹور (گرم مصالحے والے)
مذکران نمبر ۱۳۲۔ ڈاکخانہ مغلیہ کیریج شاہ پے مغلیہ پورہ لاہور

خطاب یافتہ مولوی

- ۲۔ شمس العلماء مولوی الطاف حسین حالی
- ۳۔ شمس العلماء مولوی ذبیحی نذیر احمد
- ۴۔ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی (۲۶۳)
- ۵۔ شمس العلماء مولوی محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند (۲۶۵)
- ۶۔ شمس العلماء مولوی محمد حفیظ اللہ سابق مدرس اعلیٰ دارالعلوم ندوہ (۲۶۶)
- ۷۔ شمس العلماء مولوی حاجی محمد عمر مرید مولوی اشرف علی تھانوی (۲۶۷)
- ۸۔ شمس العلماء مولوی محمد یوسف رنجور عظیم آبادی تخلص و صادق اور وفادار ترین متقدم سید احمد قائد تحریک بالا کوٹ (۲۶۸)
- ۹۔ شمس العلماء مولوی احسان اللہ خان تاجور فاضل دارالعلوم دیوبند (۲۶۹)

انگریزی دور حکومت میں ان مولویوں کو سرکاری خطابات سے نوازا جاتا تھا جو حکومت کے حامی ہوتے۔ بعض مولوی صاحبان کا وظیفہ یہی ہے کہ سنی بریلوی علماء و مشائخ انگریزوں کے ایجنٹ تھے لیکن مختلف کتابوں کی ورق گردانی کے دوران اس طبقہ کا کوئی ایسا عالم دین ہمیں نہیں ملا جسے شمس العلماء کا خطاب ملا ہو جبکہ دیوبند اور اہلحدیث مکتب فکر کے بعض معروف بزرگوں کو یہ خطاب عطا ہوا تھا، چونکہ ہمارا مقصد تاریخی ریکارڈ کو درست کرنا ہے، کسی کی دل آزاری مطلوب نہیں، اس لئے تفصیلات کو قلمزد کر کے ہم صرف ان خوش نصیب حضرات کی فہرست پیش کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں:

۱۔ شمس العلماء مولوی میاں نذیر حسین

ارشاد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

”بزار ہزار بار حاشا للہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی! جب ان سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوگئی! حاشا للہ! مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت صرف محبت و عداوت خدا و رسول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں انکی دشنام نہ دیکھی سنی تھی اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسک اختیار کیا، جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العالمین و سید المرسلین علیہم السلام سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصدیقات سن چکے“ (فاضل بریلوی)

یا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً ازروئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی جائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور ہر قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً حضرات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل نہ مگر متصور ہے؟ یہ وہ ہے جسکا فتوے عوام کو دیا جاتا ہے اور حقین کا مقام دوسرا ہے لکل مقام مقال ولکل مقال رجال رکل مال مجال ولکل مجال مثال نال اللہ حسن المال۔ (احکام

شریعت حصہ سوم۔ ۱۵۰)

ادارتظیم الاسلام گوجرانوالہ کے اشاعتی، علمی اور تبلیغی منصوبے

حضرت ام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کے علوم و معارف پر مشتمل مکتوبات و تفسیر کی پہلی اور شرح

البیانات شرح مکتوبات

شیخ خطیب العصر ابوالبلیان علامہ محمد حیدر محمدی - ہدیہ: -/75 روپے
تفصیل تصوف اچھی سے کاپیاں محفوظ کروائیں، پہلی جلد تقریباً ۱۲ روپے پر آرہی ہے

خطبہ پنجاب میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اولین خانقاہ معلیٰ
آلوہار شریف کے اولیاء کرام کی مکمل اور مستند سوانح حیات

مشائخ آلوہار شریف

زیر ترتیب: از قلم خطیب العصر ابوالبلیان علامہ محمد سعید احمد محمدی

خطیب العصر ابوالبلیان علامہ محمد سعید محمدی کے علمی، ادبی
اور فنی مضامین پر مشتمل

مقالات سعید

زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے ہدیہ: -/20 روپے

المجدد اکیڈمی

کے نام سے ایک مکتبہ قائم کیا گیا ہے جس میں علماء اور مشائخ
اہل سنت کی قدیم و جدید علوم پر مشتمل دینی تبلیغی، علمی اور فنی تصانیف دستیاب ہیں۔ رابطہ کیلئے: المجدد اکیڈمی واقع مرکزی جامع
مسجد نقشبندیہ ڈال ٹاؤن بی بلاک گوجرانوالہ۔ فون: 81060

المجدد اکیڈمی گوجرانوالہ کا ایک اشاعتی منصوبہ خطیب الاسلام
قائد تحریک ختم نبوت فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نامدار مسند
حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن آلوہار شریف کے علمی فکری
اور روحانی مقالات پر مشتمل خطیب الاسلام
ہدیہ: -/70 روپے

خطیب العصر ابوالبلیان علامہ محمد سعید احمد محمدی کی
علمی، ادبی اور ایمان افروز تقریریں پر مشتمل

البیان (حصہ اول) چھپ کر بڑی تیزی سے البیان (حصہ دوم) زیر ترتیب ہے

پاکستان میں اسلامی انقلاب اور روحانی اقتدار کا دائمی

ماہنامہ دعوت تظیم الاسلام

ہر ماہ مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
بی بلاک سے شائع ہوتا ہے۔ جس میں دعوت، حدیث، دعوت
طریقت کے علاوہ متعدد اہل علم حضرات کے مضامین شامل ہوتے ہیں
ہدیہ: فی پرچہ -/10 روپے، سالانہ تقریباً ۱۰۰ روپے

شعبہ آڈیو ویڈیو

علامہ اہلسنت کی ایمان افروز تقاریر بالخصوص خطیب العصر
ابوالبلیان علامہ محمد سعید احمد محمدی کے خطبات جمعہ، دروس قرآن و
حدیث کے علاوہ ولولہ انگیز تقاریر کی کیسٹیں
دستیاب ہیں

مصلحت بیعت

مخالفت نہیں کی تھی

مخالفت تھے اور جمعیت علمائے ہند میں کام کر رہے تھے" (مفتی محمود) (۶۷۶)

☆ ہمارا اختلاف قیام پاکستان سے نہیں تھا بلکہ ہمیشہ ایک سیاسی جماعت کے مسلم لیگ سے تھا سیاسی جماعتوں سے اختلافات کوئی نئی بات نہیں ہمیں اس طریقہ کار سے اختلاف تھا جو کہ قائد اعظم محمد علی جناح چاہتے تھے وہ ہر صورت میں تقسیم قبول کرنے کے لئے تیار تھے چنانچہ جب پاکستان بن گیا تو بعض مسلم لیگیوں نے ہمیں مخالف پاکستان قرار دے دیا کیونکہ پہلے پہل مسلم لیگی ذہن حکومت پر آیا تو پروپیگنڈا بھی جاری رہا لیکن بنیادی طور پر نہ جب ہم پاکستان کے مخالف تھے اور نہ آج (مولوی محمد عبداللہ درخواستی) (۶۷۷)

☆ "میں اور میرا خاندان مذہبی بنیادوں پر سیاست کرنے کے قائل نہیں میری مراد فرقہ وارانہ سیاست سے ہے ہمارے اکابر نے کانگریس کے پلیٹ فارم پر کام کیا جو خالص آریہ سماجیوں اور مہا سہائیوں کی جماعت تھی اگر اکابر نے ایسا کچھ کر کے دین کو نقصان نہیں پہنچایا تو میں نے سوچا کہ میری چیلر پارٹی میں شمولیت سے بھی دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا" سواہی وسنت خیال اور وسعت ظرف نے مجھے اجازت دی کہ میں چیلر پارٹی میں شامل ہو جاؤں اور یہ میرے نزدیک دینی اور مذہبی حوالے سے کوئی مکروہ یا ناجائز اقدام نہیں" (مولوی سران احمد دین پوری سابق امیر جمعیت علماء اسلام) (۶۷۸)

ماہنامہ "کنز الایمان"

ہر ماہ گریزی ماہ کی ۲۷ تاریخ تک

نہایت اطمینان سے دکان کے حوالے کر دیا جاتا ہے

تاہم اگر دس تاریخ تک رٹ لے نہ لے

تو خط لکھ کر دوبارہ طلب کریں



☆ "ہم نے پاکستان کی مخالفت کبھی نہیں کی" (مفتی محمود) (۶۷۹)

مولانا ظفر احمد انصاری کا یہ الزام کہ ہماری جماعت نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی ایک بے سرو پا بحث ہے مولوی غلام غوث ہزاروی (۶۸۱)

"اگر علمائے دیوبند نہ ہوتے تو شاید پاکستان نہ بنتا" (ایم قریشی) (۶۸۲)

"بڑے دکھ اور افسوس کی ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بزرگوں نے ہزاروں مصیبتوں تکلیفوں اذیتوں کے بعد جو اس قانون قرآن کو نافذ کرنے کے لئے نکلے زمین (پاکستان) میں کیا۔ الخ" (مولوی عبید اللہ انور) (۶۸۳)

مخالفت کی تھی

"ہم تحریک پاکستان کے حق میں نہ تھے" (آیت اللہ علیہ السلام) (۶۸۴)

"اب سنے مولانا مفتی محمود اور ان کے اکابر کے متعلق یہ کہ پاکستان کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا اس وقت تک کہ اس کی مخالفت کی لیکن جب بن گیا تو اس کی مخالفت کو غداری کے مترادف قرار دیا یہ بھی نہ کہا کہ ہم نے اس کی مخالفت نہیں کی تھی (عبد الرشید ارشد) (۶۸۵)

"یہ صحیح ہے کہ ہم تقسیم سے قبل قیام پاکستان کے

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے ○ جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

شعبِ آزادی کشمیر کا ہراول درستی

جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء جموں و کشمیر کے علماء و مشائخ کی مشترکہ دینی تنظیم

آل جموں و کشمیر سنی جہاد کونسل

- جس کے مجاہدین آزادی کشمیر اور جموں و کشمیر پاکستان کیلئے سرکشت ہیں۔
- اپنے شاندار جہادی کارناموں سے اہلسنت کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ مجاہدین کی مالی امداد ہمارا آبی فریضہ ہے
- اپنے عطیات سنی جہاد کونسل کے جہاد کشمیر فنڈ کاؤنٹ نمبر 8-5158 بیسٹ سول لائن جرنال میں جمع کرائیں۔ براہ راست رابطہ کے لیے
- حضرت صاحبزادہ محمد عتیق الرحمن دھانگری شریف، امیر سنی جہاد کونسل فون 3472
- شیخ الحدیث حافظ محمد عالم سیالکوٹ، نائب امیر سنی جہاد کونسل فون 553059
- علامہ محمد سعید احمد مجددی، ناظم اعلیٰ سنی جہاد کونسل فون: 81060
- علامہ حافظ غلام خیر خادمی سیالکوٹ۔ فون: 552896
- علامہ طالب حسین مجددی ناظم مالیات سنی جہاد کونسل سنہری مسجد ڈی سی روڈ گوجرانوالہ۔

دوقوی نظریہ اور سنی علماء و مشائخ

سنتی بھی ہیں اور انہیں (پیار و محبت) سے یہ حقیقت ذہن نشین کرانے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ مسلمانوں کے سوا اعظم نے فاضل بریلوی کے سیاسی نقطہ نظر کو اپنا کر ان کے اکابرین کے نظریات کو مسترد کر دیا تھا، یہ کوئی معمولی شکست نہیں تھی اس شکست سے وہ اپنے برادران وطن کی نظروں سے گر گئے اس لئے کہ وہ ہندو لیڈروں کو آخر وقت تک یہی یقین دلاتے رہے کہ چونکہ مسلمانوں کی اکثریت ان کے ساتھ ہے، اس لئے وہ تقسیم ہند کے حق میں کبھی دوت نہیں دیں گے لیکن ۳۵۔ ۱۹۴۶ کے انتخابات نے ان کو ہلا کر رکھ دیا، قوم پرست امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہوئیں، اس صدمے کے اثرات اب تک باقی ہیں اور کانگریسی مولویوں کے عقیدت مند فاضل بریلوی اور ان کے ہم خیال حضرات کو بدنام کرنا شرعی فرض سمجھتے ہیں چاہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے غیر شرعی طریقہ کار ہی کیوں نہ اپنایا جائے۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور کے سابق وائس چانسلر شیخ امتیاز علی صاحب فرماتے ہیں: ”جنگ عظیم اول کے بعد ملکی سیاست کے ہنگامہ خیز دور میں ”ترک موالات“ اور ”تحریک ہجرت“ کے خلاف حضرت مولانا (احمد رضا خان) بریلوی کے فتوے نیز ”متحدہ قومیت“ کے بارے میں بیانات ان کی سیاسی بصیرت کا ثبوت ہیں“ (۶۸۰)

جن لوگوں نے دوقوی نظریے کو انگریز کی ایجاد قرار دے کر مسٹر گاندھی کی سربراہی کوئی اسلام کے لیے مفید سمجھا ”ان میں دور اندیش مومنانہ فراست اور سیاسی بصیرت کا فقدان تھا“ وہ انگریز دشمنی کا پرچار تو کرتے تھے لیکن ان سے بھی زیادہ خطرناک ہندو قوم کو گلے لگا کر اسلام کو کند چھری سے ذبح کرنے کا مرتکب ہو رہے تھے، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خیال میں ان کی ایک آنکھ کھلی اور دوسری بند تھی، ”واکنز اشتیاق حسین قریشی نے اس دور کے حالات کا تجزیہ

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

پاکستان دوقوی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا، ہندوؤں اور مسلمانوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ متحدہ ہندوستان میں بسنے والے تمام باشندے ایک قوم ہیں جبکہ مسلمانوں کے لئے ایک الگ ملک کا مطالبہ کرنے والوں کی سوچ اس سے مختلف تھی، ”اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”کہ پاکستان اسی وجود میں آیا تھا جب ہندوستان میں پہلا نو مسلم حلقہ گوشہ قائم ہوا تھا حالانکہ یہاں ابھی مسلمانوں کی حکومت قائم نہ ہوئی تھی“ (۶۷۹)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قائد اعظم اور دیگر مسلمانوں کے ذہنوں میں تبدیلی کیوں کر پیدا ہوئی جبکہ ایک وقت یہ بھی تھا کہ یہ حضرات ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے، دراصل امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ شروع سے ہی برصغیر ہند کے مسلمانوں کو خبردار کرتے رہے کہ غیر مسلم چاہے ہوں یا ہندو یا کوئی اور، عقلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، ان پر اعتماد کرنا پاؤں پر خود کھانڈی مارنے کے مترادف ہے، ان سے اتحاد کسی بھی عقلی و فطری دلیل کی رو سے جائز نہیں، مسلمانوں کی صفائی اسی میں ہے کہ کسی مشرک کو امام بنا کر اسے اپنی صفائی کا مرکز بنانے کے بجائے اپنی علیحدہ تنظیم قائم کریں اور مشرکوں کی خاطر اپنی توانائیاں صرف کریں، ”ان حضرات کا مجموعی اثر یہ ہوا کہ دوقوی نظریہ کو فروغ حاصل ہوا، مسلمان رہنماؤں کی سوچ میں بھی تبدیلی پیدا ہوتی چلی گئی۔ کانگریسی خیال کے لوگ تو اس قسم کی بات سننے تک کے نہیں، اس سلسلہ میں وہ ایک حد تک ہماری ہمدردی کے

کرتے ہوئے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ:

”حضرت مولانا احمد رضا خان کی سیاسی بصیرت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت اس خطہ سے بہت دور تھے مگر انہوں نے ہندوؤں سے مسلمانوں کو لاحق تھا جس زمانہ میں اچھے اچھے ہندو دوستی میں حد سے تجاوز کر رہے تھے، حضرت اس خطہ سے امت کو آگاہ فرما رہے تھے، ہندوؤں کی چہرہ دستیوں کا احساس ہی اساس پاکستان ہے، اس سے آپ کی سیاسی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، اس اجمال کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہیں“ (۶۸۵)

”جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ اسلام کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لیے ستون کی حیثیت رکھتا ہے، فاضل بریلوی کے مخالفین بھی ان کے اس انمول اور پاکیزہ جذبہ سے قائل ہیں (۶۸۶)

آپ نے مقام و مرتبہ کا لحاظ کیسے بغیر ہر اس شخص پر سخت گرفت کی جس نے کم فہمی کی وجہ سے رسول پاک ﷺ کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کا ارتکاب کیا، اس ”جرم“ اور گاندھوی فلسفہ متحدہ قومیت کو برحق نہ ماننے کی وجہ سے مخالفین نے خوف خدا سے بے نیاز ہو کر آپ کو انگریز کا ایجنٹ مشہور کرانے کی ناکام کوشش کی لیکن آپ نے اپنی پگڑی اچھلتے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زندگی کی آخری سانس تک مقام رسالت کے تحفظ کا فریضہ سر انجام دیا، جس کی وجہ سے آپ مسلمانوں کی آنکھ کا تارا بن گئیے، امیر جماعت اسلامی ہند مولوی محمد یوسف صاحب نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ:

”میں ۱۹۰۸ء میں بریلی میں پیدا ہوا میرے والد وہاں قیام پذیر تھے، مولانا احمد رضا خان کے مرید تو نہیں تھے لیکن رسول کریم ﷺ سے ان کی محبت کے دیوانے تھے اور ان سے حرام رکھتے تھے، مجھے یاد ہے کہ جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے تو مولانا احمد رضا خان ہمارے ہاں تشریف لائے، بڑا بھاری اجتماع ہوا تھا“ (۶۸۷)

عشق مصطفیٰ ﷺ کے جذبہ کی وجہ سے ہی مسلمانوں نے ہند و مسلم اتحاد کے گاندھوی فلسفہ کو مسترد کر دیا اور دو

قوی نظریہ مقبول عام ہوا، اسی حقیقت کو پروفیسر ڈاکٹر نقوی نے ان الفاظ میں قلم بند کیا ہے: ”علماء و مصوفیہ مولانا احمد رضا بریلوی، حسن رضا بریلوی دیدار علی شاد وارثی وغیرہ شامل ہیں، حب رسول ﷺ کو عام ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، اس اعتبار سے دیکھ کر نعت کے قدیم اور جدید روئے سب مل کر آزادی کی قریب تر لانے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر حصہ دہائی دیتے ہیں“ (۶۸۳)

ایڈیٹر ماہنامہ ”زجاج“ گجرات، فاضل بریلوی رحمت کی تحریک عظمت رسول اللہ ﷺ پر تبصرہ کرتے ہوئے ہیں: ”فاضل بریلوی کا کوئی نیا مکتبہ فکر نہیں نہ کوئی پیش کیا، ان کی تعلیم کا تو مرکز و محور عشق رسالت ہے جس کے گرد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لیکر تمام صلحاء امت کی زندگیوں کے شب و روز گردش اور جس سے آج تک کسی کو اختلاف کی جرات نہیں، فاضل بریلوی کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے اس نئے آہو کو ”حرم بطحا“ ہی نہیں ”حرم طیبہ“ کی سمت بھی ملت اسلامیہ کو ”کعبہ ہی نہیں ”کعبہ“ کا ”کعبہ“ کا دکھایا اور بتایا کہ اصل الاصول بندگی اس پاک درکی سب اعمال اکارت چلے جاتے ہیں اور انکا اصل جرم ”نہر اک“ ”مصطفیٰ جان رحمت“ پہ لاکھوں سلام“ کہتا ہے کے ساتھ سواد اعظم بھی ہم توانی کرتا ہے“ (۶۸۵)

قوم پرست مولویوں کی جانب سے ایک قوی نظریہ سے سخت خطرہ تھا کہ سادہ لوح مسلمانوں کی ایک بڑی سڑ گاندھی کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس جاتی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی حفاظت کے لئے جس طرح اکبری دور کے کے فتنے کا سدباب کرنے کی خاطر حضرت مجدد الف ثانی علیہ کو پیدا فرمایا، بالکل اسی طرح گاندھوی فلسفہ کو پر مسلط کرنے کی کوششوں کو ناکام بنانے کی صلاحیت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کو عطا فرما دی۔ مشہور جناب حضرت رحمانی تحریر فرماتے ہیں:

کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی فرمائی، اگر دو قوی نظریہ یہ ہے کہ مسلمان اور ہندو (دیگر اقوام سمیت) اپنے عقائد و نظریات اور معاشرت و معیشت میں مختلف ہیں اور یہ نظریات توحید و رسالت کی بنیاد پر وجود پذیر ہوئے ہیں اور اگر اسی بنیاد کو نظریہ پاکستان تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر برصغیر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے متبعین کے سوا اور اور کوئی تحریک، کوئی تنظیم، کوئی فرد یا جماعت اس نظریے کی علمبردار کھلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی، ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ فاضل بریلوی کی تحریک اور ان کے اصلاحی کارناموں کو نظر انداز ہی نہ کیا گیا بلکہ ایک علیحدہ مکتب فکر قرار دے کر ان کی تعلیمات کو غلط مفہوم دیا گیا اور ان اداروں اور تحریکوں کو جو روح اسلام اور بانی اسلام کی اطاعت و محبت سے متصادم و متخالف تھیں، حصہ نصاب بنا کر نثراد نو کے ذہین کو جو ہر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سمت جذب ہونے سے پیشہ کے لئے مسدود کر دیا“ (۶۸۸)

متبعین اعلیٰ حضرت کی خدمات

تحریک پاکستان کے دوران تمام سنی علماء و مشائخ دو قوی نظریہ کے مبلغ بن گئے، ان کے دارالعلوم اسی کام کے لئے وقف ہو گئے، ان کے اخبارات و رسائل اس نظریہ کے پرچار کے نقیب بن گئے، کانگریسی مولوی جہاں بھی جاتے، سنی اکا برین سایہ کی طرح ان کا پیچھا کرتے، انہوں نے کانگریسی مولویوں

اور جھوٹے لیڈروں کے خطرناک عزائم کو خاک میں ملا دیا، انہیں خریدنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ بکے نہیں، دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوئے یہ ان ہی کی لازوال ان گنت قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ایک آزاد اسلامی ملک میں سکھ کی سانس لے رہے ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم ان کی خدمات کو منظر عام پر نہیں لائے جس کی وجہ سے مخالفین کو انہیں بدنام کرنے کا موقع ہاتھ آیا۔

اختصار و ایجاز کے ساتھ یہ ذکر کرتا ہے کہ ملک کے کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں دو قوی نظریہ مسلمانوں کے لیے لازمی قرار دیا اور نظریہ صرف لفظی نہیں بلکہ اس کی تحریک میں کیونکر عملی حلیت فرمائی۔

سلسلہ میں سب سے پہلے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا صاحب رحمہ اللہ کا اسم گرامی آتا ہے جس زمانہ میں گاندھی جی کانگریس کے حاشیہ بردار چند نیشٹلٹ علماء نے مغلیہ کے دین الہی کو ازسرنو زندہ کرنے کی تمبارک سعی میں وقت حضرت مولانا بریلوی اور ان کے رفقاء کے لئے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کی دینی بیداری کیلئے ہر ممکن جدوجہد فرمائی، قوم پرست روح مسلم عوام الناس کو کانگریس کی غلط طرف داری سے تکیلئے قوم پرستی کا مطلب سمجھانے میں آئے، مولانا بریلوی نے سب سے پہلے ہندوؤں کے مسلمانوں کو سیاسی جدوجہد میں عملی حصہ نہ لینے کی بات فرمائی اور دو قوی نظریہ کو قرآن و حدیث کی رو سے ماننے کے لئے جائز قرار دینے کا فتویٰ دیا جس کی دوسرے جہات و اس دور کے بزرگان دین نے جن میں حضرت مولانا شریف پیش پیش تھے، پرزور تائید کی، اعلیٰ بریلوی نے اسی زمانہ میں ایک رسالہ ”المحجۃ“ (۶۸۹)

--- کے نام سے لکھ کر مسلم عوام میں شائع مسلمانوں کو قومیت کا حقیقی دینی مفہوم سمجھایا اور عافت و کانگریس کے اتحاد کو شرعاً دلائل حقہ کی رو سے ٹھکرایا (۶۹۰)

دو قوی نظریہ کو اجاگر کرنے اور پروان چڑھانے کے لئے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کا تذکرہ کرتے ہوئے ایڈیٹر ماہنامہ زجاج (گجرات) لکھتے ہیں: ”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے دو قوی نظریہ کی تفصیل و تعمیر اور لئے اپنوں اور غیروں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ

مکمل ہوا ۱۵ دسمبر کی تاریخ

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث
رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کی حمایت میں ایک جامع
مرتب فرما کر شائع کیا جس سے کابینہ نواز علماء بڑے
پاہوئے اور پورے ہندوستان میں کھلبلی مچ گئی، ہندو اور
علاء نے شدید مخالفت کی مگر آپ نے سینہ سپر ہو کر ان
کیا، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے دو قومی
کی تائید میں آپ کے نہوں دلائل سنے تو انہوں نے
ختم کر دیا اور لاہور کی تاریخی جامع مسجد وزیر خان میں
عظیم الشان جلسہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کر کے دو
نظریے کی مکمل تائید کا اعلان کر دیا (۱۹۶۱)

جناب خالد جذبی صاحب رفقہ از ہیں "حضرت مولانا
احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ دو قومی نظریہ کے زبردست حامی تھے
نظریے کی عملی تعلیم آپ کو حضور سید العالمین محمد رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار اور تعلیمات میں نظر آتی تھی
نظریہ تھا جو مختلف ادوار میں اکابرین امت اسلامیہ کے پیش
رہا تھا، حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت امام
رضا بریلوی قدس سرہ تک اسی دو قومی نظریہ کی آپ
آپ کو نظریہ پاکستان کی تبلیغ و ترویج پر آمادہ کر رہی تھی
نے مسلم لیگ کے اسٹیج سے قیام پاکستان کے لئے متفقہ
میں بے شمار تقاریر کیں اور اسلامیان برصغیر کے دل
میں دو قومی نظریہ کے حوالے سے پاکستان کی عظمت اور
اجاگر کی (۱۹۶۲)

خود کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انڈیو میں فرمایا:
پاکستان کے سلسلے میں سنی علماء و مشائخ نے بہت نمایاں کردار
کیا اور ان کی خدمات اس سلسلے میں بنیادی حیثیت
ہیں اور جو لوگ مسلمانیت کے مستقل مخالفین میں
ہوتے ہیں ان کی غالب اکثریت کانگریس کے ساتھ تھی
ان لوگوں نے اسلامی قومیت کے بارے میں علماء ابلیست
اختلاف کیا، ہمارے تمام علماء و مشائخ نے قومیت کی
مذہب اور دین کو قرار دیا ہے ہمارے پیشوا اعلیٰ حضرت
احمد رضا خان بریلوی نے ہندوؤں کے ساتھ ثمولات
اشراک عمل کی مخالفت کی اور مسلم قومیت کا نظریہ پیش کیا

دارالعلوم حزب الاحناف لاہور دو قومی نظریہ کے حامیوں
کا گڑھ سمجھا جاتا تھا، اسی ادارہ کی قائل احرام شخصیت "سیدی
علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ
اور قرار داد پاکستان کی حمایت کی۔۔۔۔۔ مطالبہ پاکستان کی تائید
کے لئے سرگرمی سے حصہ لیا، کانگریسی علماء کی تردید اور نظریہ
پاکستان کی تائید کے لئے اپنے دارالعلوم کے سالانہ جلسوں کو
وقف کر دیا، دارالعلوم حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس ۱۳۶۳ھ
مطابق ۱۹۴۳ء سے لے کر ۱۳۶۶ھ مطابق جولائی ۱۹۴۷ء تک
کے اجلاسوں کے منظر کو آنکھوں کے سامنے لائیں، مسجد وزیر
خان میں حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ کے اسٹیج پر علماء و مشائخ
اہل سنت کے روح پرور اجتماع میں حضرت امیر ملت (پیر سید
جماعت علی شاہ) محدث علی پوری حضرت صدر الافاضل (مولانا
نعیم الدین) مراد آبادی، حضرت محدث اعظم ہند کچھو چھو،
حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مفتی احمد یار
خال گجراتی، علامہ عبدالغفور بزاروی، شیخ الاسلام خواجہ محمد
قرالہ دین سیالوی، شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد
صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور مولانا عبدالستار خان
نیازی ایسی عظیم شخصیتیں حمایت پاکستان کے لئے کمر بستہ اپنی
مجاہدانہ تقاریر سے ہندو و ہندو نواز مسلمانوں کے مکرو فریب کا پردہ
چاک کر رہے تھے اور مسجد وزیر خان پاکستان کا مطلب کیا لالہ
الا اللہ کے مقدس نعروں سے گونج رہی تھی (۱۹۸۹)

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) میں قرار داد
پاکستان منظور ہوئی تو مولانا ابوالحسنات اس جلسہ کے سرگرم
کارکنوں میں سے تھے، ۱۹۴۵ء میں جج کے لئے تشریف لے گئے
تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور علماء
کو اپنا ہمنوا بنایا، بعد میں قائد اعظم سے ملاقات کر کے نظریہ
پاکستان کی حمایت میں قلمی حماد سنبھالا، روزنامہ "اسان" میں نظریہ
پاکستان کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ قسطوں میں شائع
کرایا قائد اعظم، پیر صاحب مانگی شریف اور امیر ملت پیر سید
جماعت علی شاہ علی پوری کے ساتھ مل کر ملک گیر دورے کر کے
عوام کو نظریہ پاکستان قبول کرنے پر آمادہ کیا اور تحریر و تقریر سے
عوام میں پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا (۱۹۹۰)

نظریہ کا ذکر ہے؟ آپ نے نہایت زریکی سے جواب دیا: کیوں نہیں؟ قرآن پاک میں آتا ہے: ماکان ابراہیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما "حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ آپ صاف ستھرے مسلمان تھے" یہی دو گروہوں کا ذکر ہے، ایک غیر مسلم اور دوسرا مسلمان "قائد اعظم نے یہ سن کر حضرت مولانا محمد بخش مسلم کی قرآن فہمی کو بہت سراہا (۱۹۶۵)

تقسیم ہند کی تجویز

محترم ولی منظر ایڈووکیٹ تحریر فرماتے ہیں: "حضرت احمد رضا بریلوی کے وصال کے چار سال بعد آپ کے خلفاء، نائبین اور معتقدین میں سے مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے ۱۹۲۵ میں ایک عظیم تحریک کی بنیاد ڈالی اور اس کی تنظیم پورے برصغیر میں فرمائی، اسی سال علی گڑھ سے شائع ہونے والے رسالہ میں مولانا عبد القدیر بلگرامی کی "ہند و مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے بارے" سے پہلی مرتبہ تقسیم ہند کی تجویز آئی تھی (۱۹۲۶)

پانچ سال بعد حضرت علامہ اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں اسے سیاسی طور پر پیش کیا، یقیناً علماء حق کی جدوجہد کا بھی اس پر اثر ہوا (۱۹۳۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ اور تحریک پاکستان کے مشہور و معروف رہنما حضرت صدر الافاضل مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی مدظلہ کی تحریروں اور تقریروں سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ ابتداء ہی سے تقسیم ہند کے حق میں تھے، انہوں نے مصور پاکستان حضرت علامہ محمد اقبال

میں سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کا یہ نظریہ پاکستان کی اساس بنا اور اس اساس پر پاکستان کی عمارت تعمیر کرنے کے لئے اہلسنت علماء و مشائخ نے جدوجہد فرمائی اس جدوجہد کے مناظر کئی دفعہ دیکھنے میں آئے، کبھی تو پٹنہ کانفرنس میں اس نظریے کا پرچار ہوا اور کبھی اجیر کانفرنس میں اور یہ حقیقت ثابت ہے کہ جدوجہد کا مطلب مسلم قومیت کا تشخص پیدا کرنا اور مسلمانوں کو دوسری قوموں میں مدغم کرنے کی کوششوں کو ناکام بنانا تھا، آپ کو کوئی ایسی مثال تو شاید مل جائے کہ کوئی سنی عالم مسلم لیگ میں شامل نہ ہوا ہو لیکن ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ سنی سنی عالم نے مسلم قومیت کے نظریہ کی مخالفت کی ہو اور قومیت کا دارومدار وطنیت قرار دیا ہو۔۔۔۔۔ میں نے خود بھی ۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ کی باقاعدہ رکنیت اختیار کر لی تھی اور اپنے وسائل کے مطابق میں نے تحریر اور تقریراً نظریہ پاکستان کی تائید اور مخالفین پاکستان کی تردید کے لئے جدوجہد کی (۱۹۳۷)

مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے فاضل جلیل مولانا محمد سعید ثبلی ساہیوال نے بارہ صفحات پر مشتمل خطبہ عید الضحیٰ صدر مسلم لیگ کی درخواست پر تالیف کیا جو میں ہزار کی تعداد میں شائع ہوا اور پنجاب کی عید گاہوں میں خطباء حضرات نے بیان کیا، اس خطبہ میں آپ نے آیات و احادیث سے ثابت کیا تھا کہ کفار سے تعلقات و مواصلات حرام ہے اور علامات قیامت میں سے ہے، چنانچہ کانگریس کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد اس شخص پر علماء کی بگ عزت کا دعویٰ کیا جائے گا، کانگریس اس منصوبے میں ناکام رہے البتہ سکھوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کا ساجزادہ بعمر ۲۵ سال بری طرح زخمی ہو گیا (۱۹۳۲)

ایک مرتبہ قائد اعظم مدظلہ نے مولانا محمد بخش مسلم قدس سرہ سے پوچھا مولانا، قرآن پاک میں کہیں صراحتاً دو قومی

بکسٹ، وفیر، ٹافیاں، سٹیس اور قہر کمیشنری سامان شریف لائیں
576- صدر بازار لاہور کینٹ
فون: 6666373

طارق میٹرز سوہن اینڈ ملٹس

ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے

پیش کے خطبہ الہ آباد کی پرزور تائید کی مشہور مسلم لیگی رہنما حکیم آفتاب احمد صاحب قریشی رقمطراز ہیں:

”بریلوی مسلک کے مشہور بزرگ نعیم الدین مراد آبادی نے بھی اپنے موثر جریدے ”ماہنامہ السواد الاعظم“ میں علامہ اقبال کی اس تجویز (خطبہ الہ آباد میں پیش کردہ تصور پاکستان) کی حمایت میں کئی مضامین لکھے (۱۹۸۸ء)

مولانا مراد آبادی مرحوم کا ماہنامہ ”السواد الاعظم“ دو قوی نظریہ کا نقیب تھا اس کا کوئی شمارہ بھی دیکھیں تو اس میں ہندوؤں کا فحاشانہ رویہ، ان کے مکروہ عزائم اور ہندو مسلم اتحاد کے نقصانات پر مشتمل مواد ملے گا، اسی موثر رسالہ ”میں مولانا موصوف تقسیم ہند کی تجویز پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دکانیں مسلمان محلوں سے ہٹا کر ہندو محلوں میں لے جائیں، ہندوؤں کے یہ افعال“ یہ تجویزیں“ یہ طرز عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے دشمن قرار دیے جائیں، یہ کھلی نالافانی ہے، جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً ان کے محلوں میں جانے اور ان کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیے، دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اس نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنالیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے، ہر علاقہ میں اسی علاقہ والوں کی حکومت ہو، مسلم علاقوں میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں کی، اب نہ محلوں و جداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش ہوں گی نہ کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقع رہے گا، ہر فرقہ اپنے حدود میں آرام کی زندگی گزار سکے گا، جب ہندو ذہنیت نے بمبئی میں یہ گوارا کر لیا تو کیا وجہ ہے کہ جدید حکومت کا مسئلہ اس اصول پر نہ طے کیا جائے (۱۹۹۹ء)

قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ”میں نے ہندوؤں کے اجلاس میں ہندوؤں کے رویہ سے مجھے سخت صدمہ پہنچا اور میری آنکھیں کھل گئیں، ان اجلاسوں میں ہندوؤں کے جذبات و خیالات کو مجھے اصلی رنگ میں دیکھنے کا موقع ملا، ان کے ذہن کے تمام گوشے میرے سامنے بے نقاب ہو گئے، ان کا رویہ پوری طرح مجھ پر مشکف ہو گیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اب ہندو مسلم اتحاد کی کوئی امید نہیں“ (۷۰۰)

یہی موقف سنی اکابرین کا بھی تھا: ”تحریک ہجرت اور تحریک ترک موالات کے موقع پر حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری رحمہ اللہ نے کانگریسی لیڈروں اور کانگریس کاساتھ دینے والے علماء سے اختلاف کیا اور مسلم قوم کو ان کے نقصانات سے آگاہ کیا، آپ نے ۱۹۳۱ء میں لائپلپور (اب فیصل آباد) میں خلافت کانگریس کے بت پرست اجتماع میں فرمایا کہ ”میرے لئے اللہ میرا رسول ﷺ اور سات کروڑ اسلامیان ہند کافی ہیں“

یہ دراصل اس گاندھی سیاست کی تردید تھی جس نے بعض مخلص (علی برادران جیسے) رہنماؤں کو گاندھی کے نعرے ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ کے قریب میں اسیر کر رکھا تھا اور گاندھی مسلمانوں کو سیاسی و قومی سطح پر بالکل ختم کرنے کی گہری سازش میں مصروف تھا اس جلسہ میں ایک مصروف مسلمان رہنما نے امیر ملت کو بلند آواز سے کہا کہ ”میں کروڑ ہندو بھی آپ کے ساتھ ہیں“ لیکن آپ نے فرمایا: ”مرد مومن اور ہندو میں اتحاد ممکن نہیں“ (۷۰۱)

حضرت صدر الافاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ ہندوؤں کے مظالم اور اسلام دشمن سوچ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ”مسلمانوں کے مذہبی امور اور مراسم ہندو قوم کے لئے ناقابل برداشت ہیں اور وہ کسی طرح ان پر صبر نہیں

میں حضرت کارشاد ہے :

"یہ قوم بڑی حریف ہے، پیسے پیسے پر جان دیتی ہے دوسروں کے حقوق غصب کرنا شیراورد کی طرح جائز سمجھتی ہے زبردست کو دیوتا بنا لیتی ہے خواہ وہ کالاگ ہی کیوں نہ ہو اور کمزور کو شور مٹا دیتی ہے خواہ وہ پاکیزہ فطرت انسان ہی کیوں نہ ہو، کوئی معاملہ کبھی کھلے دل سے نہیں چکاتی بلکہ ہر آن لٹی سے نئی تجتیں تراشتی رہتی ہے۔" (۷۰۴)

قرار داد پاکستان کی حمایت

مارچ ۱۹۳۰ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی اس تاریخی اجلاس میں مولانا محمد بخش مسلم، شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی، مولانا عبدالخالق بدایونی، مولانا ابراہیم علی چشتی، مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش، علامہ ابوالحسنات قادری، مولانا عبدالستار خان نیازی وغیرہم نے شرکت فرمائی، مولانا عبدالخالق بدایونی نے قرارداد پاکستان کی حمایت میں بہت دلنشین اور اثر انگیز تقریر کی (۷۰۵)

قرارداد پاکستان پاس ہونے پر حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو حسب ذیل تہنیتی تار ارسال فرما کر قائد اعظم کو اپنی تائید کا مکمل یقین دلایا: "فقیر مع نوکر و جمع اہل اسلام ہند دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی و ترقی کے لئے دعا کرتا ہے" (۷۰۶)

رہتے اس حالت میں کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ ان کے ساتھ اتحاد و اتفاق ممکن ہے، مسلمان ان کے ساتھ سب کچھ قربانی کر سکتے ہیں لیکن ان کی ایذا رساں طبیعت نہیں بدلی جاسکتی، ہندوؤں کے مظالم کی داستانیں بہت طویل ہیں اور سالہا سال تک وہ مسلمانوں کو لوٹنے اور مارتے رہتے ہیں لیکن دعویداران اتحاد لیڈروں میں سے کسی نے ان کے خالصانہ حرکات پر اظہار نفرت تک نہیں کیا بلکہ بجائے اس کے عام جلسوں میں اشتعال انگیز تقریریں کیں، ہندوؤں کو ابھارا، ان سے کہا تم بہادر ہو، قوی ہو، عورتیں چھڑے پاس رکھیں، ان سب سے بڑھ کر یہ کیسا تم ہے کہ بزرگان دین، پیشوایان اسلام اور ان سب کے آقا حضور پر نور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں ہندو اخبارات و رسائل سخت و شنیع گستاخیاں و بے باکیاں کرتے رہتے، جس سے مسلمانوں کے قلب و جگر پارہ پارہ ہو گئے مگر کسی ایک لیڈر نے اُن تک نہ کی اور کمینہ حرکات پر ملامت نہ کی، ان حالات میں ہندوؤں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کا خیال جنون نہیں تو کہاں داتا ہے۔ (۷۰۲)

کتاب ۱۵ ص ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴،

پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ کی فکر کے وارثوں کا



مرکز اسلامی کونسل

یا رسول اللہؐ کے غمے بلند کرتے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
کے جھنڈے تلے قافلہ در قافلہ شہر و آبادیاں
اہلسنت کی عظمتِ رفتہ کی بحالی کے
نئے انقلابی دور کے آغاز کے لیے

۳۰-۳۱ اکتوبر ۱۹۹۵ء
پیر
موجودہ واہ
لاہور

زیر اہتمام: جماعت اہلسنت پاکستان

عطیہ اشتہار ماہنامہ ”کنز الایمان“ لاہور

کانگریس اور سنی علماء و مشائخ

قوم کے ان کے "سیاسی وجود" کو تسلیم نہ کرے "اس میں ہرگز شامل نہ ہوں اور علیحدہ رہ کر اپنے حقوق آزادی کے لئے لڑیں" میرا ایمان ہے کہ مسلمان کے دل میں آزادی کی تڑپ ہندو سے زیادہ ہے" (۷۰۷)

کانگریس مولویوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے فرمایا: "یہ لوگ جذبات کی رو میں بہ رہے ہیں" مسلمانوں میں ایک افرنگ زدہ طبقہ پیدا ہو گیا تھا، بظاہر اب یہی طبقہ اسلام کی طرف لوٹ رہا ہے "یہ کیسی عجیب بات ہے کہ کوٹ اور پتلون کے مقابلے میں جسے گویا دہریت کی علامت سمجھا جاتا تھا" اب سیاست اور تمدن کے وہ افرنگی تصورات جو اسلام کی ضد ہیں "جبہ اور دستار میں پناہ لے رہے ہیں" (۷۰۸)

ان افرنگی تصورات سے محفوظ رہنے کی خاطر مسلمانان برصغیر پاک و ہند کو خبردار کرتے ہوئے خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے سجادہ نشین مولانا رحمان رضا خان بریلوی قدس سرہ نے جمعیت علماء ہند کے متعلق فرمایا کہ: "جہاں تک جمعیت علماء ہند کا تعلق ہے" نہ پہلے وہ تمام ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی اور نہ اب ہے اور نہ ہی مسلمانوں کی اکثریت اسے اپنی نمائندہ تسلیم کرتی ہے "وہ پہلے بھی کانگریس اور ہندوؤں کی حامی تھی اور آج بھی وہ کانگریس ہی کی تائید و حمایت کرتی ہے" (۷۰۹)

کانگریس کی نمائندہ حیثیت کے بارے میں بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح ؒ نے فرمایا: "میں کانگریس کے اس دعویٰ کو کبھی بھی منظور نہیں کر سکتا کہ کانگریس سارے ملک کی نمائندہ جماعت ہے" کانگریس کا یہ نظریہ بالکل حقیقت کے متنافی ہے کہ ملک بھر میں کانگریس کے سوا اور کوئی جماعت موجود نہیں ہے" کانگریس کے لیڈر کا یہ اعلان نہ صرف بے بنیاد اور بے حقیقت بلکہ مضحکہ خیز اور مضرت رساں بھی ہے" میں اس وقت مسلمانوں کی طرف سے ہی ترجمانی کے فرائض سرانجام

برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں منصور پاکستان علامہ محمد قاسم اعظم محمد علی جناح اور سنی علماء و مشائخ کے افکار و خیالات میں حیرت انگیز حد تک مماثلت پائی جاتی ہے" ان حضرات کا نقطہ نظر یہ تھا کہ کانگریس مسلمانوں کی خیر خواہ نہ صرف ہندوؤں کی جماعت ہے" ان کے مفادات کی بنیاد مولوی کانگریس کے حامی ہیں" ان کی کاروائیاں اور سیاست مرحومہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں گے "یہ راج قائم کرنے میں مسٹر گاندھی اور اس کے پیروں کے دست و پا بنے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے مسلمان اسلام کے وجود تک کو خطرہ لاحق ہو جائے گا" مسلمانوں نے کانگریس کی سازشوں کو بے نقاب کیا" ہندو مت کو ترقی پیش کیا" مسٹر گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں نے دشمن خیالات کو منظر عام پر لائے لیکن بد قسمتی سے ان کے رہنما اور مولوی اپنے مسلک پر سختی کے ساتھ ڈٹے

شہادت حکیم الامت و بانی پاکستان

حضرت حکیم الامت علامہ محمد اقبال ؒ نے فرمایا: "میں ساری مخلص نہیں وہ خالص ہندوؤں کی جماعت ہے" ہر حال میں انہی کے حقوق اور مفاد کو مد نظر رکھتی ہوئے مسلمان اکے دے ہو کر کانگریس میں شامل ہوں تو ہندوؤں کے مفاد سے غداری کریں گے "اپنی وحدت ملی کو قائم کریں گے یہ بات نہ ہونی چاہیئے" مسلمانوں کو اپنی شخصیت "کو کسی صورت بھی کھو نہ چاہیئے اور یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ جب تک کانگریس بحیثیت ایک

دے رہا تھا مگر پنڈت جواہر لال نہرو کو معلوم ہوتا چاہیے کہ ملک میں اور بھی کئی جماعتیں موجود ہیں جنہیں کانگریس سے بڑا اختلاف ہے" (۷۱۰)

اس لئے قائد کے خیال میں ایک صداقت شعار اور غیور مسلمان کے لئے کانگریس میں کوئی جگہ نہیں تھی (۷۱۱)

اس کے -----
 باوجود جو لوگ اس میں شامل رہے، قائد اعظم نے نہ تو خود ان سے کوئی تعلق قائم رکھا اور نہ ہی کسی مسلم لیگی کو ایسا کرنے دیا، ارشاد فرمایا "میں اس امر کے سخت خلاف ہوں کہ مسلم لیگ کا اعلیٰ رکن مولانا آزاد سے ملاقات کرے کیونکہ اس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اس امر کی تصدیق ہونے کا احتمال ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کانگریس ہائی ٹنمان میں مسلمانوں کی نمائندگی کے فرائض سر انجام دیتے ہیں" (۷۱۲)

ابو الکلام آزاد نے ایک بار کانگریس کے صدر کی حیثیت سے قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن قائد نے اس کی نمائندہ حیثیت تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے تحریر فرمایا: "آپ کا تار ملا چونکہ آپ ہندوستان کے مسلمانوں کا اعتماد کلیتہً کھو چکے ہیں، اس لئے میں بذریعہ خط و کتابت یا کسی اور منہج سے آپ سے ان معاملات پر بحث نہیں کرنا چاہتا، کیا آپ کو اس امر کا احساس نہیں کہ آپ کو ایک نمائندگی صدر بنانے سے ہندوؤں کا اس کے سوا اور کچھ مقصد نہیں کہ اس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ کانگریس یقیناً ایک قومی جماعت ہے اور اس طرح باہر کی دنیا کو دھوکہ دیا جائے، آپ نہ ہندوؤں کے نمائندہ ہیں نہ مسلمانوں کے، کانگریس ہندو جماعت ہے اس لئے اگر آپ کو عزت نفس کا کچھ پاس ہے تو اس جماعت سے فوراً مستعفی ہو جائیے اس وقت تک آپ نے لیگ کی تحریک کیلئے اپنی انتہائی کوشش کر دی تھی اور آپ کو علم ہے کہ آپ کس طرح اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہیں، اب ان حرکات کو چھوڑ دیجئے" (۷۱۳)

کانگریسی مولویوں کا ذکر کرتے ہوئے قائد نے ارشاد فرمایا: "اگر کانگریسی اخبار یا تنخواہ دار مولوی مباحث کی تنقید کریں تو

وہ خود بخود اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ کانگریس کی کاروائیوں کا اصل مطلب مسلمانوں پر اقتدار حاصل کرنا، اسلئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی جماعت کی برابری کے لیسے مقتدر نہ ہونے دیں اپنی ہستی قائم رکھیں کسی کے آلہ کار نہ بنیں۔ (۷۱۴)

ایک اور موقع پر فرمایا: "کانگریس نے چالاکی سے لے کر مسلمانوں کو تپس میں لکرا دیا ہے نیز ایسے مسلمان روپے پیسے سے مدد کر رہی ہے جن پر کالی بھڑوں کے صادق آتے ہیں اور جو صراطِ مستقیم سے منحرف ہو گئے مسلمانوں کو غلطو انتخابات قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے مسلمان کے دل میں تو آزادی کی جی تڑپ اور صحیح جذبہ ہے لیکن کانگریس اپنے اصول سے منحرف ہو رہی ہے وطن پرستی اب کامل ہندو راج یا رام راجیہ میں منتقل ہے۔ (۷۱۵)

سنی علماء و مشائخ کا موقف

حضرت پیر مر علی شاہ گولڑی قدس سرہ کا فتویٰ ہے کہ: "مسلمانوں کی ہندو کانگریس میں، شمولیت اسلام کے خلاف اور ناجائز ہے" (۷۱۶)

----- امام اہل سنت مولانا احمد رضا بریلوی نور اللہ مرقدہ بھی کانگریس کو مسلمانوں کے لئے قصاص سمجھتے تھے، جناب محمد عبدالکلیم ایم اے رقمطراز ہیں:

"میرے والد بزرگ وار قاضی محمد یونسین علیہ السلام نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ سے فتویٰ منکایا اور کئی ہزار کاپیاں چھپ تقسیم کیا، اس فتویٰ میں درج تھا کہ مسلمانوں کے لئے کافروں میں شامل ہونا حرام ہے، وطن کی آزادی کے لئے مسلمان ہندوؤں میں مدغم ہونے کی بجائے اپنی علیحدہ تنظیم کریں، اشتہار کا عنوان تھا "مسلمانو کانگریس سے بچو"۔ (۷۱۷)

آل انڈیا سنی کانفرنس کے ۱۹۳۰ کے اجلاس میں حضرت مولانا محمد فہیم الدین مراد آبادی کے شیخ طریقت شاہ

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی قدس سرہ نے سوراج کا مطلب بیان فرماتے ہوئے مسلمان برصغیر پاک و ہند کو بتایا کہ: ”سوراج کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان سے ہر اس شخص کو نکال دیا جائے جس کو ہندو اپنے خیال میں غیر ملکی سمجھتے ہیں یا نہ سمجھ کر ڈالا جائے یا دین و ملت سے مرتد کر کے غلام بنالیا جائے اور اچھوت قوموں کی طرح کتوں اور موذی جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے یہ سوراج آریہ قوم کو جان سے زیادہ عزیز ہے“ (۷۲)

کیم تاتین جنوری ۱۹۳۰ کو جبل پور (سی۔ پی) میں مسلم لیگ کا ایک تاریخی اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مفتی محمد برہان الحق جبلپوری مدظلہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا:

”مسلمان مسٹر گاندھی کو اس وقت سے پہچانتے ہیں جب خلافت کے جوش کے زمانہ میں ہجرت کی تحریک کے آپ زبردست حامی تھے اس وقت مسلمانوں کو جناب کی ذات سے جو نقصان عظیم پہنچا وہ ابھی بھولا نہیں ہے، آج آپ سارے ہندوستان کے ہیرو بن کر فرماتے ہیں کہ باہمی جھگڑے آپس میں طے کر لیں گے، پورن سوراج یعنی مکمل آزادی ہندوستان کو فوراً ملنی چاہیے، اس میں بھی کوئی راز درون معلوم ہوتا ہے:

بہر رنگے کے خوانی جامعی پوش

من انداز قدت رای شام“ (۷۳)

”ہمارے صوبہ کے سابق وزیر تعلیم حال رٹائرڈ وزیر اعظم مسٹر روی شکر شکلا نے اپنے پہلے ہی دورہ میں جبلپور اور ساگر میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ”تاریخ ہمیں سبق دیتی ہے کہ جس قوم کو حکومت حاصل ہوئی، اس نے محکوم اقوام کی زبان مذہب اور تمدن کو غارت کیا تب ہی وہ چین سے حکومت کر سکی، اب چونکہ ہندوستان میں کانگریس کی حکومت ہے، اس لئے ہندوستان میں وہی رہ سکتا ہے جو کانگریس کا پرچار کرے، بالفاظ دیگر جو اپنی زبان مذہب اور تمدن کو غارت کرانے کے لئے تیار ہو“ وزیر اعظم مسٹر شکلا کے ان کلمات کے سبب ہندوراج کے خواب و خیال نے کانگریسیوں اور ان کے ہم نواؤں کے قلوب میں مستقل جگہ قائم کر لی جس کی خونی تعمیر وزارت کانگریس کے تاریک کارناموں کی تاریخ میں آتشیں حرفوں سے درج ہو کر

محمد علی حسین الاشرافی الجبیلانی سجادہ نشین کچوچھہ کی زیر صدارت بمقام برہال (ضلع مادہ بنگال) منعقد ہوا قرارداد منظور ہوئی ”موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کسی کی تحریکات سے علیحدہ رہنا ضروری ہے“ مذہب کا یہی ہے اور اقتصادی مصالح کا بھی یہی تقاضا ہے“ (۷۴)

اہل سنت کے ترجمان آل انڈیا سنی کانفرنس کے بانی اور اعلیٰ اور امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ فاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی مدظلہ نے فرمایا ”مسلمانوں کو اپنے قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے اور ازار، خاکسار، یونی نٹ وغیرہ بھی مسلمان اکثریت کو کٹ کر گاندھی نہرو کے زر خرید غلام ہیں، انھیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے، مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف ان سنی العقیدہ مسلمانوں کو ہے جو کونسلوں میں باکر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکامِ دین کے مطابق جدوجہد کریں۔“ (۷۵)

کانگریس کی مخالفت کسی ذاتی مفاد یا انگریزوں کے مفاد پر مبنی نہیں تھی بلکہ سنی اکابرین بجا طور پر یہ محسوس کر رہے تھے کہ انگریزوں کی طرح ہندو بھی اسلام کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے اور ان پر اعتماد کرنا خود اپنے پاؤں پر کھڑائی مارنے کے مترادف ہے۔ وہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر جس کام کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے، سنی اکابرین کے نزدیک وہ ہندو راج تھا، مولانا حامد رضا خان مدظلہ نے ۱۹۲۵ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اس کی وضاحت کی تھی: ”آج کل سوراج کی تجویز درپیش ہے اور جس سبز باغ کی تکمیل میں مسلمانوں نے نقصان اٹھائے ہیں، وہ درحقیقت ہندو راج ہے، خدا نخواستہ اگر اس تمنا میں ہندو کامیاب ہو گئے تو یہ اسباب ظاہر یہ مسلمانوں کے استحصال کی بنیاد ہے، ابھی سوراج نہیں ملا ہے تو ان کے ظلم و ستم کا یہ حال ہے کہ ہمیں جان و مال سب سے زیادہ عزیز اور پیارے مذہب کے لالے پڑ رہے ہیں، خدا نہ کرے سوراج مل گیا تو پھر ہندو مسلمانوں کو لقمہ ہی کر جائیں گے“ (۷۶)

نامعلوم مدت تک مطالعہ کرنے والوں کے لئے درس عبرت کا کام دے گی (۷۲۳)

”ودیامندر اسکیم سے“ شکاجی اور صحیح معنوں میں گاندھی جی کا دعائے دلی یہ تھا کہ ہندی پڑھ کر مسلمان اردو کو بھول جائیں، مندر میں جا کر سروسو کی صورت اور گاندھی جی کی تصویر کے آگے جھک کر اسلام کو خیر باد کہیں، بندے ماترم کا شرکانہ گیت گائیں، گاتے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں اور رفتہ رفتہ ہندو ذہنیت میں رنگ جائیں لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی اور سخت جان مسلمانوں نے ان کی ہر شرکانہ تحریک کا

ڈٹ کر، سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا، مسلمانوں کی زبردست مخالفت کے اثر کے لحاظ سے وزارت کا نگریس کے ان تجویزوں کا عدم جواز برابر ہو گیا۔“ (۷۲۴)

”جب متناہی وزیر قانون ہوئے“ انہوں نے ایک معصوم لڑکی کے ہندو قاتل کو جسے سیشن سے سزائے موت ہوئی اور ہائی کورٹ سے وہی سزا بحال رہی، اس بناء پر چھوڑ دیا کہ سیشن جج اور ہائی کورٹ نے غلطی کی متناہی کی اس غیر منصفانہ بہادری پر سب نے بغلیں بجاائیں، ان سے کچھ باز پرس نہ ہوئی، کیا اس کی مثال برٹش انڈیا کی تاریخ میں کہیں مل سکتی ہے، یہ ہے وہ راج جس کو ہمارے اہلئے وطن سوراج کہتے ہیں اور ہم رام راج نام رکھتے ہیں“ (۷۲۵)

”آج کل مسٹر گاندھی اور ان کی پارٹی کو کانسی ٹونٹ اسمبلی کی رٹ لگی ہوئی ہے اس میں کیا راز پنہاں ہے، یہ ہمارے محترم سلطان القادین مسٹر محمد علی جناح نے بہت واضح طور پر بتا دیا ہے، گاندھی جی فرماتے ہیں ”کانسی ٹونٹ اسمبلی سے ہندوستان کی ساری خرابیاں دور ہو جائیں گی“ اگر حقیقت یہ ہے اور بقول مائیکلر صاحب، ہندوستان کی سب خرابیوں کا یکی ایک، سیمائی علاج ہے تو اس میں دیر کیوں ہے، آپ ہندوستان کے ہیرو اور مائیکلر سمجھے جاتے ہیں اور آپ کے چیلے تمام ہندوستان کے نمائندہ ہونے کے مدعی ہیں، ایسی صورت میں کانسی ٹونٹ اسمبلی کی طلبی میں کیوں توقف فرمایا جا رہا ہے اس توقف کا سبب بالکل ظاہر ہے کہ آنجناب اینڈ کمپنی کے تمام دعوئے حقیقت سے بہت دور ہیں، شور

اور اچھوت قومیں جو ہزاروں برس سے غلامانہ زندگی بسر کرتے آپ لوگوں کے مظالم کا تجربہ اٹھا چکے ہیں، وہ میلوں ہندو آپ کی کانسی ٹونٹ اسمبلی کو ڈنڈوت کریں گے۔ پارسی اپنے مفاد کے قطعی خلاف سمجھیں گے۔

عسبائیوں کے لئے یہ فتا کی دعوت ہے اور اس کو تو آپ کو شک نہ رکھنا چاہیے کہ ہم مسلمان اس کی منشاء انشاء اللہ اڑا دیں گے، جب کانگری ہائی کمانڈ کو یہ معلوم ہو کہ ان موافقہ شدیدہ کے سبب ایسی اسمبلی جمع ہونا ناممکن ہے پھر یہ بیکار رٹ کیوں ہے فضا یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ قدیمی مراعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب کو ہانک کر جگہ جمع کر دے، پھر گاندھی جی اور ان کی ذہنیت کو اپنی تمنا پوری کرنے کا موقع ملے، یہ ہے وہ راستہ جو گاندھی جی نے سوراج یا رام راج یا ہندوراج حاصل کرنے کا نفاذ کیا (۷۲۶)

”ہز ایکسیلنسی وائسرائے بمادر اور آنریری سیکرٹری آف سٹیٹ کو ستم طرفی کی سوجھی ہے۔ فرماتے ہیں ہندو اور مسلمان اتفاق کر لو اور ہندوستان میں ایک نیشن بن جائے، پھر چاہے تو ڈومینین اسٹیشن لے لو، اس کے سوا اور کوئی جو مراعات چاہو ملیں گی، یہ دونوں ذمہ داران حکومت بہت خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان میں اکثریت کی دعویدار قوم موجودہ ذہنیت میں ہندو اور مسلمانوں کا اتفاق قطعی ناممکن ہے علاوہ اس کے ہندوستان بھر میں ایک نیشن نہ کہی تھا نہ کہ ہے نہ آئندہ ہو سکتا ہے“ (۷۲۷)

”کانگری دور وزارت کے دوران سرکاری طور پر مسٹر گاندھی کے نام کے ساتھ ماتما لکھنے کا سرکلر جاری ہوا تھا، ماتما کے حعلق کچھ کہنے کی اجازت دیجئے، حضرات ماما کے ترجمہ اعظم اور آتما کا معنی ترجمہ روح ہے یعنی روح اعظم، کے پجاری کسی بے ستر، مشرک اور اپنے گرو کو ماتما کہیں کچھ اور، اور ان کا دھرم بد سے بد تر چیز کو معاذ اللہ سمجھتا ہے مگر گورنمنٹ کا سرکلر مسلمان کو بھی اس معافی اور علم پر عمل کے لئے مجبور کرتا ہے، ایک مسلمان کے نزدیک ماتما روح اعظم وہی ہستیاں ہو سکتی ہیں جنہیں قرآن عظیم

صورت حال مزید بگاڑ دی۔ ممتاز مسلم لیگی رہنما جناب صدیق علی خاں تحریر فرماتے ہیں:

”نائب خداوندیاب رسول یعنی مولانا ابوالکلام آزاد صاحب سے جنہیں کانگریس ہائی کمان میں شعبہ اسلام کا قلدان وزارت پر تھا، انصاف کرنے کو کہا گیا لیکن وہ بیچارے ہندو دیوتاؤں کے غیظ و غضب سے ایسے سے کہ ان کی گھگی بندھ گئی اور وہ بے دست دبا ہو کر رہ گئے“ (۷۳۱)

”انگریز جج نے ایک ہندو کے قتل کے الزام میں چھ مسلمانوں کو پھانسی کی سزا اور چوبیس کو جس دوام کی سزا سنائی (صوبہ مسلم لیگ نے میرا ہاتھ بٹانے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی جس کا نام چاندور ہوا ریلیف کمیٹی تھا۔ صوبہ کے ممتاز عالم دین کل ہند شہرت کے مالک و نائب صدر صوبہ مسلم لیگ مولانا مفتی محمد بہان الحق صاحب (خلیفہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ) اس کمیٹی کے صدر تھے اور صدر صوبہ مسلم لیگ حضرت سید عبدالروف شاہ صاحب، جن کا قوم کی خدمت کرنا اور اس پر مرثا مقصد حیات تھا، اپنی اعلیٰ شخصیت اور صوبائی مسلم لیگ کے اپنے سب سے بڑے عمدہ کی اہمیت کو نظر انداز کر کے مصیبت زدوں اور بے گناہوں کو تختہ دار سے صحیح سالم اتارنے کے لئے کمیٹی کے معمولی رکن بن کر خدمت کرنے کے لئے میدان میں آئے“ (۷۳۲)

الحمد للہ عدالت عالیہ نے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ دے دیا اور مذکورہ سزائیں معاف کر دیں۔ کانگریس اور ہندوؤں سے لافطی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت امیر ملت محدث علی پوری مدظلہ نے فرمایا:

”ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے ہم کسی شعار اسلام کو ترک کرنے کیلئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے، وہ اتفاق، وہ

روح القدس یا روح اللہ فرمایا، کسی مسلمان کا ایمان کبھی گوارا نہ کرے گا کہ جس کے اقوال سراپا دجل، جس کی پالیسی مسلم خلی، اسے سمانا کہہ کر اپنا ایمان خراب کرے (۷۳۸)

کانگریس مسلمان کو مسلمان دیکھنا نہیں چاہتی“ (۷۳۹)

ہندو ظالم تھے لیکن اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرتے اور قوم پرست مسلمان بھی ان کی تائید کرتے، اس حقیقت کی کٹھنسی کرتے ہوئے حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد مارچ ۱۹۳۵ء کے صدارتی خطبہ میں فرمایا:

”اول تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹے اور مقتول ہوتے ہیں لیکن اگر کسی جگہ ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں اور تمام لیڈران قوم ان سے مصالحت و مفاہمت کے لئے کوشش کرتے ہیں تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھئے کہ کنکھل وغیرہ میں اہل ہندو نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے حد یہ کہ بچوں کو زندہ جلا دیا۔ ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا، اس پر چند اہل ہندو کو سزا ہوئی تو (نیشلت) مسلمان لیڈر سارے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلے کر کے گورنمنٹ کو تار دے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کرے (۷۳۰)

قوم پرست مسلمانوں کے برعکس سنی علماء و مشائخ مسلم لیگی رہنماؤں کے دوش بدوش ستم زدہ مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے، ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو چاندور ہوا میں مسلمانوں پر ہندوؤں نے جو مظالم ڈھائے اور کانگریس وزیر اعظم پنڈت روی لکھا کی سازش کے تحت مسلمانوں پر ہی مقدمات قائم کئے گئے، ان کا مداوا کرنے کے لئے مسٹر گاندھی اور جواہر لال نہرو سے مسلم لیگی رہنماؤں کی درخواست کے باوجود پراسرار خاموشی نے

پروپرائیٹر

آرڈر پیر

روغنی نان، قیملے نان،

اور غیری روٹی بنوائیے

دھلی روڈ

مکد بازار

لاہور چھانوتی

اشرف کلپ شاپ

تحریک شدھی کا مقابلہ

شدھی اور سنگٹن کی تحریکوں کا تذکرہ پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ ہندوؤں نے جب کانگریسی لیڈروں کی رہنمائی میں مسلمانوں کو ہندومت میں ضم کرنے کی تحریک شروع کی تو سنی بریلوی اور مشائخ نے ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کر کے مسلمانوں کو اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی، ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ صابر الافاضل مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں کا ذکر جمعیت العلماء ہند کے آرگن الجمعیت ۲۶ مئی ۱۹۲۵ء میں کیا ہے (۷۳۶)

----- اسی طرح جناب ایچ بی جی جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”۱۹۲۲ء کے آخر میں اس فتنہ (ارتداد) نے باقاعدہ ملک گیر مہم کی شکل اختیار کر لی تھی اور ایسی صورت میں اسلام پر عموماً اور علماء کرام پر خصوصاً یہ ذمہ داری عائد تھی کہ اس فتنے کا سد باب کریں اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے ”جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی“ سب سے پہلے علماء کا وفد روانہ کیا جو دس ارکان پر مشتمل یہ وفد ان علاقوں میں گیا جہاں نو مسلم راجپوت آباد تھے اور ان مقامات پر ہی ہندو مہاسیما اور سوامی شردھانند کے چاری سرگرم عمل تھے۔ یہ وفد جنوری ۱۹۲۳ء میں سب سے میرٹھ کے علاقوں میں گیا، ان علاقوں میں چار لاکھ افراد گمراہ ہونے کا خطرہ درپیش تھا۔ اس وفد نے گمراہ ہونے والے افراد کو وعظ و تلقین کے ذریعہ دعوت اسلام دے کر دوبارہ اسلام کی طرف رجوع ہونے کے لئے آمادہ کیا“ (۷۳۷)

حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مصروفیات منسوخ کر کے مریدوں اور عقیدت مندوں کو پوری توجہ اس فتنہ کی سرکوبی کی جانب مرکوز کی اور ہندوؤں مذہم عزائم کو خاک میں ملا دیا، آپ نے جمعیت

صلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائش ہے، ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لا حاصل ہے“ (۷۳۸)

مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے بچ کر رہنے کی تلقین ان الفاظ میں کی ”یہ سمجھتے رہنا چاہیے کہ یہ دشمن (ہندو) موقع کی تاک میں ہے اور موقع مل جائے تو وہ ہمارے ساتھ کسی کرنے والا نہیں، ہم اپنے آپ کو اس موقع سے بچاتے رہیں، ایسا نہ ہو کہ پچھلے زمانہ کی طرح دشمن پر اعتماد کیا جائے، اپنی باگ ان کے ہاتھ دے دی جائے، اپنی کشتی کا ناخدا مان کر اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں ڈالا جائے، آنکھیں بند کر کے ان کی تقلید کرنے لگیں، جس راہ وہ ہمیں لے چلیں، ہم وہ راہ چل کھڑے ہوں، ماضی قریب کی سیاسی جماعتوں اور کیشیوں کے اغوا سے مسلمان ان غلطیوں کا شکار ہو چکے ہیں جن کے نتائج آج یہ رونما ہو رہے ہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے استعمال پر کمر باندھ لی ہے، کہیں مرتد کرنے کی کوششیں ہیں، کہیں تنگ و تنگ سے حملے ہیں، کہیں قانونی سختیوں میں کساجاتا ہے، یہ سب اسی ہندو پرستی کا مدد ہے جو پچھلے چار پانچ سال مسلمان کرچکے ہیں“ (۷۳۹)

✓ ”ہندوؤں کے میلوں میں، مذہبی رسوں میں، کھیلوں تماشوں ساگوں میں جانے سے احتراز اور پرہیز لازم سمجھیں، اسی طرح ان کے جلسوں میں شرکت سے اجتناب کریں، ہندوؤں کے ٹریکٹ اور اخبار جو مسلمانوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں اور اسلامی بادشاہوں کے بھوسے پر ہوتے ہیں، ہرگز نہ دیکھیں کہ اس کے دیکھنے سے رنج اور صدمہ اور طبیعت میں اشتعال پیدا ہوتا ہے اور کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا“ (۷۴۰)

قوم پرست مولویوں کا توڑ

مسز گاندھی نے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل کرانے اور فلسفہ متحدہ قومیت کو مقبول عام بنانے کی ذمہ داری قوم پرست مولویوں کو تفویض کی تھی، یہ لوگ قائد اعظم اور مسلم لیگ کے لئے دردہر بنے ہوئے تھے، قرآن و حدیث کے حوالے دے دے کسادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندوؤں کی جھولی میں ڈال دیتا ان کا محبوب مشغلہ تھا، سنی علماء و مشائخ نے نہایت جرات، دلیری اور مومنانہ فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف نیشنلسٹ مولویوں کے اثرات کو زائل کر دیا بلکہ مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے میں بھی موثر کردار ادا کیا، یہ انہی کی شب و روز کی کوششوں اور جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ قائد اعظم محمد علی جناح ہندوؤں، انگریزوں اور قوم پرست مولویوں کو عبرتناک شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری قدس سرہ (کیلیاتوالہ شریف) دو قوی نظریہ کے زبردست حامی اور مؤید تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ کانگریس اور احراری لیڈروں کے مسموم اثرات کے ازالے کے لئے کوشاں رہے، چنانچہ ایک مرتبہ مشہور احراری لیڈر ملک لعل خاں سے دوران گفتگو فرمایا: ”فرمان مولیٰ کریم ہے انا ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا یعنی حقیقتہم تمہارے دوست اور سرپرست اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور ایماندار بندگان خدا ہیں، ایک مسلمان کیلئے تو یہی پیشوا اور رہنما ہیں، ان کے فرمان تو عرض کر ہی دے، اب ان کے سوا آپ کو گاندھی اور نہرو کا فرمان واجب العمل ہوگا جو سوائے جہنم کے ہمیں کبھی راستے پر نہیں لے جاسکتا“ (۷۳۱)

قرآن و حدیث کے احکامات کو پس پشت ڈال کر قوم پرست مسلمان دو قومی نظریہ کو ہدف تنقید بنانے کا ناپسندیدہ شغل جاری رکھے ہوئے تھے ”ایک مرتبہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں احرار کا مہرکتہ الآراء جلسہ عام ہو رہا تھا، جس میں

ہند کے لیڈروں پر زور دیا کہ وہ اور کچھ نہیں تو کم از کم اس سلسلہ میں ہندوؤں کے خلاف ایک قرار داد ہی پاس کر لیں جیسا کہ انہوں نے بے گناہ مولویوں سے لا تعلقی ظاہر کرنے کی قرار داد پاس کر کے ہندوؤں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی تھی (۷۳۸)

ایک بار اتفاقاً ٹرین میں آپ کی ملاقات ابوالکلام آزاد سے ہوئی، دوران گفتگو آزاد صاحب کی یہ بات ”شاہ صاحب تیرہ سو برس سے آپ ہندو کو مسلمان بناتے آرہے ہیں، ان کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے دھرم کا پرچار کریں“ آپ اس قدر گہرا کیوں گئے ہیں؟ سن کر سخت ناراض ہوئے، منہ پھیر لیا اور سر کے دوران پھر بات نہ کی (۷۳۹)

سنی برہمنی حضرات کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ الشیخ حضرت سید محمد علی حسین اشرفی سجادہ نشین کچھ چھہ شریف نے فرمایا ”آریوں اور مشرکوں نے نڈر ہو کر ملکاتہ کے علاقہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ان کے سایہ طاقت سے یہ ملک برسوں سے علیحدہ پڑا تھا، اس موقع پر میرا فرض ہے کہ اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی اور میران انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کو دلی مبارکباد دوں جنہوں نے قوم کی طرف سے ملامت کی بوچھاڑ ہونے پر ایک منٹ کی تاخیر نہ کی اور وقت پر پہنچ کر مشرکین کے غرور سر کو کچل کر رکھ دیا، جب اشرفی جھنڈا اس علاقہ میں پہنچا تو میں نے خود جاکر اس منظر کو دیکھا کہ کام کرنے والوں کی دشواریاں اس درجہ بڑھی ہوئی ہیں جن کا تصور بھی گھر بیٹھنے والے دماغ پر بار ہے۔

ماہ مبارک ہے، گرمی کی شدت ہے، پانچ پانچ دس دس دس دس کا پانیادہ سفر ہے، افکار کے لئے چٹا بھی کبھی میسر نہیں ہے مگر عزم و ثبات کا یہ عالم ہے کہ ہر خار راہ ان مجاہدین کی نگاہ میں گل ہوتا نظر آرہا ہے، ایک ایک فرد کی دولت ایمان کو بچانے کے لئے ان ان مصیبتوں کو برداشت کیا گیا ہے جس کی داستان بہت طویل ہے“ (۷۴۰)

ہر شہر قصبہ گاؤں بلکہ ہر کھلی کوچے میں مباحثوں کا آغاز ہو گیا تھا ' انگریزوں اور ہندوؤں کے علاوہ خود مسلمانوں میں مختلف طبقوں کی طرف سے پاکستان کی زبردست مخالفت کی گئی ' ان میں پنجاب کی مجلس احرار ' سرحد کی سرحدیوں کی تنظیم ' مسلم لیگ سے نکل کر کانگریس میں شامل ہوجانے والے دیوبندی علماء پیش پیش تھے ' ان سب کا گٹھ جوڑ ہو گیا اور جمعیت علمائے ہند ان سب کو لے کر مسلم لیگ کے مقابلے آگئی اور برصغیر میں باقاعدہ کھلی جنگ شروع کردی ' عمومی اور خصوصی اجلاسوں میں باقاعدہ مسلم لیگ اور پاکستان کی شدت سے مخالفت ہونے لگی - (سنی بریلوی) علماء اور مشائخ نے ' جو مسلم لیگ کے ساتھ تھے ' اس یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جب آگے چل کر عام انتخابات کا مرحلہ آیا تو مسلم لیگ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ہمیں زبردست کامیابی نصیب ہوئی " (۷۳۵)

میں اس وقت جب پاکستان معرض وجود میں آ رہا تھا اور بہاولپور کی آئندہ حیثیت کا تعین ہونا تھا ' (مجلس احرار اور جمعیت علمائے ہند کی ذیلی تنظیم) خدام وطن کے صدر نے پاکستان سے بہاولپور کے الحاق کی مخالفت میں یہ بیان دیا: "ریاست کو اس ڈومینین میں شامل ہونا چاہیے جو ریاستی امور کی خوشحالی کی ضامن ہو اور جس کے ذریعے کھانڈ ' کپڑا اور نہری پانی فراوانی سے مل سکے خواہ وہ ڈومینین پاکستان ہوا ہندوستان "

اس بیان کا بہاولپور کے ایلی حلقوں میں شدید رد عمل ہوا ' مسلم بورڈ ' جس کے صدر پیرزادہ محمد سلیم المسلم تھے ' نے اس کے خلاف جلسے منعقد کر کے کانگریس کے پھوٹوں کو بے نقاب کیا اور رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا (۷۳۶) جناب مرزا علی الطہر برلاس تحریر فرماتے ہیں:

"اس زمانے (۱۹۴۷ء) میں مسلم لیگ کو سب سے بڑی وقت یہ پیش آ رہی تھی کہ کانگریس نے مولانا حسین احمد مدنی کی سرکردگی میں جمعیت العلماء (کے قوم پرست مولویوں کو) پورے ملک میں لیگ کی مخالفت کیلئے بھیجا دیا تھا اور یہ حضرات لیگ کی قیادت کو خلاف شرع قرار دیکر

احراری مقررین اپنے زور خطابت سے لوگوں کو نظریہ پاکستان سے برکتہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے ' دوسری جانب علماء اہلسنت کا ایجنڈا تھا ' جب احراریوں کی طرف سے عوام کی زیادہ کشش محسوس ہوئی تو حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مایک پر تشریف لائے اور ایسا فصیح و بلیغ خطاب کیا کہ لوگ جوق در جوق آپ کے پندال میں آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مخالفین کا جلسہ درہم برہم ہو گیا ' مولانا ظفر علی خاں نے یہ منظر دیکھا تو وفور جذبات سے فی البدیہ ایک نظم پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:

✓ میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا **حلیہ احراری** **حزب ہند** کے نور کا (۷۳۷) چہرہ اہل رہا ہے محمد علیؐ کے ایک دفعہ مسجد وزیر خان میں کانگری اور احراری علماء نے ایک بست بے سیاسی جلسے کا اہتمام کیا ' مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد ہونے کی حیثیت سے مدعو تھے ' آپ نے اسی ایجنڈے پر اس شد و مد سے کانگریس اور احرار کے سیاسی خیالات پر تنقید کی کہ حاضرین جھوم اٹھے اور کانگری علماء وہ خیالات اپنے ساتھ ہی لے کر چلے گئے جو لاہور والوں تک پہنچانے کیلئے آئے تھے (۷۳۸)

قصبہ پٹواری ضلع بمبیر پور میں سنی کانفرنس کے جلسہ میں حضرت ناصر الاسلام مولانا سید محمد عبدالسلام صاحب قادری نے سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد مسلمانوں کو بتائے اور احرار و خاکسار و علمائے دیوبند اور الجمعیت سنی بورڈ کفکو کا کابل رد کیا اور کانگری مولویوں کی حقیقت کو بے نقاب کیا ' مسلمانوں میں اسلامی جوش پیدا ہو گیا ' آپ کی پر جوش تقریر سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے یہ رزلوشن پاس کیا "مسلمان پٹواری کا یہ جلسہ عام آل انڈیا سنی کانفرنس کے علمائے ربانی کا وجود مسلم لیگ کے لئے رحمت باری سمجھا ہے اور مسلمان ہند سے سنی کانفرنس و مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی اور کانگریس سے ایجنڈا کی پر زور اپیل کرتا ہے" (۷۳۹)

مولانا عبدالحمید بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انٹرویو میں بتایا "قرار داد پاکستان کی منظوری کے بعد سے مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت نے اس قدر زور پکڑا تھا کہ برصغیر کے

کے بھالے مسلم عوام کو گمراہ کرتے پھرتے تھے لہذا بعض لیڈروں نے ان مولویوں کو کانگریس سے توڑنے کی کوششیں کیں مگر جناح صاحب نے اس ترکیب کو رد کر دیا اور کہا کہ ہم اپنے مولوی تیار کریں گے جو ایک کا پیغام گھر گھر پہنچائیں گے " اور یہی ہوا " مولانا ہمال میاں فرنگی محل اور مولانا خالد بدایونی مرحوم وغیرہ نے ایک اپنی جماعت تیار کی " (۷۷)

حکیم اہل سنت محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی نے ایک موقع میں فرمایا " مولانا عبدالستار خان نیازی کے علاوہ ایک ان سے بھی زیادہ شعلہ بیان مقرر جو امرتسرا آتے تھے مولوی بشیر اعظم تھے۔۔۔ اس طرح روپنڈی کے سید مصطفیٰ شاہ گیلانی کی بہت اچھی تقریر کیا کرتے تھے " ایک آدمی اور تھا جسے لاہور میں نے مار دیا " میں اکثر لوگوں سے پوچھتا ہوں " بتاؤ وہ کہاں سے تھے " وہ پروفیسر عنایت اللہ یہ صاحب ان سے بہت بہتر تھے یہ کمپورے ملک کے دورے کر کے اپنی شعلہ بیانی سے مسیحیوں اور احراری مقررین کے مقابلے میں مسلم لیگ کی راہ دکھا رہے تھے یہ مقرر احراری مقررین کی شعلہ نوازی کو خاک میں ملاتے تھے " (۷۸)

حضرت مخدوم پیر چراغ علی شاہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کا دینی روحانی رابطہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کے تمام سنی اکابرین بالخصوص امام احمد رضا خان فاضل دیوبند سے وابستہ تھا اسی لئے وہ سیاسی طور پر بھی انہیں " قوی نظریہ " پر یقین رکھتے تھے " ۱۹۳۰ء سے مسلم لیگ کے خلاف دو قوی نظریہ کا علم لے کر گامزن ہو چکی تھی " جسکی سے ہندوستان کے طول و عرض میں پائے جانے والے مسیحی افکار کے زیر اثر " علماء " مسلم لیگ کی بجائے گاندھی کی راہ دکھانے ہوئے تھے اور تحریک پاکستان کے خلاف پورا ہندوستان میں جاری تھا " ان دنوں حضرت شاہ صاحب جلال

آباد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے اور جلال آباد میں اسی مکتبہ فکر کا ایک بہت بڑا عربی کادر رہا بھی موجود تھا نیز کانگریسی مکتبہ فکر کو ایک شعلہ بیان مقرر مولوی امیر الدین کی حمایت حاصل تھی " مولوی امیر الدین کی تقریریں ان دنوں اس علاقے میں گونج رہی تھیں " ایسے عالم میں شاہ صاحب جیسے سادہ ، متقی ، شریف الطبع عالم دین کا میدان میں آنا عجوبہ سمجھا جاتا تھا " حضرت شاہ صاحب مرحوم نے ایسے عالم میں مسلم لیگ کے نظریہ سیاست کو جلال آباد کی جامع مسجد میں پورے ہاشمی دلولے اور حسینی طنطنے سے پیش کیا " جلال آباد نواب افتخار حسین ممدوت کی ریاست تھی " ان دنوں مسلم لیگ کے تمام ممدوتوں پر جاگیردار اپنے خونیٹے گاڑھے ہوئے تھے لیکن شاہ صاحب کی مقبولیت کی وجہ سے آپکو جلال آباد مسلم لیگ کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا " آپ نے اپنے فرائض منصبی کو کمال خوبی سے نبھایا " برہمن سامراج اور اس کے شرعی گماشتوں سے مزہ موسیٰ کی طرح لڑتے رہے تا آنکہ پاکستان معرض وجود میں آیا " (۷۹)

مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سنی بریلوی علماء و مشائخ کے مجاہدانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے ایک انٹرویو میں فرمایا:

" اس بارے میں دورائیں نہیں ہو سکتیں کہ پاکستان بنانے میں مشائخ و علمائے اہل سنت نے فی الواقعہ من حیث الجماعت قائد اعظم محمد علی جناح کا ساتھ دیا ہے " تحریک پاکستان کے جس ہنگامہ خیز دور میں دوسرے مکتبہ فکر کے علماء اپنے تمام تر علمی مقام کے باوجود گاندھی و نہرو کے متحدہ قومیت کے بحر کے امیر ہو کر قائد اعظم کو کافر اعظم اور پاکستان کو پلیدہ ستان ثابت کرنے کے لئے مصروف تھے " صرف اور صرف علماء و مشائخ اہل سنت ہی تھے جو اپنے تمام تر انسانی و فکری اور علمی و عملی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے نظریہ پاکستان کو



دہلی روڈ صدر بازار (نزد قراویہ)
لاہور چھاؤنی

ماشا اللہ شاہ سید ڈیسر

اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح ثابت کرنے کے لئے میدان عمل میں مجاہدانہ کام کر رہے تھے، یہ انہی کی کوششوں کا ثمر تھا کہ نہ صرف کانگریس کے ہم نوا علماء کے پروپیگنڈے نے دم توڑ دیا بلکہ اسلامیان ہند ایک نئے جذبہ سے سرشار ہو کر پاکستان کے قیام کو تقاضائے ایمانی سمجھنے لگے۔ (۷۵۰)

سنی اکابرین نے قوم پرست مولویوں کے علاوہ نیشنلسٹ مسلمان رہنماؤں کو بھی صراطِ مستقیم دکھانے کی سر توڑ کوشش کی، محترم کرل غلام سرور تحریر فرماتے ہیں:

”تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ (حضرت) بابو غلام محی الدین سجادہ نشین گولڑہ شریف نے آزاد اسلامی حکومت کے

حصول اور قیام کے لئے بھرپور حمایت کرنے کے علاوہ وقت کے وزیر اعلیٰ ملک خضر حیات ٹوانہ پر ملی مطالبہ کی کرنے کیلئے زبردست دباؤ ڈالا تھا اور اسے ایسا سندھیت لکھا تھا جس نے موصوف کے سکون کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ آج یہ خط ایک قیمتی دستاویز ہے، ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ”تمہیں لیگ کی مخالفت کر رہے ہو اور انگریز کا ساتھ دے رہے ہو، تمہیں شرم آنی چاہیے، میری بات یاد رکھو کہ اگر تم نے توبہ نہ کی اور اسی روش پر قائم رہے تو ایک دن تمہیں جوتیوں کا ہار پہنایا جائے گا“ (۷۵۱)



مزارات پر فاتحہ کس طرح پڑھی جائے۔

ارشاد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پانچویں کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجد میں کھڑا ہو اور متوسط آواز میں باادب سلام کرے! السلام علیکم یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درود غوثیہ تین بار الحمد شریف تین بار آیت الکرسی ایک بار سورہ اخلاص سات بار پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورہ یٰسین اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میرے طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا پھر اپنا ہر مطلب جائز شرعی ہو اس کے لئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے مزار کو ہاتھ نہ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالا طاق ناجائز ہے اور بحدہ حرام (فتاویٰ رضویہ، ج ۲ ص ۲۱۲)

- (۱) بلاشبہ غیر کعب معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو بحدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ (احکام شریعت حصہ سوم ص ۳)
- (۲) مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیے علماء اس میں مختلف ہیں اور بہتر پختا اور اسی میں ادب زیادہ ہے (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۸)
- (۳) ثواب رسائی کے لئے قرآن عظیم پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۱۸)
- (۴) نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں۔ یہ غلط مشہور ہے کہ محرم و صفر میں نکاح کرنا منع ہے۔ (الملفوظ حصہ اول ص ۳۶)
- (۵) عورتوں کو مزارات اولیاء مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۸)

مسلم لیگ اور سنی علماء مشائخ

لیگ میں شریک ہو کیوں کہ مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سر بلندی اور آزادی کے لیے کوشاں ہے" (۷۵۳)

تحریک پاکستان شروع ہوئی تو استاذ العلماء مولانا یار محمد بند یالوی بھی دیگر سنی علماء کی طرح میدان سیاست کی طرف بڑھے "اس وقت ضلع سرگودھا اور میانوالی کے اکثر امراء یونینٹ پارٹی سے تعلق رکھتے تھے اور مسلم لیگ کا نام تک سنا گوارہ نہ کرتے تھے" پھر اس علاقہ میں ملک خضر حیات ٹوانہ کا بست اثر تھا "اس کے باوجود آپ نے علی الاعلان فرمایا:

"ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے، دوسری طرف کفر کا" چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے، اس لئے اس سے کتنا اسلام سے کتنا ہے "آپ ہر جمعہ نظریہ پاکستان کے حق میں بیان فرماتے جس سے متاثر ہو کر سینکڑوں افراد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے (۷۵۴)

مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی وزیر آبادی دہلی نے شان رسالت کے موضوع پر تقریر فرمائی اور آخر میں آپ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوں، سو ادا عظم سے الگ رہنا گراہی ہے، علماء احناف کا موقف فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے (۷۵۵)

مسلم لیگ کی حمایت کے سلسلے میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کوہا تشریف لے گئے، وہاں احرار کا زور تھا، یاران طریقت مسلم لیگ میں شامل ہونے سے احتراز کر رہے تھے، کارکنان مسلم لیگ نے یاران طریقت کے بارے میں حضرت سے درخواست کی کہ انہیں حکم دیں کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں، کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے جوش میں آکر فرمایا "اگر مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں تو کیا کفر لیگ میں شامل ہوں؟"

زیر نظر مقالہ کاشمیر حصہ دیوبندی مولویوں کے ان "فرمانوں" پر مشتمل ہے جو انھوں نے بحیثیت جماعت کے کانگریس کے لئے سر انجام دئے، اہل حدیث حضرات کا ذکر تھا قلمزد کر دیا گیا، اس لئے کہ اگرچہ ان کا رجحان بھی کانگریس کی جانب تھا (۷۵۶) لیکن چونکہ ان کی تعداد اتنی کم تھی کہ ان کی کسی جانب بھی شمولیت سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا، تاہم اس کتب فکر کے ایک ممتاز رہنماء ابوالکلام

آزاد کا تذکرہ مجبوراً کرنا پڑا، اس لئے کہ وہ مسٹر گاندھی کے مذہبی مشیر تھے اور ہندوؤں نے اسے اتنی اہمیت دی کہ اپنی جماعت کانگریس کا صدر بنادیا، ان دو مکاتب فکر کو چھوڑ کر سنی عوام و خواص اور بعض شیعہ حضرات مسلم لیگ میں شامل تھے لیکن آجکل مذہبی اختلافات و منافرت کی وجہ سے چونکہ ہر اہل علم و مقابل کو نیچا دکھانے اور اپنے حضرات کا جھنڈا اونچا رکھنے کی جہاد فی سبیل اللہ سمجھتا ہے چاہے اس کے لئے غلط بیانی سے ہی کام کیوں نہ لیتا پڑے، اسی کلیہ کے تحت یہ تاثر پھلایا جا رہا ہے کہ سنی بریلوی مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے مخالف تھے، آئندہ سطور میں اس بے بنیاد اور جھوٹے پرائیگنڈے کا رد پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو صوبہ سرحد اور پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں، صوفیوں اور روحانی پیشواں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں ہوا، اس جلسہ میں ایک تجویز منظور ہوئی جس میں مسلم لیگ سے وفاداری اور مسٹر جناح کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا گیا، پیر امین الحسنات ماکی شریف نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے، مسلمان کو حصول پاکستان کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہیئے جہاں وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے، حصول پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم

وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں کیونکہ وہی ان کو تھکا
دلا سکتی ہے" (۷۶۰)

حضرت غلام مجدد سرہندی قدس سرہ نے "صور اسرار" کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا جس میں اسلامیات ہند و سندھ سے مسلم لیگ کے ساتھ عملی تعاون کرنے کی اپیل کی تھی "صور اسرار" میں زندگی کو خدا کی امانت بتانے کے بعد لکھتے ہیں: "مبارک ہو ان مومنین کو جنہیں ظاہری طور پر فنا ہونے سے پہلے یہ مبارک موقع مل رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کی آل انڈیا مسلم لیگ کے حکم پر مسلم قوم کے وقار و ناموس کے تحفظ کے لئے اپنی اس امانت کو اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں (۷۶۱)

مفتی محمد برہان الحق رحمہ اللہ، اعلیٰ حضرت امام احمد ریت فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ اور مسلم لیگ جبل پور کے صدر تھے، جنوری ۱۹۴۰ء میں جبل پور (سی۔ پی) میں منعقد مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس کے خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا:

"اس کانفرنس کے انعقاد سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی آواز ہندوستان کے گوش گوشہ میں پہنچا کر دنیا کو اپنی مظلومانہ حالت بتائیں اور اپنے اضلاع صوبہ سی۔ پی کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے منظم اور متحد ہونے کی دعوت دیں" (۷۶۲)

"اے حضرات اخوان ملت، مسلمان بھائیو۔۔۔ کل جس مسلم لیگ کے لئے دنیا میں کوئی جگہ نہ تھی، آج کانگریس اور برطانیہ دونوں کی نظریں اس کی پالیسی کی طرف لگی ہوئی ہیں، اس لئے اب جس قدر جلد ممکن ہو، ۱۹۴۰ء کے لئے زیادہ سے زیادہ ممبر بن جائیں، جن محلوں، دیہاتوں، تحصیلوں میں مسلم لیگ قائم نہ ہو، وہاں قائم کر کے اپنے ضلع سے الحاق کیجئے اور بہت جلد بتا دیجیئے کہ آپ اسلام کیلئے سینہ سپر ہونے اور اپنے محترم صدر اعظم مسٹر جناح کے ارشاد کی تعمیل پر ہر وقت تیار ہیں" (۷۶۳)

چنانچہ یاران طریقت مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور چند روز میں مسلم لیگ باقی جماعتوں پر چھائی (۷۶۴)

حضرت امیر ملت کا یہ فتویٰ تو زبان زد عام ہے کہ "جو مسلم لیگ کا مخالف ہے، خواہ کوئی ہو، اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے" (۷۶۵)

۱۹۳۹ء میں جب کانگریس وزارت سے مستعفی ہوئی تو قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو یوم نجات منانے کی اپیل کی، اس موقع پر حضرت امیر ملت محدث علی پوری نور اللہ مرقدہ نے نماز جمعہ کے بعد علی پور سیداں میں دوران تقریر فرمایا "دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا، مسلمانو تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟" حاضرین نے با آواز بلند جواب دیا کہ اسلام کے، پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے تلے کھڑا ہو تو کیا تم اس کے جنازہ کی نماز پڑھو گے؟ حاضرین نے انکار کیا، پھر آپ نے استفسار فرمایا کہ کیا تم اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرو گے؟ حاضرین نے بالا قفاق کہا، نہیں ہرگز نہیں، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے، ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے (۷۶۸)

✓ حکیم اہل سنت محمد موسی امرتسری مدظلہ العالی نے ایک انٹرویو میں بتایا "مولانا محمد بخش مسلم نے لاہور میں بیٹھ کر پاکستان کے لئے بہت کام کیا، ہمارے امرتسر کے نوجوان لاہور میں مسلم صاحب کے پیچھے جمعہ پڑھنے خصوصی طور پر آتے تھے کیونکہ مسلم صاحب جمعہ کے خطاب میں قیام پاکستان کے لئے بڑے مدلل دلائل دیا کرتے تھے انہوں نے عام دیہاتوں کو مسلم لیگ کا حامی بنانے کیلئے بڑی سادہ سی بات یہ کہی کہ یہ مسلم لیگ نہیں بلکہ کفر اور اسلام کے درمیان "لیگ ہے" (پنجابی میں لیگ خط کو کہتے ہیں) تو ایک عام دیہاتی کی سمجھ میں مسلم لیگ کا منشور واضح ہو جاتا تھا" (۷۶۹)

۱۲ ستمبر ۱۹۳۵ء کو حضرت پیر فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے، جولاہوں آدمیوں کے روحانی پیشوا ہیں، کوہ مری پر جشن عید کے سلسلہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا "مسلمانوں کا فرض ہے کہ

کافر نسوں کا انعقاد

اعظم نے مسلمانوں کی داستان غم سن کر کانفرنس میں بڑی ہوسیمبی تقریر کی اور راست گوئی پر اترے تو بہت بے باکی سے مسلمانوں کے دو حقیقی حریفوں کے متعلق صاف صاف الفاظ میں مثال دی کہ ”ہندو مسابھا ایک کتاب ہے جو مسلمانوں کو بھونک کر کاٹتا ہے لیکن کانگریس ایک ایسا کتاب ہے جو دم بلاتا ہوا بیروں کے پاس آتا ہے اور بغیر بھونکنے کاٹ لیتا ہے (۷۶۵)

”اس کانفرنس سے ایک اور واقعہ کا تعلق ہے، وہ بھی گوش گزار کروں، مولانا مفتی محمد برہان الحق صاحب نے میرے ذمہ یہ خدمت سپرد کی تھی کہ میں اجلاس میں اپنے ان دو واجب التعظیم معزز مہمانوں کی موجودگی میں چاندورسوا کا خونین واقعہ سن کر حاضرین اجلاس سے مقدمہ کی پیروی اور مظلومین کی امداد کیلئے چندہ کی اپیل کروں (اس اپیل کا مثبت نتیجہ نکلیں)“ (۷۶۶)

مسلم لیگ کی شاخیں اور ذیلی تنظیمیں

تحریک پاکستان کے دوران قصبہ شاپور ضلع گورداسپور میں باوجود یکہ سکھوں اور ہندوؤں کا زور تھا، مولانا حکیم محمد رمضان قادری نے پرائمری مسلم لیگ قائم کی جس کا نام ”مصلحت“ انجمن تنویر الاسلام رکھا اور نیشنل گارڈ قائم کر کے اس کا نام غلامان رسول رکھا، آپ جمعہ کے خطبات کے علاوہ پبلک جلسوں میں مسلم لیگی امیدواروں کے حق میں تقاریر کرتے رہے، چنانچہ ان سرگرمیوں کی بنا پر سکھوں اور ہندوؤں نے آپ کو ”فسادی ملا“ کے نام سے پکارا اور آپ کے قتل کیلئے مبلغ پانچ ہزار روپے مقرر کئے (۷۶۷)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحی چشتی مدظلہ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا، ریاست بہاولپور میں سیاسی جماعتوں کا اجرا

صوفی محمد حنیف نقشبندی رقطراز ہیں کہ ”شرقیہ شریف کے علاقہ میں یونی سنس کازور تھا، ان کے خوف سے مسلم لیگ کے کارکن ادھر کارخ نہیں کرتے تھے، چنانچہ شفیور شریف میں مسلم لیگ کاسب سے پہلا جلسہ حضرت مولانا غلام اللہ ثانی لاٹانی مدظلہ ہی نے کرایا تھا۔ آپ نے ایک شخص کو جلسہ کے لئے جگہ دینے کو کہا تو وہ یونی سنس کے ڈر سے انکار کرنے لگا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ ڈرو نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ یونی سنس تمہیں شہید کردیں گے، تمہیں شہید کر دیا گیا تو اس سے بڑھ کر تمہاری خوش بختی کیا ہوگی؟ چنانچہ وہ جگہ دینے پر رضا مند ہو گیا اور مسلم لیگ کا جلسہ نہایت بزرگ و احتشام سے منعقد ہوا اور یونی سنس کا زور ٹوٹ گیا اور مسلم لیگ کی مقبولیت عام ہو گئی، اس جلسہ کا تمام خرچ بعد خوردونوش حضرت ثانی صاحب نے خود برداشت کیا، اس کے بعد مسلم لیگ کا ہر جلسہ حضرت ثانی صاحب کی صدارت میں ہوتا رہا اور تاقیام پاکستان حضرت ہر طرح سے مسلم لیگ کی حمایت کرتے رہے“ (۷۶۸)

مشہور مسلم لیگی لیڈر صدیق علی خاں صاحب کا بیان ہے ”ہماری کانفرنس کا مولانا مفتی محمد برہان الحق نے جبلیپور میں منعقد کیا، صوبہ کے رہنماؤں کے علاوہ آل انڈیا لیڈروں میں شیر علی مولوی اے کے فضل الحق صاحب وزیر اعظم بنگال اور علی عالم کے رکن عزیز ملت سید عبدالعزیز صاحب برسر پٹنہ ایک لائے۔ جبلیپور کی مسلم لیگ ہمیشہ سے بہت مضبوط حکم تھی کیونکہ اس میں بڑے شجاع مسلمان جو گھنے اور پیچہ دکھانا نہیں جانتے تھے، شریک تھے۔ بنگال کے وزیر

ط نذیر نائیک لاہور
عابد عثمان چاول سمور
مدد بازار
لاہور چھاونی

اعلیٰ بامستی چاول
اکبری مٹھی کے بھاؤ خریدی

منع تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے پیرزادہ محمد سید
ذیشان، ڈاکٹر محمد اشرف اور ڈاکٹر نثار کے ساتھ مل کر مسلم
لیگ کی ذیلی تنظیم مسلم بورڈ کے نام سے قائم کی اور قیام
پاکستان کے لئے زبردست جدوجہد کی، ریاست میں سیاسی
سرگرمیاں کا اہم ہونے کی وجہ سے عام لوگ سیاسی شعور سے
بے بہرہ تھے، جنہیں کچھ شعور تھا وہ تمام کانگریسی تھے، آپ
اپنے والد ماجد کی معنوی قیادت میں سرکاری ملازمت کی پرواہ
کے بغیر پاکستان کیلئے کام کرتے رہے۔

جامعہ عباسیہ کے مقتدر اساتذہ کانگریس کے ہمنوا تھے،
اس لئے ان کے ایماء پر طلباء آپ کے خلاف شور مچاتے لیکن
آپ نظریہ پاکستان کے حامی اساتذہ (جو بوجہ غربت و کمزوری
آگے نہ بڑھ سکتے تھے) کے ہمراہ میدان میں سینہ سپر ہو جاتے
اور مدافعت کرتے۔ پاکستان کے حق میں مضامین اور نظمیں
لکھتے، ایک نظم میں آپ نے لکھا:

تیرے لئے کافی ہے محمد علی کی غلامی

اور بہن راج کی تحریک کے حامی (۱۹۶۸ء)

۱۹۲۵ء میں مولانا غلام قادر اشرفی نے سیاست میں مکمل
دلچسپی لینا شروع کر دی، ضلع فیروز پور میں خطاب کے دوران
نواب شاہ مموٹ کی عمرانی میں مسلم لیگ کے نصب العین اور
سائن کیشن کے بانی کاٹ کے سلسلے میں کام کرتے رہے،
شارد ایکٹ کو ناکام بنانے کے لئے بھی علماء و مشائخ کے شانہ
بشانہ کام کیا، مظہرہ ایجنسی میں بھرپور کام کیا۔ ۱۹۳۱ء میں
جماد کشمیر اور ۱۹۳۲ء میں مسلمانان ریاست اور جب ریاستی
مظالم کی تاب نہ لا کر اجبر شریف، بھرت پور، گوڑ گاؤں اور
دہلی کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے تو آپ حضرت سید غلام
بھیک نیرنگ انبالوی کے زیر کمان کام کرتے رہے، ۱۹۳۳ء میں
تحریک قادیان اور ۱۹۳۵ء میں تحریک شہید گنج میں بھرپور حصہ
لیا، نیز ۱۹۳۵ء میں تحریک آریہ سماج جو نظام حیدر آباد کے
خلاف جھٹہ بندی کی صورت میں چلائی گئی تھی، اس کے
انندوا کیلئے کافی خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۳۹ء میں قائد اعظم کی ہدایت پر یوم نجات منایا گیا تو
مولانا نے مجلس تبلیغ الاسلام لالہ سونے کے زیر اہتمام یہ دن

منایا، بھرپور کوشش کر کے ضلع بھر میں مسلم لیگ کا قیام
میں لائے اور جانچا اس کی شاخیں قائم کیں، ۱۹۳۵ء میں
خان تون اور سردار سکندر حیات کے ساتھ مسلم
امیدواروں کے لئے شب و روز کام کیا اور اسی سال مولانا
لالہ موٹی کے مسلم لیگیوں کی طرف سے قائد اعظم کی آمد
موقع پر مسلم لیگ کیلئے تھیلی پیش کی، ۱۹۳۶ء میں آل
سنی کانفرنس بنارس میں مولانا اپنے بست سے ساتھی
شریک ہوئے، جنوری ۱۹۳۷ء میں خضر وزارت میں مسلم
لیگ کی سول تافرمانی کی تحریک میں حصہ لیا اور قرار داد پاکستان
پاس ہونے کے بعد مسلم لیگ کی پلٹنی کیلئے زندگی وقف
کردی (۱۹۶۹ء)

نمائندہ جماعت

تحریک آزادی وطن زوروں پر تھی، دو قومی نظریہ
طور پر تسلیم کیا جا چکا تھا لیکن سندھ میں ابھی تک کانگریس
ڈنکا بچ رہا تھا۔ حضرت شاہ مغفور القادری دہلی کی دور رس
نے اس کے نتائج کو بھانپ کر فوراً ہی ایک تنظیم ”
الاسلام“ کے نام سے قائم فرمائی جس کے صدر (وہ خود)
ہوئے اور چند ماہ میں اس تحریک کو پورے سندھ کی مقبول
جماعت بنادیا۔ ”الجماعت“ کے نام سے ایک اخبار جاری کیا
احیاء الاسلام کی ذیلی شاخ کے طور پر سندھ کے اکثر
کرام کو ”تنظیم المشائخ“ کے نام سے ایک الگ تنظیم میں
کیا، اس عظیم کام کے لئے آپ نے سندھ کے دور
علاقوں، قصبوں اور دیہاتوں تک سفر کئے، درحقیقت اس
تک دو دو کا مقصد اندرونی طور پر مسلم لیگ (جس سے عام
کانگریسی لیڈروں کے فریب کی وجہ سے بد کے ہوئے تھے)
لئے راستہ ہموار کرنا تھا۔ آپ نے احیاء الاسلام کی طرف
جیکب آباد، لاڈکانہ اور شکار پور وغیرہ ایسے شہروں میں
کانفرنس منعقد کیں۔

حضرت شاہ مغفور القادری دہلی کے حسن تدابیر اور

خداوند نے دور سے لے کر قیام پاکستان تک حصول مقصد کے لئے نہایت مفید کام سرانجام دیے ہیں، ان میں انجمن نعمانیہ (لاہور)، انجمن خدام الصوفیہ ہند (سیالکوٹ)، انجمن حزب الاحناف (لاہور)، انجمن نعیمیہ مراد آباد، جمہوریت اسلامیہ مراد آباد، جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی، انجمن انصار الاسلام مارہرہ، انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علماء و مشائخ کے پرچے مثلاً ماہنامہ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور، ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور، سیالکوٹ، قصور، سواد اعظم مراد آباد اور ہفت روزہ الفقیہ امرتسر خاص طور پر عظیم ملی خدمات سرانجام دیتے رہے، علماء و مشائخ اہلسنت ہندوستان کے گوش گوش اور قریہ قریہ میں پھیل گئے، صوبجات مدراس و سمبھرات، کاشیا وار، جونا گڑھ، راجپوتانہ، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، بنگال، کلکتہ، بنگلی، ہرگنڈ، جھاکر، کرناٹکی، چٹاگانگ، سلٹ، پڑہ وغیرہ میں دور سے شروع کردئے اور مسلمانوں پر پاکستان کے مقاصد واضح کئے (۷۷۲) ۱۹۳۸ء میں سرحد کے ضمنی انتخابات ہوئے، سرحد مسلم لیگ کی درخواست پر آل انڈیا مسلم لیگ نے مولانا شوکت علی، مولانا عبدالحمید بدایونی، مولانا جمال میاں فرنگی محل اور مولانا ظفر علی خاں کو صوبہ سرحد بھیجا جنہوں نے سارے صوبے کا دورہ کیا اور ضمنی انتخابات میں مسلم لیگی امیدواروں نے کانگریسی امیدواروں کو شکست دی (۷۷۳)

محترم صدیق علی خان رنقطراز ہیں ”آل انڈیا کونسل مسلم لیگ نے ایک ذیلی کمیٹی مقرر کی ہوئی تھی جو غیر ممالک میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پروپیگنڈا کیلئے وقتاً فوقتاً اکابر رہنماؤں کو بھیجا کرتی تھی، یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے (آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی ہدایت پر اندرون ملک وند بھیجنے کا طے کیا۔۔۔۔ میری اہلیہ اور میرے علاوہ سی۔ پی و برار سے مولانا مفتی محمد بہان الحق اور وکیل محمد اصغر صاحب منتخب کئے گئے تھے، یو۔ پی کی نمائندگی کیلئے چودھری اختر حسین صاحب، مولانا عبدالحمید صاحب بدایونی، سید ذاکر علی صاحب اور مولانا کرم علی صاحب بلخ آبادی مقرر کئے گئے“ (۷۷۴)

جو بوجہ نے پورے سندھ کے عوام و خواص کی توجہات کو اس طرف مبذول کر لیا ابھی تک احیاء الاسلام کے ریکارڈ میں آپ کے شائع کردہ پمفلٹ، رسائل اور دیگر لٹریچر موجود ہے اس سے آپ کی اس لگن کا بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے اسی زمانہ کراچی میں مسلم لیگ کی طرف سے پہلا جلسہ منعقد ہوا جس کا انعقاد خان بہادر کھڑو، مولانا بدایونی اور الحاج عبداللہ کے توسط سے ہوا، وہاں آپ نے اعلان فرمایا کہ مسلم لیگ برصغیر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے لہذا ہم اپنی قوت و طاقت مسلم لیگ کے لیے وقف کرتے ہیں اور اپنی خدمت کو مسلم لیگ میں مدغم کرتے ہیں، احیاء الاسلام کے وقت پر منتخب ہونے والے ممبران اسمبلی بھی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے (۷۷۵)

بانی کے یونینسٹ جاگیردار کے دریافت کرنے پر حضرت علامہ سید علی احمد شاہ قادری قدس سرہ نے فرمایا ”مسلم لیگ ہندوستان میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور مسلمانان ہند کی منزل مقصود ہے“ آپ کا یہ ارشاد ہی بنتے ہی وہ یونینسٹ جاگیردار اپنے سیاسی عقیدہ سے تائب ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہو گیا اور پھر بڑھ چڑھ کر داسے، اور نئے تحریک پاکستان میں حصہ لیا (۷۷۶)

دورے

علماء و مشائخ اہل سنت نے ہر جگہ جلسے کئے اور تقاریر کے ذریعہ عوام کو مسلم لیگ کے حق میں ابھارا (خود چندہ دیا اور جلسوں میں نیز عام جلسوں میں اپنے مریدوں، عقیدت مندوں، عام مسلمانوں سے مسلم لیگ کی مالی امداد کرنے کی اپیلیں کیں) انہوں نے کانگریسی مولویوں سے پنشنے کے لئے ایک دست نامہ کی جس کا نام ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ رکھا، یہ دست نامہ ایک ادارہ تھا جس کے پیچھے علماء و مشائخ اہلسنت کی تحریک سرگرمیاں کام کر رہی تھیں، اس کے علاوہ سینوں کی بہت سی دینی، تبلیغی تنظیمیں ایسی تھیں جو تحریک

مولانا تقی الرحمن درس دینے والے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل سے رکن اور پھر انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے نمبر ۱۰ کے دیگر اہم عہدوں پر فائز رہے جس کے دستاویزی ثبوت سرحدی فائلوں میں موجود ہیں سندھ کی سرزمین پر مسلم لیگ کے سے فنڈز وغیرہ کی فراہمی میں انہوں نے ہر ممکن مدد کی نہ صرف یہ بلکہ سندھ کے اندرونی مقامات پر اکثر دوسرے لیڈروں کے ساتھ آپ ہی جایا کرتے تھے اور مسلم لیگ کا کوئی ایسا جلسہ نہیں جس میں قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کے بعد علامہ تقی الرحمن درس نے خطاب نہ کیا ہو (۷۷۵)

استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بنڈیالوی نے ایک انٹرویو میں بتایا " ۱۹۳۶ء میں ' میں ' میں ' میں ' یہ وہ زمانہ تھا جب تحریک پاکستان زوروں پر تھی اور پیر محمد کرم شاہ کے والد پیر محمد شاہ نے ایک مجاہد کمال تھے اور تحریک پاکستان کے زیر دست مجاہد حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ اس علاقہ میں مسلم لیگ کے صدر تھے ' حضرت پیر محمد شاہ رحمہ اللہ ایک بھر پور دورہ کرتے تھے جس کا پروگرام باقاعدہ چھپتا تھا ' اس سال اس دورے میں انہوں نے مجھے بھی شریک کر لیا ' اس طرح پورا مدرسہ دورے میں شریک ہو گیا ' سارے طالب علم ساتھ تھے ' ہم نگر نگر مسلم لیگ کا پیغام بھی پھیل رہا تھا اور اسباق کا بھی کوئی ناتہ نہیں ہونے دیا ' مطالعہ بھی برابر جاری رہا " (۷۷۶)

سید محمد امین الحسنات رحمہ اللہ صوبہ سرحد کے ایک مشہور روحانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ' ان کے لاکھوں مرید تھے ' ان کے والد کے علاج کے لئے مسیح الملک حکیم اجمل خان ماکی شریف تشریف لے گئے تھے ' اس خاندان کا صوبہ سرحد میں بڑا اثر تھا ' عام طور پر یہ خاندان سیاست سے الگ تھلک تھا ' مختلف احباب کی کوششوں سے عیسائی ماکی شریف نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا ' قائد اعظم ۱۹۳۵ء میں پشاور تشریف لے گئے تو پیر صاحب نے انہیں ماکی شریف آنے کی دعوت دی ' قائد اعظم نے اس دعوت کو قبول فرمایا ' ماکی شریف میں قائد اعظم کا پربوش استقبال کیا گیا ' ملک بھر سے مشائخ جمع تھے اور انہوں نے قائد اعظم کو اپنی حمایت کا یقین دلایا ' قائد اعظم نے ماکی شریف میں تقریر کرتے

ہوئے فرمایا کہ ہم پاکستانی ہیں ہم پاکستان میں اسلامی نظام کریں گے ' ماکی شریف میں قائد اعظم کے اس جلسہ سے پہلے ہی میں مسلم لیگ کے نئے دور کا آغاز ہوا ' عوام نے محسوس کیا کہ اب مسلم لیگ اور تحریک پاکستان محض ایک سیاسی تحریک نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے حفظ و بقا کی تحریک ہے ' اسی لئے مسلمانوں اور علماء میدان عمل میں نکل آئے ' اب پیر ماکی کی سرگرمیوں میں مسلم لیگ کیلئے وقف تھیں ' انہوں نے صوبہ کے مختلف اضلاع کا دورہ کیا اور تحریک پاکستان کا پیغام گھر گھر پہنچایا ' ان سے ہٹانوں میں تحریک پاکستان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا ' صاحب کے لاکھوں عقیدت مند صوبہ میں پھیلے ہوئے تھے ' عام پٹھان بھی ان کو بڑی قدر و منزلت سے دیکھتے تھے ' ان کے تقدس اور ایثار و اخلاص کے قائل تھے جب انہوں نے تحریک پاکستان کا پرچم بلند کیا تو سرحد کے گوشہ گوشہ میں پاک زندہ باد کے نعروں سے فضا گونجنے لگی ' ان دنوں نیچر خورشید انور سرحد میں زیر زمین سرگرمیوں میں مصروف تھے ' خورشید انور کانگریس کے عزائم کو بے نقاب کر رہے تھے اور صاحب اپنے مخصوص انداز میں پاکستان کی اسلامی حیثیت سے روشنی ڈالتے تھے ' مسلمانوں کو سرحد میں ایک ایسا رہنما مل گیا تھا جس کی بلند و بالا شخصیت پر عوام کو بھرپور اعتماد تھا (۷۷۷)

علیم اہلسنت جناب محمد موئی امرتسری مدظلہ العالی فرماتے ہیں " جب تحریک پاکستان چل رہی تھی ' اس وقت امرتسر میں اکثر و بیشتر جیلے ہوا کرتے تھے ' میں نے ان جلسوں میں اکثر بطور سامع کے شرکت کی ----- مسلم لیگ کے جیلے صادق حسن صاحب کے زیر اہتمام ہوا کرتے تھے ' جن میں اکثر مولانا عبدالستار خان نیازی ' راجہ غنفر علی وغیرہ بطور مقرر تشریف لاتے تھے ' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا نیازی کا عالم شباب تھا ' ان کا چہرہ بجلی کے ققمقموں سے زیادہ سرخ اور چمکدار ہوا کرتا تھا - مولانا تقریر جیسے ہی شروع کرتے دو تین منٹ بعد مولانا کا چہرہ لال سرخ ہو جاتا تھا " (۷۷۸)

۱۹۳۷ء میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا قیام عمل میں آیا ' مولانا عبدالستار خان نیازی ۱۹۳۸ء میں مسلم

تیت یا آبیہا الذین آمنوا تلتخدا وعدہکم اولیاء (ترجمہ) - اے ایمان والو اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ (ملک خضر حیات ہندوؤں کے ساتھ ملا ہوا ہے اور یہودیوں اور نصرانیوں کو اپنا دوست بنائے ہوئے ہے) اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس یونینٹ کو چھوڑ دیں اور مسلم لیگ کے ساتھ ہو جائیں۔

اس فتوے کا لکھنا تھا کہ مخالفین آگ بگولہ ہو گئے، ملک غلام محمد بنڈیال علاقہ کا بڑا بااثر شخص تھا، وہ بھی ملک خضر حیات کا حامی تھا، اس نے آپ کو بلا کر کہا کہ مولوی صاحب یہ فتویٰ آپ نے لکھا ہے، آپ نے فرمایا، ہاں میں نے لکھا ہے اور اپنے والد کے حکم سے لکھا ہے، اس نے پھر یہی پوچھا، آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ ہاں میں نے لکھا ہے اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ خضر یہودیوں کے ساتھ ملا ہوا ہے لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسے چھوڑ دیں اور مسلم لیگ کے ساتھ ہو جائیں۔ آپ کا یہ بے باکانہ جواب سن کر ملک صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب، دوسرے مولوی (یعنی دیوبندی، وہابی) تو ملک خضر حیات کے حق میں اور قائد اعظم اور مسلم لیگ کے خلاف تقریریں کر رہے ہیں اور آپ ہماری ٹائٹلیں کاٹ رہے ہیں۔ خضر نے تو آپ کے بڑے بھائی کو میو ہسپتال لاہور میں داخلہ دلویا تھا، آپ نے فرمایا، یہ سب کچھ ٹھیک ہے، اگر دنیا داری کا معاملہ ہوتا تو ہم ضرور آپ کی امداد کرتے لیکن یہ مذہبی معاملہ ہے، ہم دین نہیں چھوڑ سکتے، پھر فرمایا، ملک صاحب، آپ ہمارا کیا کر سکتے ہیں، صرف اتنا ہی کہو گے کہ شہر چھوڑ کر چلے جاؤ، خدا کی قسم، یہ شہر چھوڑنا گوارا ہے لیکن کملی والے آقا تاجدار مدینہ علیہ السلام کے تعلق کو نہیں چھوڑیں گے (۱۷۸)

متفق

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے مذہبی اور سیاسی فکر کا محور و دوقی نظریہ تھا، مولانا محمد علی جوہر جو اس زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے، جب انہوں نے

مولانا کو اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو مولانا نے - "میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں" پھر فرمایا "میں آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں" مولانا کے بھی اس لئے مخالف تھے کہ اس نظریے سے متحدہ قومیت کو مدد ملتی تھی، ان کے مسلم لیگ میں ہونے کا پتہ ہمیں نہیں چلتا لیکن ان کے نظریات قائد کے نظریات سے ہم آہنگ تھے اور ان کا رجحان طبعی لیگ کی طرف تھا (۱۷۸)

۱۹۳۵ء میں مولانا عبدالستار خان نیازی نے ایک بیڑن "پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا" لکھی جس میں کے ہر مسئلہ پر نظریہ خلافت کے نقطہ نظر سے روشنی ڈالی تھی، یہ وہ زمانہ تھا جب قیام پاکستان کی منزل قریب تھی اور مسلم لیگ میں ابن الوقت قسم کے سیاست دان ہو رہے تھے، کمیونسٹ بھی ایک سازش کے تحت اس میں ہو گئے، چنانچہ نیازی صاحب نے اپنے احباب کے تعاون و پنجاب کونسل کے سالانہ اجلاس میں کمیونسٹوں کو لیگ نکالنے کی قرارداد پیش کی جو منظور ہوئی اور مسلم لیگ دانیال لطیف، ڈاکٹر نشدی، شیر محمد اور غفار کو نکال دیا (۱۷۵)

مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں پیر محمد شاہ بھیروی نے اس قدر شدت اختیار کی کہ اگر کسی مرید نے پاکستان حق میں ووٹ دینے میں پس و پیش کی تو اس سے تمام تعلق اور راہ و رسم منقطع کر لئے (۱۷۶)

نامور صحافی جناب ظہور عالم شہید "سرحد میں مسلم کی تحریک سول نافرمانی" کے زیر عنوان پیر صاحب مانگی شریف کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"پیر صاحب مانگی شریف کی انقلابی تقریروں نے صوبے میں آگ لگادی تھی اور انہیں گرفتار کرنے کی کوشش ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی تھیں۔۔۔۔ ڈاکٹر خاں صاحب وزیراعظم سرحد کی افسوس ناک کوششیں بالآخر "رنگ لائیں جس طرح پنجاب میں ہندو سکھ رہنماؤں نے فرقہ وارانہ

اٹھائے ڈراتے، سکھوں کے اکالی غیلے لباس میں اپنی کپانوں اور کڑوں کو لہراتے، پھر کانگریس کے ہندو نوجوان بھی دانت مسلم لیگ پر پیٹے دکھائی دیتے، ان حالات میں (مسلم نیشنل گارڈ لاہور کے شمالی ونگ کے سالار) مولانا سلیم اللہ اپنے سبز پوش جیش کو لے کر نکلتے تو لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ تحریک پاکستان میں تشدد رکا تو پکڑ دھکڑ شروع ہوئی، آنسو گیس اور لاشی چارج برسنے لگے، مولانا سلیم اللہ تمام حملوں کی زد میں ہوتے، حضر حکومت نے جب ایسے سبز پوش نوجوانوں کو گرفتار کر کے جیل میں پھینکا تو حکم دیا کہ کہ ان سبز پوشوں کو بید اور کوڑے مارے جائیں، مولانا سلیم اللہ نے تو کبھی ذکر نہیں کیا مگر ان کے ساتھ کوڑے کھانے والے ساتھی بتاتے ہیں کہ مولانا سلیم اللہ پر جس قدر کوڑے برسائے گئے، اگر یہ پیپلز پارٹی کے جیلے ہوتے تو آج نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں چار کمرشل پلاٹوں کے مالک ہوتے، افسوس مسلم لیگ اقتدار نے ایسے لوگوں کو کبھی نہیں نوازا (۷۸۸)

جناب علی محمد ہمدرد نے اپنی طالب علمی کے دور میں مسلم لیگ کے ایک جلسہ کا حال بتاتے ہوئے لکھا ہے ”مسلم لیگ کا ایک انتخابی جلسہ ہمارے گاؤں میں ہوا، ہمارے گاؤں سے شمال کی طرف آدھ میل کے فاصلہ پر پیر سید حسن محمود شاہ کا مزار پر انوار ہے، جلسہ کی جگہ ان کے مزار کے ساتھ ہی مقعب کی گئی۔ سب سے پہلے ایک لمبے پتلے گورے رنگ کے لڑکے نے جس کے سر پر پھندے والی ترکی ٹوپی تھی، تلاوت قرآن مجید کی، اس کے بعد اسی لڑکے نے میاں محمد بخش کی سیف الملوک میں سے رسول کریم ﷺ کی تعریف میں پنجابی کایہ شعر پڑھا

امد کی جانن قدر نبی دی دنیا دار کینے

قدر نبی دی جانن والے سوں گئے دج مدینے (۷۸۹)

مسلم لیگ کے عمدہ داران

اگرچہ سنی بریلوی علماء و مشائخ آل انڈیا سنی کانفرنس کے

ادات شون کرائے تھے، اسی طرح سرحدی وزیر اعظم نے اپنے صوبہ میں بھی ان فسادات کی حوصلہ افزائی کی، ڈاکٹر خاں صاحب کا مقصد یہ تھا کہ انہیں فسادات کی آڑ لے کر مسلم لیگ کی تحریک کو پکھلنے کا جواز مل سکے، پیر صاحب مانگی شریف کے سوا صوبہ کے تمام قابل ذکر مسلم لیگی رہنما جیلوں میں تھے۔ ۲۸ مارچ ۱۹۴۷ء کو سرحد مسلم لیگ کے جلیل القدر رہنما لاکھوں مسلمانوں کے روحانی پیشوا حضرت پیر صاحب مانگی شریف بھی گرفتار کر لئے گئے، گرفتاری سے پہلے پیر صاحب نے بیان میں سرحدی عوام سے بالعموم اور معتدین سے خاص یہ اپیل کی کہ وہ وزارتی اشتعال انگیزیوں کے باوجود تحریک کو غیر فرقہ وارانہ رکھیں اور اسے اس وقت تک نہ کریں جب تک صوبائی لیگ کے جائز مطالبات کی تکمیل ہو جاتی، پیر صاحب کی گرفتاری ڈاکٹر خاں صاحب کی ہمت مایوسی کی انتہا تھی، اس چھپیں سالہ سیاسی و روحانی قائد گرفتاری نے صوبائی (صوبہ سرحد کے) مسلمانوں اور ان لاکھوں عقیدت مندوں میں تحریک جاری رکھنے کا نیا جوش پیدا کر دیا اور ڈاکٹر خاں صاحب کا اصل مقصد پورا نہ ہو سکا، ہندو اخبارات نے پیر صاحب کی گرفتاری پر ”لا مانگی“ ”اچھی میز لا مانگی“ اور ”سرحدی ایجنسی ٹیشن کا سرغند“ جیسا کہ ہونا سکریاں جمائیں جس سے صوبہ سرحد میں وزارت کے حالات اور خراب ہو گئے (۷۸۷)

قیام پاکستان سے کچھ عرصہ پہلے ”دارالعلوم حزب“ کے فارغ التحصیل ایک نوجوان عالم دین نے ”مصری“ کی ”سفید مسجد“ کو اپنا مرکز بنایا، یہ نوجوان عالم دین مولانا سلیم اللہ صاحب تھے۔ اس عالم دین کو محراب و منبر سے عملی زندگی میں کام کرنے کا بڑا جوش تھا، یہ مسلم لیگ کے ساتھ اس وقت وابستہ ہو گئے جب مسلم لیگ کو ان کے علاوہ نوجوانوں کی ضرورت تھی، مولانا سلیم اللہ صاحب نے محراب و منبر سے نکل کر سبز وردی زیب تن کرتے اور ”مسلم نیشنل گارڈ“ کی قیادت کی۔ ان دنوں مسلم لیگ کو خاکی وردیوں میں خاکسار دیکھنے تک کرتے، ”احرار“ ”سرخ وردیوں میں کلباڑیاں

اعتراف حق

آخر میں بعض مخالفین پاکستان، تحریک پاکستان کے رہنماؤں، کارکنوں اور اخبارات کے بیانات و آراء پر خدمت ہیں، جن سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بریلوی علماء و مشائخ نے مسلم لیگ کی حمایت کی تھی۔

☆ مسلم لیگ مولویوں اور پیروں کی مدد سے کامیاب ہوئی۔
☆ مولویوں اور پیروں نے "اسلام خطرہ میں ہے" کا نعرہ لگایا اور ووٹوں کو غضب الہی سے ڈرا کر مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے میدان صاف کر دیا (ہندو اخبارات) (۷۹۸)
☆ بعض بریلوی حضرات نے مسلم لیگ کی حمایت کی (دہلی کینٹونل سمیتھ) (۷۹۹)

☆ وائسرائے لارڈ ویل اپنی ۱۳ جون ۱۹۴۳ء کی ڈائری میں پنجاب کے وزیراعظم خضریات سے ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے: "اے دو باتوں پر بہت تشویش ہے، ایک مسٹر جی کی پرائیویٹ آرمی (نیشنل گارڈ) اور دوسرے مولوی جن کے متعلق اس کا کہنا ہے کہ مسٹر جناح انہیں تبلیغ اور فرقہ وارانہ جذبات ابھارنے کیلئے باہر سے لا رہا ہے" (۸۰۰)
☆ حکومت اور مسلم لیگ نے پنجاب اور سرحد کے گورنر نشین پیروں اور رہبر گار سب کو کوٹھڑیوں سے نکال کر انکیشن میں جھونک دیا تھا (خان عبدالغفار خان) (۸۰۱)

☆ خود علماء کس حال میں ہو گئے ہیں، کیا آپ کی نظر سے یہ نہیں گزرا کہ اسی پٹال میں لیگ کے اجلاس کے بعد مسٹر جناح کا اجلاس ہوا اور برچنڈی شریف کے پیر صاحب نے صدارت فرمائی، مولانا جمال صاحب صاحبانہ مولانا عبدالباری صاحب مرحوم فرنگی محلی اور مولانا عبدالخالق صاحب بدایونی اور مسٹر صاحبان ان دنوں ان تمام اجلاسوں میں شریک رہے جب حالت اس درجے بدل گئی ہے کہ مسلم عوام، ارباب طریقت، ارباب شریعت، سب کے سب اس سیلاب (مٹی لگی مشن) کی نذر ہوتے ہوئے دین اور احکام دین سے محروم ہو چکے ہیں۔

لیگ فارم سے مسلم لیگ کے لئے خدمات سرانجام دے رہے تھے تاہم ملک کے طول و عرض میں کئی حضرات ایسے بھی تھے جو براہ راست مسلم لیگ سے وابستہ تھے اور ان میں سے بعض مختلف عہدوں پر فائز تھے، تلاش و جستجو سے ان محسنین قوم کی ایک بڑی تعداد کا پتہ لگایا جاسکتا ہے تاہم جن اکابرین کے عہدوں کا علم ہو سکا، وہ پیش خدمت ہیں:

(۱) شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ -
صدر مسلم لیگ سرگودھا (۷۹۰)

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد بہان الحق جلیپوری رحمہ اللہ -
نائب صدر صوبہ مسلم لیگ و صدر مسلم لیگ جلیپور (۷۹۱)
(۳) حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی - رکن صوبائی کونسل، سیکرٹری پنجاب صوبائی مسلم لیگ اور صدر مسلم لیگ میانوالی (۷۹۲)

(۴) مولانا غلام الحسن درس رحمہ اللہ - ممبر پراونشنل ورکنگ کمیٹی اور رکن آل انڈیا مسلم لیگ کونسل (۷۹۳)

(۵) حضرت مخدوم پیر چراغ علی شاہ - سیکرٹری جنرل مسلم لیگ جال آباد (۷۹۴)

(۶) حضرت پیر محمد عبداللطیف زکوڑی شریف - ممبر سلیکشن بورڈ مسلم لیگ صوبہ سرحد (۷۹۵)

(۷) حضرت پیر زادہ محمد انور عزیز چشتی - صدر مسلم لیگ پاک پتن شریف (۷۹۶)

(۸) حضرات سید محمد صاحب محدث کچھو چھو شریف سجاولہ نشین درگاہ اشرف، امین الحسنات پیر صاحب مانگی شریف، امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، خواجہ نظام الدین صاحب سجاولہ نشین تونسہ شریف، مخدوم محمد رضا شاہ صاحب درگاہ پیران پیر ملتان، پیر قمر الدین صاحب سجاولہ نشین سیال شریف، صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب گولڑہ شریف، سید فضل شاہ صاحب سجاولہ نشین جلال پور شریف رحمہ اللہ اجمعین ممبران صوبہ مسلم لیگ مشائخ کمیٹی (۷۹۷)

ابوالکلام آزاد کی رہنمائی میں منظم طور پر کانگریس کا ساتھ دیتی تھی (ہفت روزہ سہ ماہی) (۸۰۷)

☆ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بزرگان دین و اولیائے کرام کی دعائیں قائد اعظم و مسلم لیگ کے ساتھ تھیں۔۔۔۔۔ صوبہ سرحد کا دورہ ختم ہوا تو ہم لوگ بیروں، میروں، حروں کے ملک یعنی صوبہ سندھ گئے۔۔۔۔۔ ہمارے اکثر جلسوں میں پیر صاحبان اپنے سینکڑوں مریدین کے ساتھ سعادت بخشے، رونق بڑھاتے اور جلسوں کو کامیاب کرنے کیلئے تشریف لایا کرتے تھے، ان بزرگوں کی موجودگی سے سب طرف ہمدردی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ستم زدوں کے ہمدرد اور پر۔۔۔۔۔ حال ہر جگہ کثیر تعداد میں موجود ہیں (صدیق علی خاں) (۸۰۸)

☆ متعجب مسلمان جماعتوں کے علاوہ برصغیر کے تمام مسلمانوں نے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا جن میں علماء حق، اولیائے کرام، بزرگان دین، سیاسی اکابرین، صحافی، دانشور اور طالب علم بھی شامل تھے (کرمل ریشٹرز سلطان ظہور اختر ہاؤس کار: قائد اعظم) (۸۰۹)

☆ مسلم لیگ میں علماء تو بہت تھے جنہوں نے تحریک پاکستان میں بہت اچھا کردار ادا کیا مگر تحریک پاکستان میں مشائخ نے وہ کردار ادا کیا جس کے پیش نظریہ فتویٰ دے دیتا ہرگز بے جا نہ ہو گا کہ پاکستان دراصل بنایا ہی مشائخ نے تھا (شیر محمد خان سیال) (۸۱۰)

☆ مشائخ حضرات یعنی مزارات سے متعلق صوفیائے کرام، وہ عموماً مسلم لیگ کے ساتھ تھے (علی محترم) (۸۱۱)

ہوتے جارہے ہیں تو جمعیت (علماء ہند) کے مضی بھر افزا اپنی خست حالی کے ساتھ کیا کر سکیں گے (مولوی حسین احمد دہلوی) (۸۰۲) ان کے لیے لکھنؤ میں کویتے چھپ چکا ہے

☆ پہلے اگرچہ مذہبی جماعتیں موجود تھیں لیکن ان کی حیثیت سیاسی جماعتوں کی نہ تھی، بریلوی علماء مسلم لیگ ہی میں ضم تھے (ڈاکٹر اسرار احمد) (۸۰۳)

☆ تحریک پاکستان کے دور میں تعاون تھا۔۔۔۔۔ تمام بریلوی مکتب فکر اور تمام مشائخ کا مسلم لیگ کے ساتھ (ڈاکٹر اسرار احمد) (۸۰۴)

☆ ہندوستان کے علماء کرام کے متعلق ایک غلط فہمی عام ہے اور وہ یہ کہ ہندوستانی علماء کرام پاکستان اور مسلم لیگ کے مخالف ہیں، حقیقت یہ ہے کہ علمائے اسلام کی غالب اکثریت اس وقت بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہے اور علماء میں پاکستان کے مخالف تو شانزو نادر ہی ملیں گے، علمائے کرام۔۔۔۔۔ متعلق یہ بہتان اس لئے عام ہو گیا کہ لیگ کے دشمن پریس نے ان علماء کے بیانات اور سرگرمیوں کو بہت زیادہ اہمیت و شہرت دی جو کسی نہ کسی وجہ سے مسلم لیگ کے مخالف ہیں اور لیگ کے حامی و موید علماء کے متعلق ان اخباروں میں کبھی ایک سطر بھی شائع نہیں ہونے پائی (اداریہ نوائے وقت ۶- اکتوبر ۱۹۴۳ء) (۸۰۵)

☆ مولانا (ابوالکلام آزاد) نے نظریہ پاکستان کو غیر اسلامی اور یہودیوں کے مطالبہ کے معاش بتایا جبکہ ہندوستان بھر کے علمائے دین نے اس کی تائید اور دو قومی نظریہ اور مسلم لیگ کی حمایت کو قرآن و سنت کی رو سے لازمی اور عین اسلامی قرار دینے کے فتوے جاری کئے، صوفیائے کرام اور مشائخین عظام کی اکثریت نے ان کی تائید فرمائی اور قائد اعظم کی قیادت

میں مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کو ایک دینی فرض قرار دے کر سب بھر کے مسلمانوں کو جدوجہد میں مصروف رہنے کیلئے توجہ دے دی جبکہ جلد ملتے منعقد کر کے ان سے عہد لے (عشرت رحمانی) (۸۰۶)

☆ مذہبی عناصر میں سے قریب قریب تمام مشائخ اور اکثر علماء مسلم لیگ سے وابستہ تھے تو جمعیت العلماء ہند مولانا

جینٹلمن سیشن

الحیات السہیل

دہلی روڈ ۰ صدر بازار ۰ لاہور چھاپانی

طور پر مسلم لیگ اور تحریک پاکستان سے تعاون کیا ' وہ بریلوی
وقت ہے اس فرقہ کے عوام ' علماء و مشائخ اور سجادہ نشین
حضرات نے نہ صرف مسلم لیگ کی حمایت اور تحریک پاکستان
میں شمولیت اختیار کی بلکہ اس تحریک سے اختلاف کرنے والوں
کی حمایت سختی سے مذمت بھی کی (پیام شاہجہانپوری)
(۸۱۳)

☆ صوبہ سرحد کی مسلم لیگ اس زمانہ میں بہت منظم
اور طاقتور ہو گئی تھی ' ہماری خوش سختی سے پیر صاحب مانگی
شریف مع اپنی روحانی طاقتوں ' مریدوں اور جان نثاروں کے
مسلم لیگ کے پرچم کو تھامے ہوئے قائد اعظم کی قیادت میں
منزل مقصود کی طرف بڑے بڑے دگ بھرتے ہوئے چلے جارت
تھے (صدیق علی خاں) (۸۱۵)

☆ تحریک پاکستان میں صرف علماء اہلسنت ہی مسلم لیگ
ساتھ تھے (جواب جمعیت علماء پاکستان میں ہیں) (خواجہ
غیرالدین - ممتاز مسلم لیگی رہنما) (۸۱۲)

☆ قیام پاکستان کے وقت صرف ایک بریلوی مکتب فکر ایسا تھا
جو مسلم لیگ کے ساتھ تھا ' ان کی ہمدردی مسلم لیگ کے ساتھ
تھی ' دیوبند کی ساری ہمدردی کانگریس کے ساتھ تھی - شبیر
احمد عثمانی کو (دیوبندی حلقہ سے) نکالنے والوں میں میرا بھی
ہاتھ ہے کیونکہ میں اس وقت علاقائی مسلم لیگ کا سیکرٹری ہوا
کرتا تھا - ہم مولانا شبیر احمد کے پاس گئے اور انہیں لے کر
آئے ' جب وہ تشریف لائے تو مولانا حسین احمد (صدر دیوبند)
کا باوجود توڑ دیا - (جسٹس آفتاب حسین) (۸۱۳)
☆ مسلمانوں کے بڑے بڑے فرقوں میں جس فرقے نے مکمل

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

فرمایا میں رب کو اس لئے رب مانتا ہوں کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ
کارب ہے۔

فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہترین نصیحت
اور عمل ہے۔

فرمایا شریعت کے تین جز ہیں علم، عمل، اخلاص۔ جب تک یہ
تینوں جز متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب
شریعت حاصل ہو گئی تو گویا خدا تعالیٰ کی رضا مندی حاصل
ہو گئی جو دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔

فرمایا حق طریقہ کی دریافت دریاے مظہر کی طرح ہے۔ باقی
طریقے اس کے سامنے حوض اور چھوٹی چھوٹی نہروں کی
طرح ہیں۔

فرمایا ظاہر دیکھنے میں محمدی نظر آتا ہے کہ اہل اسلام کی کثرت
حضرت امام اعظم کے طریقہ پر ہے۔

فرمایا اپنے عقائد کو پیچیدہ یعنی حلقے اہل سنت و جماعت کے
عقائد کے مطابق درست کریں۔

ارشاد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

"امام مذہب حنفی سیدنا امام ابو یوسف کتاب الخراج میں
فرماتے ہیں ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ۔ و بابت منہ امراتہ جو شخص
مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کو دشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ
کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے
حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہو گیا اور اس کی
جورہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔ دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ
حضور اقدس ﷺ کی تنقیص شان کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا
ہے اس کی جورہ نکاح سے نکل جاتی ہے کیا مسلمان اہل قبلہ نہیں
ہوتا اہل کلمہ نہیں ہوتا؟ سب کچھ ہوتا ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی
شان میں گستاخی کے ساتھ نہ قبلہ نہ کلمہ مقبول ' والعیاذ باللہ رب
العالمین (حسام الرحمن فاضل بریلوی)

قائد اعظم محمد علی جناح اہل سنتی مسلمان و مشائخ

قیادت قبول کرنے کی وجہ

بائٹری مولویوں کو شکایت یہ تھی کہ چونکہ قائد اعظم محمد علی جناح دین سے ناواقف بلکہ بقول مولوی حسین احمد دیوبندی ”مذہب اسلام اور اہل سنت اور اہل مذہب سے نہ صرف مستغنی بلکہ سخت متغیر بھی تھے“ اس لئے مسلمانوں کیلئے شرعاً یہ جائز نہ تھا کہ وہ ان کی قیادت میں کام کریں، حیرت ہے کہ انہیں مسٹر گاندھی، نہرو، پٹیل اور دیگر ہندو لیڈروں میں اس قسم کا کوئی عیب نظر نہیں آیا اور وہ مسلمانوں کی قیادت کیلئے موزوں اور اہل قرار پائے، معلوم نہیں کس نص صریح کے تحت انہوں نے اس مسلک کو اپنایا تھا جبکہ سنی بریلوی حضرات کے اکابرین کی سوچ اس کے بالکل برعکس تھی۔

ایک دفعہ حضرت پیر غلام مجدد سہندی دہلی سے کسی نے پوچھا، ”آپ مسٹر جناح کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں“ آپ نے جواب دیا ”ہمارے مقصد کو بروئے کار لانے والا صرف اور صرف قائد اعظم ہے“ وہ ایک مسلمان وکیل ہے جو پیسے اور آرام کے بغیر مسلمانوں کی وکالت کرتا ہے“ (۸۱۶)

اسی طرح جب حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری دہلی پر کسی نے اعتراض کیا کہ ”آپ اتنی عظیم دینی و روحانی شخصیت کے حامل بلکہ لاکھوں کے دینی و روحانی مقتدا و رہنما ہو کر ایک داڑھی منڈے شخص (مراد تھے قائد اعظم مرحوم) کے پیچھے کیسے لگ گئے اور آپ نے کیسے اسے اپنا رہنما تسلیم کر لیا؟“ تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ”بھائی میں نے محمد علی جناح کو اپنا دینی یا روحانی پیشوا نہیں مانا بلکہ صرف اپنے قوی مقدمے کے لئے ایک قابل و ماہر اور شریف و

دیانتدار وکیل کے طور پر قبول کیا ہے“ (۸۱۷)

لاہور ضلع مسلم لیگ کا اسپیشل اجلاس بمقام ”قصور منڈی“ منعقد ہوا۔۔۔ مولانا بشیر احمد صاحب انگریز نے دلکش اور دل افروز انداز میں واضح کیا کہ جب تک انگریز اور ہندو کی سیاست اس ملک میں موجود ہے، اس کے مقابلے کے لئے قائد اعظم محمد علی جناح مسلمان ہند کے بہترین رہنما اور ترجمان ہیں (۸۱۸)

قائد پر اعتماد

علی یار خان کے مرشد مولانا عبدالباری فرغی نعل دہلی کے صاحبزادے۔۔۔ ۱۰۰ سال قبل میان ابتدا ہی سے مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ مسلم لیگ کے اہم رہنماؤں میں شمار ہونے لگے، مولانا موصوف مشہور مسلم لیگی لیڈر مرزا ابوالحسن اصفہانی کے گہرے دوست تھے، جناب اصفہانی صاحب کا بیان ہے کہ جب مسلم لیگ کے اجلاس میں قائد اعظم محمد علی جناح دہلی پر اعتماد کی قرار داد پیش ہوتی تھی تو مولانا جمال میاں حمایت کرنے والوں میں سر فہرست ہوتے (۸۱۹)

ابوالبرکات حضرت سید محمد فضل شاہ جلال پوری دہلی نے قائد اعظم مرحوم پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور بار بار اپنے خطبات اور دوروں کی تقاریر میں فرمایا کہ پاکستان کے مسئلہ میں ہم غیر مشروط طور پر ان کا ساتھ دیں گے، آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ حزب اللہ کی جماعت نہ صرف پاکستان کے مطالبہ کی زبردست حمایت کرے گی بلکہ اس کے حصول کی خاطر جو قربانی دینی پڑے گی اس سے دریغ نہیں ہوگا (۸۲۰)

مولانا عبدالخالق بدایونی دہلی آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس

انہیں تھا کہ علماء و مشائخ کا عام مسلمانوں پر بڑا اثر ہوتا ہے اور وہ کسی بھی تحریک کو جس رخ پر موڑنا چاہیں، موڑ سکتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کانگریسی مولوی مسٹر گاندھی کے ایماء پر کانگریس پورے ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ثابت کرنے کیلئے ایڑی، چوٹی کا زور دے رہا تھا، اس لئے مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے اور مخالف مولویوں کے اثرات زائل کرنے کی خاطر سنی علماء و مشائخ جو جدوجہد کر رہے تھے، قائد اعظم اسے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً ان سے ملاقاتیں کرتے اور دعوتیں قبول فرماتے۔

مولانا محمد بخش مسلم رحمہ اللہ نے ایک انٹرویو میں فرمایا "جس دنوں پاکستان کے مخالف علماء قائد اعظم اور پاکستان کی مخالفت میں ہر ممکن ہرزہ سرائی کر رہے تھے اور میں ان تمام اعتراضات کے تار و پود بکھیر رہا تھا تو قائد اعظم تک میری ساری اور کامیاب جدوجہد کی رپورٹ پہنچی، میاں فیروز الدین مرحوم نے قائد اعظم کو میری کاوشوں کے بارے میں بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ ان پاکستان دشمن مولویوں نے میراناک میں دم کر رکھا تھا، اب میں خوش ہوں کہ اس نوعیت کے علماء میرے مشن کو آسان تر کر رہے ہیں، پھر آپ نے میاں فیروز الدین سے کہا کہ اس آدمی کو میرے پاس لے کر آؤ، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں، قائد اعظم ان دنوں نواب افتخار حسین ممدوٹ کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے، میاں فیروز الدین نے کہا کہ جناب یہ وہی شخص ہے جسے آپ نے نواب زادہ رشید علی خاں کی کوٹھی پر ملاقات کیلئے پندرہ منٹ دئے تھے، اس پر قائد اعظم کو یاد آگیا اور آپ نے فرمایا کہ ان جیسے علماء یقیناً تحریک پاکستان کی کامیابی کا باعث بنیں گے۔

اسی طرح ایک بار قائد اعظم کی صدارت میں ایک عام میں ایک ایسا ریزولوشن پیش کیا گیا، جس میں بظاہر شریوں زیادہ اور زمینداروں کو کم فوائد حاصل ہو رہے تھے، اس ریزولوشن میں بے چینی پیدا ہو گئی، میں نے اپنی تقریر میں عہدت کیا کہ اس ریزولوشن سے زمینداروں کو بھی بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا، حاضرین میرے استدلال سے مطمئن ہوئے اور

میں پہلی مرتبہ ۱۹۱۸ء میں شریک ہوئے، اس کے بعد ۱۹۳۰ء میں کنگسٹون اجلاس میں مولانا نے عملی طور پر مسلم لیگ کے کاموں میں حصہ لیا اور تقسیم ملک تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے، ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو لاہور میں قرار داد پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ کا جو عظیم الشان تاریخی جلسہ منعقد ہوا تھا، اس میں مولانا عبدالحمید بدایونی نے علماء و مشائخ اہل سنت کی نمائندگی فرمائی تھی اور قائد اعظم کے زیر صدارت قرار داد پاکستان کی حمایت میں بہت دلنشین اور اثر انگیز تقریر کی، ۱۹۳۶ء کے انتخابات اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مولانا کی خدمات کی بناء پر قائد اعظم نے آپ کو فاتح سرحد کا خطاب دیا تھا (۸۲۱)

۱۹۳۳ء میں دوسرے ہزاروں علمائے حق کی طرح مولانا محمد یوسف سیالکوٹی اور مولانا ابوالنور احمد بشیر نے قرآن و سنت کی روشنی میں مسلم لیگ اور پاکستان کے متعلق فرمایا "قائد اعظم مسلمانوں کے لئے خدائی عطیہ ہیں، ان کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ہندو کانگریس کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کرو، انشاء اللہ کامیابی مسلم لیگ کی ہوگی اور پاکستان بن کر رہے گا" (۸۲۲)

امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مفتی محمد برہان الحق جبلپوری رحمہ اللہ نے اجلاس مسلم لیگ جنوری ۱۹۳۰ء بمقام جبل پور اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا "آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے صدر اعظم قائد المسلمین، سلطان زعماء الهند مسٹر محمد علی جناح کی عمر میں، بہت میں، عزم و استقلال میں، صلاح و ہدایت کے ساتھ برکت و قوت عطا فرمائے اور ہمیں ان کی آواز پر لبیک کہتا ہوا ان کے لائحہ عمل کو جامہ عمل پہنانے کی توفیق بخشے" (۸۲۳)

دعوتیں اور ملاقاتیں

اس میں شک نہیں کہ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ ایک عظیم اغرضت رہتا تھے لیکن انہیں شدت سے اس بات :

تہم نے اس پر مسرت کا اظہار کیا " (۸۲۴)

مارچ ۱۹۳۰ء میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی، ایک طرف انگریز علماء تھے جو مسوم پروپیگنڈے سے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے تھے تو حضرت قائد اعظم نے علماء اہل سنت سے تعاون کی اپیل کی، چنانچہ مولانا قاضی احسان الحق مفتی ہرنالچ کی قیادت میں اہل سنت علماء کا ایک وفد کلکتہ میں مسٹر محمد علی جناح سے ملا اور انہیں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا، چنانچہ مسٹر جناح نے صاف اور واضح لفظوں میں علماء اہل سنت کو یقین دلایا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد خطہ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ اور قرآن و سنت کی عکرائی ہے (۸۲۵)

تحریک پاکستان کے ایک مشہور و معروف رہنما پیرزادہ محمد نور عزیز چشتی رقمطراز ہیں " ۱۹۳۶ء میں میرے پیر و مرشد امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پور سیداں شریف ضلع سیالکوٹ نے میرے والد صاحب کو مشورہ دیا اور ان سے اجازت طلب کی کہ وہ میری زندگی مسلم لیگ کے لئے مسٹر محمد علی جناح کے ایک سپاہی کی حیثیت سے "وقف" کرنا چاہتے ہیں، میرے والد صاحب (جو خود بھی تحریک پاکستان کے ہیرو تھے) نے میرے پیر و مرشد کے مشورہ کو قبول کر لیا۔

اپریل ۱۹۳۶ء کی گرمیوں کی ایک گرم دوپہر کو جب آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس لاہور کے موچی دروازہ کے برکت علی محمد ہال میں منعقد ہو رہا تھا، میں نے میٹنگ کے وقفے کے دوران مسٹر محمد علی جناح کو اپنے پیر و مرشد اور اپنے والد صاحب کے دو خطوط پیش کئے جس میں ان دونوں عظیم ہستیوں نے میرے لئے یہ تحریر کیا تھا کہ ہمارا یہ بیٹا بہت اچھا شرر ہے، ہم نے اس کی زندگی مسلم لیگ کیلئے وقف کر دی ہے، اسے اپنے سپاہیوں میں شامل فرمائیں، مسٹر محمد علی جناح نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مولانا شوکت علی مرحوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "یہ نوجوان ضلع منٹھری (اب ساہیوال) میں

ہمارا عجیب اول ہے " اس طرح میں نے ہمارے پیر و مرشد کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں حصہ لیا، بعد میں جی سم لیگ پاک یٹن شریف کا ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۰ء تک بطور صدر منتخب رہا " (۸۲۶)

"قائد اعظم سے میری چار ملاقاتیں ہوئیں، پہلی ملاقات ۱۹۳۶ء میں لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں ہوئی، دوسری ملاقات ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ منٹھ پارک (اقبال پارک) میں ہوئی، تیسری ملاقات ۲۳ اپریل ۱۹۳۳ء کو پنجاب صوبائی مسلم لیگ کانفرنس منعقدہ سیالکوٹ کے موقع پر ہوئی اور چوتھی ملاقات اپریل ۱۹۳۳ء کو نشاط باغ سرینگر میں اس وقت ہوئی جب میرے پیر و مرشد نے قائد اعظم کو عصرانہ دیا " (۸۲۷)

مولانا عبدالستار خان نیازی نے ایک انٹرویو میں فرمایا " ۱۹۳۸ء کے اواخر میں مجھے "دی پنجاب مسلم سٹوڈینٹس فیڈریشن" کا صدر منتخب کیا گیا تو میں نے بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ کانٹینیوئیشن کمیٹی کے لئے خلافت پاکستان اسکیم مرتب کی، اس اسکیم پر مشتمل کتابچہ چھپوا کر کمیٹی کو ارسال کیا گیا اور ۱۹۳۹ء میں دہلی جا کر ذاتی طور پر مجھے قائد اعظم محمد علی جناح کو اپنی یہ اسکیم پیش کرنا تھی چنانچہ جب میں دہلی پہنچا تو دستور کمیٹی کا اجلاس قائد اعظم کی صدارت میں ہو رہا تھا۔ گل رعنا ہارڈنگ روڈ نو دہلی میں قائد اعظم سے پہلی ملاقات ہوئی، میں نے اسکیم کا نسخہ ان کی خدمت میں پیش کیا، انہوں نے فرمایا - تمہاری اسکیم ہمارے زیر غور ہے، انہوں نے اسی موقع پر جو جملہ کہا وہ مجھے آج بھی یاد ہے، قائد اعظم نے فرمایا - your scheme is very hot (تمہاری اسکیم بہت گرم ہے) میں نے بڑبڑا کر جواب دیا

This hot because it has come from boiling heart.

(یہ اس لئے گرم ہے کہ یہ کھولتے ہوئے سینے سے نکلی)

فون پارٹی ڈیکوریٹو ڈیزائننگ

نئی دکان

۷۰۸ - دہلی روڈ، بازار لاہور کینٹ

نیاسامان

پروپریٹری
شہباز شیخ
فون ۳۷۳۹۳۲

ہے) (۸۲۸)

مولانا نیازی نے کہا کہ مسلم اسٹوڈینٹس فیڈریشن نے نظریہ پاکستان کو عوامی مقبولیت دلانے کے لئے ۱۹۴۱ء میں قائد اعظم کی زیر صدارت آل پاکستان کانفرنس منعقد کی جو کہ اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں منعقد ہوئی اور جس میں مطالبہ پاکستان پر مشتمل اجلاس کی مرکزی قرار داد پیش کرنے کا شرف مجھے ہی حاصل ہوا، نیز اسی کانفرنس میں قائد اعظم کی صدارت ہی میں ایک آل پاکستان رورل پروڈیگنڈا کمیٹی قائم کی گئی جس کا جنرل سیکرٹری مجھے منتخب کیا گیا۔ (۸۲۹)

قائد اعظم سے ایک اور ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خان نیازی نے بتایا کہ ”جب ۱۹۴۱ء میں قائد اعظم محمد علی جناح سے ملاقات ہوئی تو قائد اعظم بڑی محبت سے ملے، میرے ساتھ مولانا ابراہیم علی چشتی تھے، میں نے قائد اعظم سے پوچھا کہ جناب آپ اپنی تقریروں میں اسلام کا ذکر تو کرتے رہتے ہیں مگر اس کی تفصیل کیوں نہیں بیان کرتے جبکہ اسلام کا اپنا ایک سیاسی و معاشی تصور ہے جسے خلافت علیٰ منہاج نبوت کہتے ہیں تو قائد اعظم نے پوچھا، آپ کی عمر کتنی ہے، میں نے عرض کیا، پچیس سال تو فرمانے لگے کہ نیازی تم اتنی کم عمر میں میری مشکلات کا اندازہ نہیں کر سکتے، میں نے جواباً عرض کیا کہ یہ درست ہے کہ آپ کی عمر زیادہ ہے لیکن جس حقیقت کا مجھے اور اک ہے، آپ اس تک نہیں پہنچ سکے، انہوں نے پوچھا کہ آپ کی اسکیم کیا ہے؟ تو میں نے اسلام کے سیاسی نظام اور خلافت راشدہ کی تفصیلات ان کے سامنے بیان کر دیں، اس پر قائد اعظم نے فرمایا کہ اگر میں ساری باتیں اب ہی بیان کر دوں تو ہمارے دشمن ہوشیار ہو جائیں گے اور وہ ہمارے راستے میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیں گے مگر میں اپنی بات پر اڑا رہا جس پر قائد اعظم نے فرمایا کہ ہمارا اور آپ کا مقصد ایک ہی ہے، ہمیں اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہیے، میں اس مقصد تک پہنچنے کیلئے اپنا انداز اختیار کروں گا، دھائی گھنٹے کی گفتگو کے بعد جب ہم واپس جانے لگے تو قائد اعظم ہمیں دروازے تک چھوڑنے آئے“ (۸۳۰)

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے غلیظ مفتی محمد

برہان الحق جبلی پوری مدظلہ نے فرمایا کہ قائد اعظم محمد علی جناح مدظلہ ایک مرتبہ جبلی پور تشریف لائے دوران ملاقات میرے والد بزرگوار مولانا عبدالسلام مدظلہ نے اس امر پاکستان بن جانے کے بعد یہاں نفاذ اسلام کی صراحت چاہی، قائد اعظم نے نہایت پر عزم لہجہ میں فرمایا۔ مولانا جداگانہ مسلم قومیت کی بنیاد خود مختار ریاست کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان وہاں اسلامی قوانین رائج کریں اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کریں، قائد اعظم نے مزید کہا، مولانا دعا فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے (۸۳۱)

قائد اعظم نے پیر صاحب عبداللطیف زکوی شریف سے ذریعہ اسماعیل خان میں ملاقات کی اور انہیں یہ فرض تفویض کیا کہ وہ مسلمانان سرحد کو پاکستان کے حق میں ہموار کریں، پیر صاحب زکوی شریف نے اوائے فرض کا حق ادا کر دیا، جنوب سے شمال تک ہزاروں میل پر محیط اس بے مثال صوبے کا طول و عرض پیر صاحب کے جذبوں کے سامنے گویا ایک جست ثابت ہوا، وہ جہاں جاتے، لاکھوں مسلمان انکی راہ میں آنکھیں بچھاتے، پیر صاحب اپنی بے بدل خطابت کے طفیل چند لمحوں میں وہ سارے قلعے سمار کر دیتے جو کانگریس اور اس کے ہمنواؤں نے سالہا سال کی محنت سے تعمیر کئے ہوئے تھے، پورا صوبہ پیر صاحب کی ”صدائے دلہند“ سے گونج رہا تھا (۸۳۲)

حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری مدظلہ نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ ”جناح صاحب سے میری ملاقات پاکستان بننے سے قبل کا ٹھیکوار کے مشہور شرگوئل میں ہوئی، جہاں وہ روزنامہ ”ڈان“ کے چندے کی فراہمی کیلئے گئے ہوئے تھے، میں نے ان سے پاکستان میں اسلامی قانون جاری کرنے سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فوراً ہی کتاب و سنت کی روشنی میں قانون بنانے کا یقین دلایا، نواب محمد اسماعیل خان صدر صوبائی مسلم لیگ تو میرٹھ ہی کے تھے، ان سے بار بار تبادلہ خیالات ہوتا رہا، سردار عبدالرب شتر مرحوم، خان لیاقت علی خان شہید، چوہدری خلیق الزمان مرحوم اور نواب سر محمد یامین خان مرحوم سے اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں“ (۸۳۳)

حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی مدظلہ نے

نورانی خاندان سے تعلقات

مولانا شاہ احمد نورانی پاکستان کی تشکیل کے لئے سرگرم جدوجہد فرما چکے تھے۔۔۔ ان کی ابھرتی ہوئی جوانی فطری نیکی، خاندانی جذبہ دینی نے ان کو نئے حالات کے مطابق دینی جذبہ عطا کیا، امام نورانی کے والد ماجد کے علاوہ مولانا کے دو تیا مولانا نذیر احمد خوجندی، مولانا احمد مختار صدیقی کی خدمات سے مسلم لیگ کی تاریخ بھری پڑی ہے۔۔۔ مولانا احمد مختار صدیقی بمبئی میں خطیب تھے، پاکستان کی بانی حضرت قائد اعظم ان کے نیاز مندوں میں شامل تھے، مولانا کے پاس قائد اعظم کبھی کبھی حاضری دیتے تھے، مولانا احمد مختار صدیقی عربی، انگریزی،

اردو، اور دوسری زبانوں میں بڑی دسترس کے مالک تھے، قائد کے معیار کے عالم دین تھے، چنانچہ قائد اعظم کی شادی کا غلطہ اٹھا کر انہوں نے ”رتن بائی“ سے نکاح کیا ہے، رتن بائی کے بارے میں مجلس احرار، جمعیت علمائے ہند، یونینٹ پارٹی نے شور مچایا کہ وہ آتش پرست ہے، غیر مسلم ہے۔ مگر شورش کاشمیری نے اپنی کتاب ”بوئے گل تالہ دل دو چراغ محفل“ میں اعتراف کیا ہے کہ رتن بائی مسلمان ہو گئی تھیں اور مولانا احمد مختار صدیقی نے انہیں مسلمان کرنے کے ساتھ قائد اعظم سے نکاح بھی پڑھایا، مولانا نورانی کے دوسرے تیا حضرت مولانا نذیر احمد خوجندی رضوی بھی قائد اعظم کے دست راست تھے، انہیں قائد نے مغربی ممالک میں تبلیغ دین کے ساتھ تحریک پاکستان کی حقیقت سے آشنا کرنے کی ہدایت کی تھی، مولانا نورانی کے والد مکرم رضوی کی امامت میں قائد نے پہلی مرتبہ نماز عید پاکستان میں ادا کی (۱۳۶)۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں شرعی قوانین کے نفاذ کی بات یاد دلانے کے لئے جس وفد نے سب سے پہلے جناح صاحب سے ملاقات کی، اس کی قیادت کا شرف بھی مولانا عبدالعظیم صدیقی میرٹھی ہی کو حاصل ہوا (۱۳۷)۔

مولانا محمد بخش مسلم مرحوم نے ایک انٹرویو میں بتایا۔۔۔

”دلی مسائل میں گہری دلچسپی لی، مسجد شہید گنج کے لئے“ ایک نیلی پوش“ کے سرگرم رکن ہوئے لیکن جب ”تحریک نیلی پوش“ کی کوششیں بار آور ہوتی دکھائی نہ دیں تو ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کو کلکتہ میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی جس کی صدارت قائد اعظم محمد علی جناح فرما رہے تھے، اس عظیم الشان اجلاس میں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور صاحب مدنی نے اسٹیج پر پر جوش و دل پذیر تاریخی خطاب فرمایا اور تحریک نیلی پوش“ کو باقاعدہ طور پر ختم کر کے جملہ اراکین مسلم لیگ میں شرکت کا اعلان فرمایا، آپ کا یہ خطاب اتنا طاقتور تھا کہ قائد اعظم محمد علی جناح داد دے بغیر نہ رہ سکے یہ قائد اعظم اور قائد اہلسنت کی پہلی ملاقات تھی، پھر یہ سلسلہ دواں دواں ایک تحریک بن گیا قائد اعظم آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بے پناہ مصروفیات کے باوصف آپ کی خواہش کو قبول فرما کر وزیر آباد شہر میں تشریف آوری کو بھیج دیا (۱۳۳)۔

۱۹۳۳ء میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ نور مرقدہ سری نگر تشریف فرما تھے کہ چوہدری غلام عباس جو صحت کے مرید خاص تھے، قائد اعظم کو ساتھ لے کر آپ کی صحت میں حاضر ہوئے آپ نے قائد اعظم کی پر تکلف دعوت اور انوار و اقسام کے ۳۵ کھانے دست خوان پر چنے گئے، شہر کی رواج کے مطابق آخر میں گشتا یا گشتا ب نامی کھانا پیش کیا، اس کیلئے گوشت کو ٹیٹھے میں پکایا جاتا ہے۔

دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے قائد اعظم کی کامیابی، شہینگوئی کی اور دو جھنڈے عطا فرمائے، ان میں سے ایک جھنڈا بڑھا، فرمایا۔ بڑھ جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور دوسرا جھنڈا، پھر قد آور اشتہارات کے ذریعہ اعلان فرمایا ”مسلمانو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ، میرا جو مرید مسلم لیگ کی حمایت نہیں کرے گا وہ مسلمان نہیں ہے“ اس وقت تک میں ایک ہلائی پرچم مسلم لیگ کا اور دوسرا کھڑکا، یہ سب کرو کہ تم کس کے ساتھ ہو؟“ چنانچہ آپ کے تمام مرید نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا (۱۳۵)۔

جس میں جمعیت علمائے پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی کے نئے تیار مولانا نذیر احمد خجندی، ایک جامع مسجد کے خطیب و امام تھے، مولانا نذیر احمد خجندی اپنے بھائی مولانا عبدالعلیم میرٹھی کی طرح قیام پاکستان کے لئے انتہائی تگ و دو کر رہے تھے، آپ کو اس علاقہ میں قائد اعظم کا وکیل سمجھا جاتا تھا۔ انتخابات میں آپ قائد اعظم کے پولنگ ایجنٹ ہوا کرتے تھے۔ آپ قائد اعظم کی شخصیت پر اس طور اثر انداز تھے کہ وہ آپ کے ہر مشورے اور رائے کو خلوص دل سے سنا کرتے تھے، یہ انہی کا فیضان تھا کہ قائد اعظم جو پہلے آغا خانی اور پھر اثا عشری شیعہ تھے، آہستہ آہستہ سنی اعتقادات کا رنگ قبول کرنے لگے، قائد اعظم عید کی نماز عام مسلمانوں کی طرح کر کے پیچھے پڑھا کرتے تھے "۱۸۳۸

خط و کتابت

مختلف تحریکوں کے دوران ممتاز رہنماؤں کی آپس میں خط و کتابت کو بید اہمیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ان خطوط میں موسم کے حالات پر تبصرے نہیں کئے جاتے بلکہ حصول مقصد کیلئے ناجائز عمل تیار کرنے کے متعلق تجاویز پیش کی جاتی ہیں، شکوک و شبہات رفع کئے جاتے ہیں، ہمدردیوں کا اظہار کیا جاتا ہے اور قائد کی جانب سے اپنے معزز ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے اور ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے سپاس تشکر پیش کیا جاتا ہے۔

تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم نے مختلف رہنماؤں اور کارکنوں کو بے شمار خطوط لکھے جن میں سے اکثر شائع ہو چکے ہیں لیکن افسوس کہ سنی علماء و مشائخ اور قائد اعظم کے درمیان جو خط و کتاب ہوئی تھی وہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے، بعض شائع بھی ہوئے ہیں تو اخبارات و رسالوں کی زینت بنے ہیں جو عام طور پر ایک خاص مدت گزرنے کے بعد شائع ہو جاتے ہیں اور کہیں محفوظ بھی ہو جائیں تو کسی کے پاس انہیں کھانلے کا وقت نہیں ہوتا، ضرورت اس بات کی ہے کہ

ان خطوط کو خاص ترتیب کے ساتھ جدید انداز میں کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ ناواقف حضرات کو علم ہو سکے کہ تحریک پاکستان کے دوران سنی علماء و مشائخ کو قائد اعظم کا کس قدر قرب حاصل تھا اور قائد ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

جن علماء و مشائخ سے قائد اعظم کی خط و کتابت تھی، ان میں حضرت امیر ملت محدث علی پوری، مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، غزالی زہرا حضرت سید احمد سعید کاظمی، پیر صاحب مانگی شریف بٹہ اجماعین اور مولانا عبدالستار خان نیازی شامل ہیں (۱۸۳۹) ظاہر ہے کہ ان سب خطوط کو میاں شامل نہیں کیا جاسکتا، البتہ تھوڑا بعض خطوط کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ایک خاکسار کارکن نے قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ کیا، حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری مدظلہ اس کی خبر ہوئی تو فوراً رو قبیلہ ہو کر حضرت قائد اعظم کی صحت و سلامتی اور درازی عمر و کامیابی مقاصد کیلئے دعا مانگی، دوسرے دن آپ نے بقلم خاص قائد اعظم کے نام ہمدردی و مزاج پر سی کے طور پر ایک مکتوب تحریر فرمایا اور اپنے خلیفہ حضرت بخش مصطفیٰ علی خان کے ہاتھ بعد چند تحائف کے قائد کے پاس بھیجا، اس خط میں آپ نے سلام و دعا کے بعد تحریر فرمایا تھا کہ:

"قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کیلئے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں، میرا بوجھ آپ پر پڑا ہے، اس میں آپ کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیں" (۱۸۴۰)

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ نے قائد اعظم مدظلہ کی توجہ پاکستان میں اسلامی اصولوں کی بالادستی کی طرف مبذول کروائی تو قائد اعظم نے جواب میں آپ کی خدمات جلیلہ کو سپاس تشکر پیش کرتے ہوئے لکھا "پاکستان کی تحریک میں مشائخ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابل قدر ہیں، آپ اطمینان رکھیں، پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون

۵۰:۱۸۹

کیونکہ اس کے لیڈر مسٹر جناح شیعہ ہیں، پھر صاحب نے وزیر اعلیٰ کو یہ جواب دیا کہ آپ کے لیڈر سر چھوٹورام کون تھے؟ اس سنت و جماعت میں نظامی صاحب نے مزید تبصرہ کیا کہ مسٹر جناح پر جمعیت العلماء ہند کے بعض بزرگوں کو یہ اعتراض ہے کہ وہ داڑھی نہیں رکھتے لیکن انہوں نے یہ بھی سوچا کہ ان کے ”شیخ الاسلام“ حضرت گاندھی کے چہرہ چھوڑ کر یہ بھی کوئی بال ہے (۸۳۳)

ایک دفعہ امرتسر میں مسجد جان محمد میں جلسہ ہو رہا تھا، حضرت امیر ملت محدث علی پوری مدظلہ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ ”جناح کافر ہے یا مسلمان“ آپ نے برہنہ فرمایا ”تمہیں کون سی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب دریافت کرتے ہو“ پھر ارشاد کیا کہ ”ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں، ہم سب کا کام ہے جس کو وہ کر رہے ہیں، یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ ان کا مذہب و مسلک کیا ہے“ اہل جلسہ اس اسلوب بیان سے مطمئن ہو گئے۔۔۔۔۔ پھر فرمایا ”پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا، بارگاہ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے، پاکستان ہم سب کا ہے اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے وہ ہمارا کام کر رہے ہیں، ہمارے وکیل ہیں“ (۸۳۵)

ہفتی محمد بنان الحق جلیپوری فرماتے ہیں ”فقیر نے قریب پاکستان میں دو نمایاں حصہ لیا اور مسٹر جناح کے مشن و قیادت دینے کے لئے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کا پورا دورہ کیا اور اس سلسلے میں جو فقیر کی تقریریں ہیں، وہ ایک علیحدہ موضوع ہے جو بھونہ تعالیٰ قلم بند ہے مگر فقیر اپنی امت کا نہ کبھی طالب ہوا، نہ اس کی اشاعت ضروری سمجھی، مسٹر جناح کے ایک شکر یہ کا خط بھی محفوظ ہے۔۔۔۔۔ تعالیٰ میری ششوں کو قبول فرمائے اور پاکستان کو ہر قسم۔۔۔۔۔ شر و فساد سے پیشانی سے محفوظ فرمائے“ (۸۳۲)

ایک اعتراض کا جواب

ہم سابقہ صفحات میں کانگریس مولویوں کے اس اعتراض کے چونکہ قائد اعظم محمد علی جناح شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، بے دین ہیں اس لئے وہ مسلمانوں کی قیادت کے اہل نہیں ہیں، پر تفصیلی تبصرہ کر چکے ہیں، ابی اعتراض کا سامنا سنی و مشائخ کو بھی کرنا پڑا، حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد تقی عثمانی سیالوی مدظلہ کو باز رکھنے کے لئے کہا گیا کہ ”آپ ایک عظیم روحانی گدی کے پیشوا ہیں جبکہ مسٹر جناح کلین شیوہ ہیں“ پھر آپ ان کی قیادت میں کام کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ”پاکستان صرف قائد اعظم کا نہیں بلکہ ہم سب کی امیدوں کا محور ہے، قائد اعظم کے موقف کی ترجمانی بہترین انداز سے کر رہے ہیں، اس لئے ہم ان کی کامیابی کے لئے کوشاں ہیں، پاکستان کسی ایک شخص کا نام نہیں، بلکہ یہ کروڑوں فرزندان توحید کے دلوں کی بات ہے“ (۸۳۳)

”نوائے وقت“ کے بانی حمید نظامی مرحوم لکھتے ہیں۔۔۔۔۔ ”برگردان راوی“ ڈان کے خاص نامہ نگار نے یہ دلچسپ تبصرہ لکھا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے پیر خواجہ قمر الدین سجادہ دار سیال شریف کو خط لکھا کہ آپ مسلم لیگ کی مدد نہ کریں

A Trusted Name in Printing

Cha Cha Printing Press

- * PRINTERS
- * DESIGNERS
- * STATIONERS

1482-DACCA ROAD, SADDAR,
LAHORE CANTT. PAKISTAN
TELE : 042 381640

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عظیم سنت و جماعت کا مستند صحیح ترجمہ قرآن و حدیث

کثر ایمان

بے ادبی و بے حرمتی سے مبرا بے نظیر ترجمہ بے عدیل تفسیر

ترجمہ: امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت

شاہ احمد رضا خان فاضل بیریلوی قدس سرہ

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ

ترجمہ خریدتے وقت کثر ایمان کا نام ضرور یاد رکھیں

و معقدین کی کوششیں بار آور ہوئیں، ان میں علماء و صوفیہ
 ی شامل تھے جو تحریک پاکستان کی حمایت کیلئے فردا
 طرح اٹھ کھڑے ہوئے، بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ تحریک
 پاکستان میں حضرت بریلوی کی خدمات علامہ اقبال اور قائد
 سے کسی طرح کم نہیں۔۔۔۔۔ جب مسلمانوں کی تمام
 اور نہ ہی جماعتیں مثلاً احرار، خاکسار، جمعیت
 ہند، قوم پرست مسلمان، دیوبندی حضرات (چند مستثنیات
 علاوہ) اور اہل حدیث پاکستان کی مخالفت کر کے پاکستان
 دشمنیوں ہندوؤں اور انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے تھے
 حضرت بریلوی کے معقدین ہی تھے جو تحریک پاکستان کی مدد کے
 لئے اور کامل یقین کے ساتھ آگے بڑھے (۱۹۵۳)

مفتی محمد برہان الحق جبل پوری دہلی نے ایک انٹرویو فرمایا "خوش قسمتی سے اس زمانے میں جب برصغیر میں تسلط کے خلاف آزادی کی جدوجہد جاری تھی، کانگریس کی سوچ اپنا انداز تھا، آل انڈیا مسلم لیگ قائد اعظم محمد علی جناح راہنمائی میں تحریک پاکستان شروع کر چکی تھی، مجھے مسلمانوں اس عظیم اور تاریخی جدوجہد میں موثر کردار ادا کرنے کا ملّا، قدم قدم پر مسلم لیگ کی قیادت عوام کو یہی یقین دہاتی تھی کہ مسلمانوں کے لئے علیحدہ خود مختار وطن کے مطالبہ کا واحد یہ ہے کہ وہاں اسلام کا پرچم لہرائے گا اور وہیں رہنے والے مسلمان ایک مکمل اسلامی معاشرے میں زندگی بسر کریں گے۔ انگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین کی بجائے ہر قاعدہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوگا" (۸۵۴)

تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے مولانا عبدالحق
 ہندوستان کے تمام گوشوں میں منعقد ہونے والی مسلم
 کی کانفرنسوں میں شرکت کرتے رہے اور انتہائی موثر اور
 فہم انداز میں عوام کے سامنے پاکستان کی ضرورت و اہمیت
 اٹکا کرتے رہے اور یہ خصوصیت بھی مولانا بدایونی
 ہے کہ دیگر علماء اہلسنت کی طرح آپ ہمیشہ مذہبی داعی
 پیش کرتے رہے اور اپنی تقاریر میں ہمیشہ یہ پہلو نمایاں
 ہم ایسا پاکستان چاہتے ہیں جہاں کتب و سنت کے
 بحرانی کی جائے، فقہ و فہم سے پاک معاشرہ قائم ہو۔

حصہ لیتے ہوئے فرمایا " شیت ایریڈی جو فیصلے کرتی ہے ۔۔۔
اغل ہوتے ہیں اور اسی طرح کے آثار و اسباب شروع ہوتے ہیں ۔
جانتے ہیں ' چنانچہ ایک مرتبہ میں اور دوسرے دفعائے تحریک
دہلی میں ایک اجلاس کے موقع پر جمع تھے ' ایک نشست میں
مفتی اس موقع پر آگئی کہ اگر مسلمانوں کو جداگانہ آزاد مملکت
واقعی حاصل ہوگئی تو اس کا نام کیا ہونا چاہئے ؟

تجاویز آنا شروع ہوئیں، ایک صاحب نے کہا "اسلامستان" دوسری تجویز پیش کی گئی "جناتحستان" ایک اور معزز رکن نے مشورہ دیا کہ مجوزہ مملکت کا نام "اسلام" ہے۔ "رہنما مناسب ہوگا اس موقع پر جناب آباد بھی نام تجویز نہ

آیا۔ مولانا برہان الحق قادری نے مزید کہا اس موقع پر میں موجود تھا میرے منہ سے اچانک نکلا اس کا نام پاکستان رکھا جائے۔۔۔ اب سوچتا ہوں اللہ تعالیٰ کو کیسی منظور تھا مسلمانوں کو ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں ایک خود مختار وطن بھی ملے گا اس کا نام پاکستان ہوگا ضمناً پوچھنے پر اندازہ ہوا کہ یہ واقعہ ۱۹۴۰ء میں قرارداد لاہور کی منظوری کے بعد پیش آیا تھا نیز یہ بھی پتہ چلا کہ ۱۹۴۲ء کی لندن گول میز کانفرنس اور چوہدری رحمت علی مرحوم کے مطبوعہ پمفلٹ یا لفظ پاکستان کی کوئی تجویز دہلی کی مذکورہ گفتگو کے دوران حضرت مولانا برہان الحق قادری کے ذہن میں قطعی نہ تھی بلکہ لفظ پاکستان اس طرح نوک زبان پر اچانک آیا گویا القا ہوا، مولانا (برہان الحق قادری قدس سرہ) نے نہایت وثوق سے فرمایا کہ یہ لفظ میرے ذہن میں خود بخود یا کسی تجویز یا تصور سے مستعار نہ تھا (انٹرویو مولانا مفتاح برہان الحق جبلیپوری سے اقتباس) (۸۵۲)

تحریک پاکستان کی حمایت

نوائے وقت کے کالم نگار محترم میاں عبدالرشید رنقطہ از
پیش "جب ۱۹۴۰ء میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت (

اسی پاکستان میں آئے جسے وہ کافرستان کہتے نہ تھکتے تھے لیکن بریلویوں کے رہنما مولانا احمد رضا خان کے فرزند اور ان کے جانشین مولانا مصطفیٰ (رضا) خان نے ہمیشہ تحریک پاکستان کی کھل کر حمایت کی۔ انہوں نے اپریل ۱۹۴۶ء میں تحریک پاکستان کی حمایت و تائید میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا مگر قیام پاکستان کے بعد مولانا مصطفیٰ (رضا) خان نے بریلویوں کے شدید اصرار کے باوجود ہجرت نہ کی اور بریلی کے دارالعلوم مظہر اسلام کے ذریعہ اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام میں سرگرم عمل ہیں (۸۶۰)

بریلوی حضرات کو بجا طور پر یہ شکایت ہے کہ حکومت نے ان کے اکابرین کے ان کارناموں کو اجاگر کرنے میں قائل ذکر دلچسپی نہیں لی جو ان حضرات نے قیام پاکستان کے سلسلے میں انجام دئے تھے بلکہ بعض اوقات ایسے اقدامات اٹھائے جاتے ہیں جن سے ہمارے دعویٰ ایک قوی نظریہ کو تقویت پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے، مثال کے طور پر نصابی کتب میں بعض ایسے افراد کے تذکرے اور ”خدمات“ تو شامل ہیں جو دو قوی نظریہ کے نہ صرف قائل ہی نہ تھے بلکہ گاندھی فلسفہ متحدہ قومیت کا عمر بھر پرچار کرتے رہے جبکہ سنی علماء و مشائخ کا ذکر نہ ہونے

کے برابر ہے اس کے علاوہ ۸۱-۱۹۸۰ء میں قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد نے جمعیت العلماء ہند نامی کتاب دو جلدوں میں شائع کی، اس کتاب میں کانگریسی مولویوں کے خطبات ہیں جو انہوں نے مختلف موقعوں پر تصور پاکستان کے خلاف اور ہندو کانگریس کے حق میں دئے تھے، انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب ہندوؤں کو شائع کرنی چاہئے تھی اور یہاں اس کی جگہ ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے خطبات شائع ہوتے تو دو قوی نظریہ کو فروغ حاصل ہوتا، یہاں ہم مذکورہ خطبات کا تقابل پیش کرتے ہوئے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ ان کے شائع ہونے کے اصل مقامات کون سے ہونے چاہئیں، پہلے ”جمعیت العلماء ہند“ نامی کتاب کے یہ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

”ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اتحاد میں کانگریس کی شرکت پر مائل کیا جائے (۸۶۱)

”اگر کانگریس تمام ہندوستانیوں کی بلا تفریق مذہب ہوتی بلکہ مثل مہاسا اور مسلم لیگ وغیرہ فرقہ وارانہ ہوتی تو یہ (غیر ہندو) لوگ کیوں صدر مقرر کئے جاتے طرح کہ مہاسا کا صدر مسلمان اور لیگ کا صدر غیر نہیں ہو سکتا، اس کا صدر بھی کوئی غیر ہندو نہیں ہو سکتا (۸۶۲)

ان خطبات میں صرف کانگریس کے فضائل ہی مسلمانوں کے ان تمام مطالبات کی حمایت بھی کی گئی ہے مسلمانوں کو بے دست و پا بنا کر اپنے زیرِ کمان ہندوں راج قائم کرنے کیلئے حکومت وقت سے کرتے، اس کے برعکس سنی بریلوی حضرات کے خطبات میں اتحاد کی مخالفت، مسلم لیگ کی حمایت اور حصول پاکستان کے لئے جدوجہد تیز سے تیز تر کرنے کی ترغیب شامل ہے اقتباس پیش خدمت ہے

”اے سنی بھائیو! اے مصطفیٰ کے لشکریو! اے خود مستوں۔۔۔ اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاو، چلے چلو، ایک منٹ رکو، پاکستان بناو تو جا کر دم لو کہ یہ کام اے سینوں صرف تمہارا ہے“ (۸۶۳)

اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا تاریخی بمقام بنارس منعقد ہوا، حکیم محمد حسین بدر (ملک) عظیم الشان اجلاس میں یہ نقش نقیس موجد تھے، کا بیان ”اس کانفرنس میں پانچ صد مشائخ، سات ہزار کرام اور دو لاکھ سے زائد عوام نے شرکت کی، اس میں سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے لندن سے آئے وزارتِ مشن لارڈ کریس وغیرہ کو بھی شرکت کی دعوت دی ان لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیت کی عدم شرکت پر معذرت کا تار بھیج دیا“ (۸۶۴)

وزارتی مشن کو بلانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ خود تھکوں سے دیکھ لے کہ ہندوستانی مسلمان پاکستان سے بات پر بھی رضامند ہونے کیلئے تیار نہیں، اسی کانفرنس جو قراردادیں منظور ہوئی تھیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ ”آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی

کے باوجود فرنگی گورنر نے سرخسریات ٹوانہ سے ساز باز کی اور اسے وزارت بنانے کی دعوت دے دی، نیازی صاحب نے صوبہ سرحد اور پنجاب کا طوقانی دورہ کر کے مسلمانوں کو منظم کیا، 'سرخسریات جہاں جاتا' نیازی صاحب اس کا تعاقب کرتے، 'میاں چٹوں میں تصادم ہوتے ہوتے بچا' سرخسریات نے ٹھک آکر انیس لاکھ دینا چاہا، 'منہ مانگی قیمت دینے کی پیش کش کی' مولانا نے کہا "میرے لئے دولت ایمان ہی کافی ہے" زمین دینا چاہی تو جواب دیا "تم چند ایکڑ زمین کی بات کرتے ہو ہم چھ صوبوں کا پاکستان مانگتے ہیں" شریک اقتدار ہونے کا لالچ دیا تو مولانا نے کہا "اسلام کی دی ہوئی عزت ہی بہت کافی ہے" (۸۶۷)

ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں:

"برصغیر پاک و ہند کی بیسویں صدی عیسوی کی عظیم دینی شخصیات میں ایک مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی) بھی تھے جنہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے متعدد بار پوری دنیا کا دورہ کیا اور جن کی تبلیغ سے بالخصوص جزائر غرب الهند میں اسلام کو بہت فروغ حاصل ہوا" (۸۶۸)

یہ بات اگرچہ صحیح ہے لیکن نامکمل ہے، 'تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ مولانا موصوف نے مطالبہ پاکستان کو روشناس کرانے اور اس کی تشریح و توضیح کا فریضہ بھی احسن طریقے سے سرانجام دیا، 'بیرونی محاذ پر ہندوؤں، سکھوں اور انگریزوں نے اپنے اپنے طرز پر مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کو احمقوں کے خواب سے تعبیر کرنا شروع کیا اور زبردست ذہنیلا پروپیگنڈہ کیا، 'ان مکاروں کا یہ پروپیگنڈہ اس قدر کامیاب رہا کہ خود مسلمان عالم بھی برصغیر کے مسلمانوں کے اس مطالبے کو غارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

آل انڈیا مسلم لیگ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ بیرونی ممالک کے محاذ پر فتح حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمات حاصل کرے آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خان نے دہلی میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کی سربراہی میں ایک سرگرمی کمیٹی ترتیب دی جس کے جے میں

کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر طوقانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی فقہی اصول کے مطابق ہو" (۸۶۵)

دورے

مطالبہ پاکستان کو متعارف اور اس کی اہمیت واضح کرنے کے لئے سنی علماء و مشائخ نے ملک بھر کے دورے کئے، 'منعقد کئے' مساجد میں تقریریں کیں، 'بیرونی ممالک میں گئے اور قیام پاکستان کیلئے رلہ ہمار کی۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں حصول پاکستان ملت کا نصب قرار پایا تو مولانا عبدالستار خان نیازی گویا اس کام سے وقف ہو گئے، وہ قریہ قریہ گھومے اور پاکستان کا پیغام تک پہنچایا، ۱۹۴۲ء میں وہ مسلم لیگ ضلع میانوالی کے منتخب ہوئے ساتھ ہی انہیں صوبائی کونسل اور آل انڈیا لیگ کا رکن بھی منتخب کر لیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں وہ اسلامیہ اور میں شعبہ اسلامیات کے صدر مقرر ہوئے، چند روز صوبائی مسلم لیگ کے پروپیگنڈہ سیکرٹری بنا دئے گئے ۱۹۴۳ء جب مسلم لیگ کی صوبائی کونسل نے ان کی تجویز پر یہ منظور کی کہ:

"پاکستان کا آئین شریعت اسلامیہ پر مبنی ہوگا"

صوبائی کونسل کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی یہ منظور کر لی۔ (۸۶۶)

۱۹۴۶ء میں قائد اعظم نے مسلم نوجوانوں سے اپیل کی کہ آیا ہے کہ وہ میدان عمل میں آئیں قائد کا یہ حکم پاتے مولانا عبدالستار خان نیازی نے اسلامیہ کالج کی ملازمت سے عہدہ دیا اور طلباء کو آرگنائز (منظم) کر کے مختلف مقامات پر شائع شروع کیا، اسی سال وہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر میانوالی میں ایل اے منتخب ہوئے لیکن مسلم لیگ کی واضح کامیابی

اسن عمر پر یہ بات بالکل غلط ہے اس لئے کہ اسلام میں نہ بد حیات ہے اور مسلمان کا کوئی بھی عمل اسلام کے دائرہ سے باہر نہیں ہوتا سیاست بھی اسلامی نظریہ حیات کا ایک اہم شعبہ ہے یہی وجہ ہے کہ سنی علماء و مشائخ کی نظر میں قیام پاکستان اور اکھنڈ بھارت کیلئے جدوجہد کفر و اسلام کی جنگ تھی ، مشہور مسلم لیگی رہنما آفتاب احمد قریشی کا بیان ہے کہ لاہور میں انتخابات (۱۹۴۶-۱۹۴۵) سے قبل جمعیت العلماء اسلام کا اجلاس ہوا ، اس اجلاس میں برصغیر پاک و ہند کے علماء اور صوفیاء جلوہ گر تھے ، اس اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت برسرید جماعت علی شاہ محدث علی پوری ریٹھ نے کی ۔

حضرت امیر ملت نے تقریر کی ابتدا تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے شتم غنچوں پر گری ہو ، چند منٹ بعد حضرت جوش و خروش سے خطاب کر رہے تھے ، ان کی تقریر نے نوجوانوں کے سینوں کو جذبہ و جوش سے بھر دیا ، حضرت امیر ملت نے برطانوی سامراج اور ان کے حاشیہ برداروں کو دعوت مبارزت دی ، حضرت نے اعلان فرمایا کہ پاکستان کی جنگ کفر و اسلام کی جنگ ہے حق و باطل کی آویزش ہے اور نور و ظلمت کی معرکہ آرائی ہے کانفرنس سے حضرت کے تاریخی اور دلولہ انگیز خطاب سے پنجاب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا ، حکمت کے بادل چھٹ گئے اور امید کا آفتاب طلوع ہوا ، جنگ پاکستان کا پسلا مورچہ مسلمانوں نے چپٹ لیا ، حضرت امیر ملت نے اس صدی کے اوائلی ہی میں بڑی شہرت حاصل کی تھی ، والد مرحوم بتایا کرتے تھے کہ حضرت امیر ملت کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ شانی مسجد میں صحن کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک رسی پھیلا دی جاتی ، ایک سرے کو حضرت امیر ملت تمام لیا کرتے تھے اور دوسرے سرے تک جو بھی شخص تمام لیتا اس کا شمار ان کے مریدوں میں ہوتا ، اس طرح ایک دن میں لاکھوں افراد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی (۱۹۷۲)

حضرت امیر ملت کی مقبولیت کی بات آگئی تو یہ واقعہ بھی پڑھ لیجئے جس کے راوی سیالکوٹ کے پرانے مسلم لیگی اور شیعہ لیڈر سید مرید حسین ہیں :

”سیالکوٹ میں ایک ہندو نے اسلام قبول کیا“ اس کا نام

آپ ایچ بی سیکرٹری مولانا عبدالخالق بدایونی بتائے گئے ۔ رکنی وفد نے اپنے اخراجات پر جج کا قصد کیا اور حرمین شریفین میں مسلمانوں کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا اور قیام پاکستان کی غرض و غایت سے آگاہ کیا اس کے بعد دو ارکان وفد تو واپس تشریف لے آئے لیکن آپ مسلسل ایک سال تک اسلامی ممالک کے دورے پر رہے مفتی اعظم فلسطین ، حسن البنا اردن کے شاہ عبداللہ ، عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل عبدالرحمن اعظم پاشا وغیرہ سے ملاقاتیں کیں ، جلاوس پریس کانفرنس اور مجالس مذاکرہ سے خطاب کیا ، اخبارات میں آرٹیکل لکھے ۔ آپ کی ان مسلسل کوششوں کے نتیجے میں غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور پورا عالم اسلام مطالبہ پاکستان کی حمایت کرنے لگا (۱۹۶۹)

مولانا کوثر نیازی مرحوم رقمطراز ہیں ”تحریک پاکستان کے مقررین میں مولانا عبدالخالق بدایونی ، مولانا جمال میاں فرنگی محلی ، علامہ علاء الدین صدیقی اور مولانا محمد بخش مسلم کے نام بھی نظر انداز نہیں کئے جاسکتے ، قائد اعظم کے پیغام کو عام کرنے کے لئے ان حضرات نے ملک کے طول و عرض میں تقریریں کی ہیں“ (۱۹۷۰)

۱۹۴۶ء کی آل انڈیا سنی کانفرنس کے بعد اس کی غرض و غایت کو عملی جامہ پہنانے اور نظریہ پاکستان کو واضح کرنے کیلئے حضرت صدرالافتاح مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے صوبہ جات مدراس ، ممبرات ، کاشیادار ، جونا گڑھ ، چوتیانہ ، دہلی ، یو۔ پی۔ پنجاب ، بہار ، کلکتہ ، چوئیس پرگنہ ڈھاکہ ، کرناٹکی ، پٹنا گانگ ، اور سلٹ کے مسلسل دورے کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی ، تحریک پاکستان سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا“ (۱۹۷۱)

کفر و اسلام کی جنگ

عام طور پر سادہ لوح مسلمانوں کو یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے مسلم لیگ اور کانگریس کی جنگ سیاسی نوعیت کی تھی حالانکہ

الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرحومہ کی تحریک پابندی عائد کردی آپ نے دوسرے دن ہی کمپنی باغ سرگودھا میں جلسہ عام کا اعلان کر دیا یہ اجلاس اپنے اجتماع اور جوش اور ولولے کے لحاظ سے تاریخی اجتماع تھا آپ نے خضر حیات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں لیکن ان میں خضر کا نام نہیں ہے پھر تو کس منہ سے دھمکی دیتا ہے پاکستان خدا اور رسول بھیجے کے نام پر حاصل ہو رہا ہے اور انشاء اللہ بدستور میں آکر رہے گا“ (۸۷۵)

پنجاب کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر ملت مدظلہ نے انگریزوں اور ہندوؤں کو لٹکارتے ہوئے متنبہ کیا کہ وہ قیام پاکستان کی راہ میں کوئی روڑا نہیں اٹھا سکتے:

”حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبہ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو گالیاں دینے میں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا یہ ان کے سچا رہنما ہونے کا ثبوت ہے خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں میں انہیں بتا دیتا چاہتا ہوں کہ میں سید ہوں اور سید کبھی موت سے نہیں ڈرتا“

انکے بعد موصوف نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے ارشاد فرمایا کہ وہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں (۸۷۶) مولانا شاہ احمد نوارانی مدظلہ العالی کے والد محترم علامہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھی مدظلہ نے اکتوبر ۱۹۴۶ء میں سنی کانفرنس کراچی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”موجودہ کانگریسی حکومت کے نظام عمل اور ہمارے پاکستانی نظام عمل میں ایک ایسا فلک بیا فرق ہے کہ جس کو ہم کسی صورت منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظام عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا سمجھایا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر منتج ہے دنیاوی حکومتوں کے قوانین لمحہ بہ لمحہ روز و شب تراشیم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی خاتم النبیین والمرسلین حضرت سیدنا محمد

محمد تجویز ہوا ایک جلسے میں مولانا ظفر علی خان نے اس مسلم دین محمد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے اسلام قبول کیا ہے اس لئے اب یہ میرا بھائی ہے اگر اس کے اعمال اچھے ہوئے تو یہ بڑا اچھا مسلمان ہو سکتا ہے یہ سب مسلمانوں کے اچھا ہو سکتا ہے یہ پیر جماعت علی شاہ سے بھی اچھا مسلمان ہو سکتا ہے پیر صاحب کانام آیا تو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ پیر صاحب کی بڑی مٹا تھی پھر مولانا وہابی تھے انہوں نے کہا مولانا کو روکا جائے مولانا تو بڑے سخت آدمی تھے انہوں نے پھر کہا میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ پیر جماعت علی شاہ سے اچھا مسلمان ہو سکتا ہے پیچھے سے ایک لٹا اس کے ہاتھ میں سوئی تھی مولانا کو مارنے کیلئے انہوں نے سوئی اٹھائی کہ آغا صفدر مرحوم خدا انہیں غریق رحمت سے انہوں نے بچ بچاؤ کر دیا لیکن اتنا ہنگامہ ہوا کہ انہوں نے کہا کہ مولانا کو شیخ سے اتار دیا جائے اور انہیں جلسے میں نکال دیا جائے ورنہ ان کی جان کی خیر نہیں مولانا کو جانا ہی دن مولانا نے جموں میں ایک جلسے سے خطاب کرنا تھا انہوں نے جموں کی گورنمنٹ کو تاریخیں دیں انہوں نے مولانا جموں میں داخل ہی نہ ہونے دیا سچیت گڑھ روک لیا (۸۷۷)

رکس المتکلمین ابوالحاجہ سید محمد اشرفی محدث دہلوی مدظلہ نے مسلمانوں کو جنجھوڑتے ہوئے فرمایا ”یہ ناپاک تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لرز اٹھے اور جن میں جس کو اپنی زندگی محال نظر آئے اسلامی تلوار کی سی میں اپنی موت معلوم ہو کیا سینوں کی سنیت اور مسلمانوں کی اسلامی غیرت اب اس قوی و دینی جرم کو برداشت نہیں ہے کہ ایسی درس گاہ کو مدد دے کر اس کو زندہ رکھا جائے“ (۸۷۸)

مطالبہ پاکستان اٹل ہے

خضر وزارت نے بڑھتے ہوئے جوش کا راستہ روکنے کے لئے سرگودھا اور اس کے گرد و نواح میں حضرت شیخ

مصطفیٰ ﷺ کا لایا ہوا قرآنی نظام عمل اور قوانین عدالت
تربیت و تہذیب سے میرا زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل پر حاوی
ہے۔

اس لئے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو قدرتی پاکستان
کہتا ہوں جس کی بنیادیں احکام قرآنی اور ارشادات مصطفویٰ پر
ہوں گی۔ ہمارے علماء و مشائخ نے اپنی روحانیت سے
خاندانوں میں خاموش بیٹھے ہوئے پاکستانی فکر کی تعلیم و تربیت کا
فریضہ انجام دیا ہے اور وہ میدان عمل میں آچکے ہیں اور اب
برصغیر کے مسلمانوں کا قدرتی پاکستان ان کا قدرتی مقدر بن چکا
ہے۔" (۸۷۷)

ابوالبرکات حضرت سید محمد فضل شاہ جلالپوری رحمہ اللہ نے
کانگریس کو جواب دیا کہ مسلمان اپنی تعداد کے مطابق حقوق لے
کر رہیں گے، ہم اتنے بے غیرت اور بے حمیت نہیں کہ اپنے
قتل کے ثبوت پر خود دستخط کریں، آپ نے ہندوؤں کو یقین
دلایا کہ ہندوستان میں پاکستان بنے گا اور ضرور بنے گا، حکومت
برطانیہ مجبور ہوگی کہ پاکستان کی تصدیق کرے اور بالآخر ہندو
خود مجبور ہوں گے کہ اسے منظور کر لیں اور مسلمان جب تک
زندہ ہے اور دس کروڑ نفوس میں سے ایک فرد واحد بھی باقی
ہے وہ انگریز کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی غلامی ہرگز قبول
نہیں کرے گا (۸۷۸)

رئیس الممتکلمین ابوالخامد سید محمد اشرفی محدث
کچھوچھوی قدس سرہ نے اپریل ۱۹۳۶ء کی سنی کانفرنس بنارس
میں جو تاریخی خطبہ صدارت ارشاد فرمایا تھا، اس نے برصغیر
پاک و ہند کی سیاست کا نقشہ بدل دیا، کانگریس مولویوں کے کان
کھڑے ہو گئے، ہندو لیڈروں کے ہوش و حواس گم ہو گئے، اس
خطبہ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ
استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے،
ملک میں اس لفظ کا استعمال روز بروز (عامول) بن گیا ہے،
دروپوار پر پاکستان زندہ باد، تجاویز کی زبان میں پاکستان ہمارا
حق ہے، نعروں کی گونج میں پاکستان لے کے رہیں گے،
مسموں، خاندانوں میں، بازاروں میں، دیرانوں میں لفظ

پاکستان لہرا رہا ہے، اس لفظ کو پنجاب کا یونینٹ بیلر بھی
استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لنگی بولتا ہے اور ہم
سینوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا اور جو لفظ مختلف ذہنیاتوں نے
استعمال میں ہو، اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں جب تک
بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتا دے، یونینٹ کا پاکستان
وہ ہو گا جس کی مشیوری سردار جو گندرسنگھ کے ہاتھ میں ہوگی
لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چینی ہیں کہ اب تک
اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ الٹے پلٹے
ایک دوسرے سے لڑتے بتائے، اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا باقی
کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے لیکن جن سینوں نے لیگ کے اس
پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی
تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے
ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر
مسلم زمینوں کے جان و مال عزت و آبرو کو حسب حکم شرعی
امن دی جائے" (۸۷۹)

قیام پاکستان کے سلسلے میں سنی اکابرین کی شاندار اور بے گناہ
روزگار جدوجہد و خدمات کو اجاگر کرنے میں ان کے معتقدین
کی ناکامی کی وجہ سے عام طور پر یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ
اس کتب فکر کے بعض مشائخ نے اگرچہ قائدانہ رول ادا کیا
ہے لیکن بحیثیت جماعت یہ لوگ تحریک پاکستان بلکہ سرے سے
سیاست سے ہی الگ رہے، اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہوئے
محترم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی فرماتے ہیں:

(تحریک ترک موالات کے بعد) بریلوی کتب فکر کی
قیادت مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے ہاتھوں میں آ گئی۔
جمیعت علماء ہند کے علماء کے برعکس وہ ۱۹۳۸-۳۹ء میں اس
بات پر یقین کر چکے تھے کہ انگریز زیادہ عرصے تک برصغیر پر اپنا
اقتدار قائم نہیں رکھ سکیں گے، ان کے لئے یہ سوال شدت

اختیار کرتا جا رہا تھا کہ اس کے بعد ملک کا اقتدار کون سنبھالے
گا؟ چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں پر
مشتمل مسلمانوں کی ایک الگ ریاست تشکیل دینی چاہیے،
اس لئے جو فی قرارداد پاکستان منظور ہوئی، اس کتب فکر سے
تعلق رکھنے والے علماء نے جنہوں نے اس سے قبل بھی

یہ پاکستان حاصل کریں گے یا نہ جانیں گے۔ "جس نے
"حزبی آپہنچی ہے" ہم پاکستان کی راہ کے ہر دوڑے ہوئے
کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔" وزارت مشن کو تنبیہ کرتے ہوئے
مولانا نے فرمایا: اگر دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت
مسلم لیگ کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے
نتائج نہایت المیہ ناک ہو گئے۔" (۸۸۲)

ایک اور موقع پر فرمایا: "ہم طے کر چکے ہیں کہ
ہندوستان کی سرزمین میں ایک ہی جھنڈا بلند ہو اور وہ جھنڈا
اسلام کا ہو، ہم پاکستان چاہتے ہیں اور پاکستان حاصل کر کے
ریں گے اور پاکستان کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا
دیں گے" (۸۸۳)

حضرت غلام مجدد سرہندی اپنی کتاب "صور اسرائیل" میں
رہنما ہیں:

"آج مسلمان ہند نے جو پاکستان کا علم اپنے ہاتھوں میں
اٹھایا ہے مجھے یقین ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان اس کی عظمت
کو قائم کرنے کے لئے سر دھڑکی کی بازی لگا کر قرون اولیٰ کے
مسلمانوں کی یاد تازہ کرے گا" (۸۸۴)

۳۱ دسمبر ۱۹۳۵ کو میرٹھ میں پولیٹیکل کانفرنس شری مسلم
لیگ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ
قادری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لفظ پاکستان کو سنتے ہی بد نصیبی سے مسلمانوں کی بھی
ایک مختصر جماعت متحدہ ہندوستان کانفرنس لگانے لگتی ہے اور ہندو
مسلم اتحاد کی اہمیت پر لمبے لمبے وعظ کہنے لگتی ہے، ہاں ہاں
ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے لیکن یہ اس اتحاد کے فریضہ کو
ہمارے ذمے عائد کرنے والے کبھی یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہم نے
ہندوؤں سے اتحاد کر کے کیا پایا اور اس ہندو مسلم اتحاد کا جو رد
عمل ہوا، کیا اسکو فراموش کر دیا گیا۔"

آج جبکہ ہر ہندو جس طرح رام راج کا خواب دیکھ رہا
ہے اور ملت اسلامیہ کو حرف غلط کی طرح مٹانا چاہتا ہے تو کیا
اس کی ضرورت نہ تھی کہ علماء ملت و زعماء قوم مسلمانوں کے
سامنے کوئی لائحہ عمل پیش فرمائیں، بخیر تعالیٰ اس ضرورت کے
پیش نظر یہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہو رہی ہے

کانفرنس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی مدد کی تھی، قیام پاکستان
کے لئے جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا، انہوں نے اپنی جماعت کے
کام کو وسیع تر کر دیا اور ان کی ہر شاخ پاکستان کے قیام کی
جدوجہد کی تبلیغ میں مصروف ہو گئی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی
نے بذات خود شمالی برصغیر کا دورہ کیا اور اس کے متعدد چھوٹے
اور بڑے شہروں اور قصبہ میں تقریریں کیں، تنظیم کا نیا
دستور تیار کیا گیا اور اسے نیا نام دیا گیا، "آل انڈیا سنی
کانفرنس"، اس کا نام "جمہوریہ اسلامیہ" رکھ دیا گیا، اس
کے ارکان پاکستان پر اس قدر اعتقاد رکھتے تھے کہ مولانا نعیم
الدین مراد آبادی نے "جمہوریہ اسلامیہ" پنجاب کے آرگنائزر
مولانا ابوالحسنات کو ایک خط میں لکھا: "جمہوریہ اسلامیہ
کو کسی بھی صورت حال میں پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہونا
قبول نہیں، خواہ جناح خود اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔"
کیبنٹ مشن تجاویز سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا" (۸۸۵)

مولانا عبدالحامد بدایونی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "آپ سب کو
میں وہی بات کہہ دیتا چاہتا ہوں جو ایک ہفتہ قبل قائد اعظم سے
کئی تھی کہ اگر مسلم لیگ اپنے مطالبہ پاکستان سے ہٹ گئی تو
کیا پرواہ مگر آل انڈیا سنی کانفرنس مطالبہ پاکستان سے نہیں ہٹ
سکتی، اگر خدا نے چاہا اور اس کے مقدس حبیب رحمہ اللہ کو منظور
ہوا تو ہم ہر ممکن طریق پر پاکستان حاصل کر کے رہیں گے
(۸۸۶)"

سر دھڑکی بازی

مولانا عبدالحامد بدایونی رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی حصول
پاکستان کیلئے وقف کی تھی، تحریک پاکستان کے مرکزی
لیڈروں سے لے کر اہل کارکنوں تک مولانا کی مخلصانہ اور بے
مث خدمات کے معترف ہیں، موصوف فرماتے ہیں:

"ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا واحد حل قیام
پاکستان میں مضمر ہے پاکستان دس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور
موت کا سوال بن چکا ہے، ہم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لئے

میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سینوں کا اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری نہ سنی سے غلو کی پتا پر ہے پاکستان کا نام بار بار لینا جس سے کوڑے ہوتے ہیں اسی قدر پاکوں کا وحیفہ ہے اور اپنا اپنا دھڑ بھڑاتے ہوئے چلتے پھرتے کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا پاکستان کارنیاں است یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت کا نام کیلئے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے اظہار بلا خوف، لومہ لائٹ کر دیا ہے، اول تو مسلم لیگ کوئی نئی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت رکھتی ہو، الکفر مملکت واحدہ، سارے ناپاکوں کے اندر بے شمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف قزاقی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس اور کس نے انہوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اس طور پر دیکھا جائے گا تو وہ صرف سنی ہیں، پاکستان اسلامی قزاقی آزاد حکومت ہے، مسلم لیگ سے تمام کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید ابوالحسن صاحب سجادہ نشین ماہی شریف (رحمہ اللہ) لکھوایا ہے اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا اس کا دفتر کہاں رہے گا اور اس کا جھنڈا سارے ملک اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی رو سے نہیں کہ پاکستان صرف سینوں کو بنانا ہے؟ (۸۸۷)

ہفت روزہ ”ہمدرد“ دہلی کا ۱۱/۱۲/۱۹۳۱ء میں ہوا نے تحریک پاکستان اور دوقومی نظریہ کی حمایت میں اپنا کیا یہ رسالہ صدر الافاضل حضرت مولانا محمد مراد آبادی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں شائع ہوتا تھا اور آل کانفرنس کا علمبردار تھا۔

----- مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے یہ طے کیا کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ہم اپنی تمام تمدنی، معاشرتی اور مذہبی خصوصیات کے ساتھ آزاد حکومت (قائم) کریں جس کو آپ اسلامی حکومت تسلیم کیجئے یا پاکستان کا نام دیجئے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ کانگریس مسلمانوں کے اس مطالبہ پر کیوں چراغ پا ہے، اگر رام راج کا خواب دیکھنے والے دس کروڑ فرزند ان کو توحید پر اپنا استبداد قائم کرنے کی فکر میں ہیں تو میں بیانگ دہلی ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ قدرت کے غیر مرئی ہاتھوں نے جن صوبوں میں ہماری اکثریت رکھ کر ہم کو آزاد حکومت کرنے کا حق عطا فرمایا ہے، اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی، حقیقتاً مطالبہ پاکستان اسی قدرتی تقسیم کی تکمیل کیلئے ہے جس کے حصول کیلئے ہمارے خون کا آخری قطرہ بنے کیلئے تیار ہے“ (۸۸۵)

۱۲ - اکتوبر ۱۹۳۶ء کو بمقام عید گاہ بندر روڈ کراچی ایک عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا ظہور الحسن رحمہ اللہ نے فرمایا:

”پاکستان کے ہم حامی ہیں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآن حکیم کے احکامات نافذ ہوں، جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعت مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں، جہاں پاک لوگ ہمیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ارکان اسلام کی توہین نہ ہو، جہاں مساجد و مقابر کی حرمت کو ٹوٹا رکھا جائے، جہاں للذبیحیت اور دہریت کی بنیادیں اکھاڑ کر پھینک دی جائیں، ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہیں کریں گے“ (۸۸۶)

رئیس المتکلمین حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھو رحمہ اللہ نے ۷ جون ۱۹۳۶ء کو پیش اجلاس سنی کانفرنس اجیر سے خطاب کرتے ہوئے واضح الفاظ میں اس بات کی نشاندہی کی کہ پاکستان بنانا سینوں کا کام ہے اور یہی سنی بریلوی طبقہ ہے جو مسلم لیگ میں ہے، سید صاحب نے فرمایا:

”حضرات میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر

آزادی اور اسلام کی سرپرستی کا نصب العین تھا۔ جب سے والد صاحب کا کتب خانہ اور دواخانہ سکھوں نے جلا دیا ہمارا کتب خانہ امرتسر کاسب سے بڑا کتب خانہ تھا اس میں ۲۵ ہزار کتابیں تھیں تو اس وقت لوگ والد صاحب سے اظہار افسوس کرنے آئے تو والد صاحب کے الفاظ تھے کہ جب پاکستان بن جائے گا تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری یہ قربانی ہوگی (۸۸۹)

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ پاکستان محض خیر میں سنی بریلوی حضرات کا خون پیوند شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ تقسیم ہند کے بعد بھی آج تک توڑ پھوڑ کی سیاست میں حصہ نہیں لیتے تاکہ انکا بنایا ہوا ملک نقصان اور عدم استحکام سے محفوظ رہ سکے بلکہ یہ اسکی سلامتی اور خوشحالی و ترقی کیلئے زندگی کی آخری سانس تک دعائیں مانگتے رہتے ہیں، مولانا محمد بخش مسلم نے وفات سے چند دن پہلے روزنامہ جنگ کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:

”کراچی کے واقعات اور ملک میں جماعتوں کی جانب سے مسلسل ہنگامہ آرائی نے تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے افراد کو بیمار کر کے رکھ دیا ہے، انہوں نے کہا کہ اب آخر میں میری سب سے بڑی خواہش تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ہر آفت سے محفوظ رکھے اور اندرونی دبیر و بیرونی دشمنوں سے بچائے“ (۸۹۰)

گولڈ میڈلسٹ شخصیات

۱۹۸۷ء میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں گولڈ میڈل حاصل کرنے والوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے ہر حقیقت پسند شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ جو لوگ موجودہ دور میں بانی پاکستان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا نام بھی اس میں شامل نہیں، تنہا یافتگان ۱۹۸۷ء کی فہرست میں

”آج ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قیام پاکستان کے لئے سرتوں کی بازی لگا چکے اور اپنے خدا، صرف اپنے خدا کے بھروسے پر عزم مصمم کر چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو کر رہیں گے مگر چونکہ حکومت اور اکثریت کے غلام بعض نام کے مسلمان بھی ایسے ہیں کہ پاکستان کی مخالفت اپنی ذاتی غرض کی بنا پر کر رہے ہیں لہذا ان کے لئے یہ مضمون لکھا جاتا ہے، وہ چشم حقیقت سے غور کریں کہ مطالبہ پاکستان قانون قدرت کے مطابق ہے، پاکستان کے معنی ہیں، کسی خط، کسی سرزمین، کسی ملک میں حکومت الہیہ کا قیام، انسان کا دور دورہ، ظلم و جمل، فسق و فجور کی بنیاد، مساوات، حسن و اخلاق حسن معاشرت کی تعلیم، اعمال و نیکیاں، ظاہر و باطن کی پاکیزگی، خالق و مخلوق، عابد و معبود کی شائستگی اور اس پر مدار بندگی و اطاعت، اسی نظریہ کے تحت سب بھی اور جس جس زمانہ میں روئے زمین پر مخلوق الہی میں سے جس طبقہ و گروہ، خاندان و قبیلہ، عوام و خواص، رعایا اور بادشاہ نے سرکشی کی، فسق و فجور، ظلم و تعدی، شرک و کفر، بد اخلاقی، بد چلتی کو اپنا شعار بنایا، قدرت نے اگرچہ کچھ زمانہ سہلت دینے کے بعد اس خط کو ان ناپاک و نجس اطوار و حالات سے بدلا اور پاکستان قائم کر دیا“

”چونکہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو غلام بھی بنایا گیا ہے، ان سے دولت و علم بھی چھین لیا گیا، غریب سرزمین، اب قدرت الہیہ کا خفاء ہے کہ پاکستان قائم ہو جائے، ایک مرتبہ پھر پاکستانی حکومت محمد صدیق و عدل فاروقی کے درو عثمانی و جلالت شان حیدری کے جلوہ نمایاں ہوں، (سوانہ اللہ تعالیٰ علیم اجمعین) تاکہ مسلمان تو مسلمان، غیار بھی ان کی برکتوں سے پاکستانی دور کے فیض سے متعین ہو کر بہ آسودگی زندگی بسر کریں اور ان مبارک حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں جس سے تاریخ کے صفحے آج بھی نہیں“ (۸۸۸)

علیم اہل سنت اور مرکزی مجلس رضا لاہور کے بانی محترم مولوی امرتسری صاحب نے ایک انٹرویو میں فرمایا ”اس وقت گریز اور ہندو ہمارے مد مقابل تھے، مسلمانوں کے سامنے

درج ذیل سنی علماء کے اسمائے گرامی شامل ہیں :

- (۱) مولانا بشیر احمد اعظمی، رحیم یار خان (۲) مولانا محمد بخش مسلم، لاہور
- (۳) پیر جماعت علی شاہ، سیالکوٹ (۴) پیر صاحب سیال شریف، سرگودھا
- (۵) پیر صاحب گولڑہ شریف، روالپنڈی (۶) مولانا عبدالستار خان نیازی، میانوالی
- (۷) پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی، ساہیوال (۸) خواجہ حافظ غلام سید الدین، تونسہ شریف
- (۹) مولانا مرتضیٰ احمد خان، میکش، لاہور (۱۰) علامہ ابوالحسنات قادری، لاہور (۱۹۹۱)

اعتراف حق

حنافین تحریک پاکستان بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سنی علماء و مشائخ نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا لیکن الیہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں سنی اکابرین نے یہ جدوجہد انگریزوں کے کئے پر کی تھی بلکہ یہ حضرات تو اعلانِ اپنے اس عقیدے کا اظہار فرماتے ہیں کہ جو بھی قیام پاکستان کا حامی تھا وہ انگریز کا ایجنٹ تھا اس تناظر میں خان عبدالولی خان کی اس تقریر سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے جو انہوں نے بھارت میں منعقدہ شیخ الحداد کانفرنس میں کی تھی :

”مختار دار علماء نے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا، پاکستان کا قیام انگریزوں کی سازش کا نتیجہ تھا“ (۱۹۴۲)

مفتی محمود صاحب کے فرزند مولوی فضل الرحمن صاحب نے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے فرمایا :

”بھارت میں شیخ الحداد سیمینار کے موقع پر عبدالولی خان نے علماء و مشائخ کے سلسلے میں کوئی قابلِ اعتراض اور خلاف حقیقت بات نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے علماء حق اور بالخصوص علماء دیوبند کے مجاہدانہ کردار کی تعریف کرتے ہوئے ان لوگوں پر تنقید کی تھی جو علماء کلابادہ اوڑھ کر انگریز حکمرانوں

کے آکر کار کا کردار ادا کر رہے تھے“ (۱۹۴۳)

تحریک میں فقط نظر مخالفین کے دوستوں اور سیاست دان کے ہم مسلک مشرکین ہند کا بھی تھا، ہندو کانگریس اخبار میں حضرت پیر ماکی شریف کو، جو مسلم لیگ کے ممتاز رہنما تھے، ’انگریزوں کا خوشامدی ملا کما جا رہا تھا‘ روزنامہ نوائے وقت ۲۷-اکتوبر ۱۹۴۶ کے ادارہ میں ان اخبارات کا یہ جملہ نقل کیا ہے :

”اس ملا کا کام ہی انگریز کی ایجنٹسی کرنا اور اس کے بوٹ چلانا ہے“ (۱۹۴۳)

خلاصہ کلام یہ کہ تحریک پاکستان کے سنی علماء و مشائخ کی خدمات سے انکار کرنے والا خوف خدا سے عاری آخرت کی جو بندی سے منکر شخص ہی ہو سکتا ہے۔

داخلہ

برائے

دَارُ الْعِلْمِ جَامِعَةُ الْيُوبِيَّةِ

دارالعلوم جامعہ الیوبیہ الفیصل ڈاون لاہور
چھانڈی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے

ابتداءً طور پر دو کلاسوں دناظرہ و حفظ قرآن پاک
میں داخلہ کے لیے دارالعلوم میں تشریف لائیں

الدیوبیہ قاری محمد الیوبیہ مہتمم دارالعلوم جامعہ الیوبیہ

امیر الدیوبیہ دارالعلوم الفیصل ڈاون لاہور چھانڈی

منہاج طارق محمود گولڑوی صدر لاہور چھانڈی

انتخابات ۱۹۴۵-۴۶ میں مسلمان و مشائخ کا کردار

مخالفین کے کردار کی ایک جھلک

انجام دینے کیلئے اڑ کر پہنچے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ ملت اسلامیہ نے جواب کیا دیا؟ قوم کا فیصلہ کیا رہا؟ واقعات کا جواب یہ ہے کہ تنہا مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور دوسری مسلم جماعتیں ناکام و نامراد رہیں (۱۹۸۸)۔

”آسام کے نتائج: کفر کے فتوں کی بمباری ہو رہی ہے، مسٹر جناح کے ”فق و طغیان“ پر گولہ باری کا سلسلہ بھی جاری ہے، میدان جنگ میں مکان مولانا حسین احمد کے ہاتھ میں ہے، وہ دیوبند سے کئی مہینہ کی چھٹی لے کر تشریف لائے ہیں، تیج و تملیل کا غلطہ بلند ہے اور مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ وہ اپنی ملی آزادی کا نام نہ لیں ہندو اکثریت کے غلام بن جائیں، ظاہر ہے یہ مقدس کام کافر جناح نہیں انجام دے سکتا تھا، اس کار خیر کیلئے قدسی صفات نفوس کی ضرورت تھی اور وہی اسے انجام دے رہے تھے۔ نتیجہ شائع ہوا کل مسلم نشستیں ۳۳ تھیں جن میں سے ۳۱ پر مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور ۳ نشستیں مولانا کے ”نیشنلسٹ“ مسلمانوں کو ملیں (۱۹۹۹)۔

مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت

ابوالبرکات حضرت سید محمد فضل شاہ جلال پوری دہلوی نے اعلان شائع فرمایا کہ ”ہماری (جماعت) حزب اللہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پنجاب کے اکثر اضلاع میں مقبولیت حاصل ہے اور اگر یہ فقیر بعض دوسری اسلامی جماعتوں کی طرح چاہتا تو حزب اللہ کے ٹکٹ پر کافی امیدوار کھڑے کئے جاسکتے تھے مگر اس میں وحدت اسلامی اور نظام ملی کو ضعف پہنچنے کا احتمال تھا، دوسرے یہ فقیر شروع سے پاکستان کا حامی اور مسلم لیگ کے سیاسی مسلک کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا چلا آ رہا ہے

ایسے لوگ واقعی قابل رحم اور دعاؤں کے محتاج ہوتے ہیں اپنے حضرات کا جھنڈا اوپر رکھنے کی خاطر غلط بیانی سے گریز نہیں کرتے مثلاً جناب روح الامین فاروقی صاحب کہ ”۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مولانا (اشرف علی) صاحب کا کردار دوسرے علماء کے مقابلے میں کہیں زیادہ متحرک رہتا تھا“ (۸۹۵) حالانکہ تھانوی صاحب ان انتخابات تین سال قبل ۱۹۴۳ میں وفات پا چکے تھے (۸۹۶) جہاں تک کے کردار کے تقابل کا تعلق ہے تو اس کی ایک جھلک ملت ہے۔

”۱۹۴۵ء کے) مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں مسلم لیگ فیصلہ کامیابی حاصل کی۔۔۔۔۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بیان دیتے ہوئے بڑے پر امید لہجہ میں ارشاد فرمایا تھا: ”صوبائی مجالس آئین ساز میں ہم ہر مسلم نشست پر کریں گے اور غیر معمولی کامیابی حاصل کریں گے“

پھر مولانا نے مجلس احرار اور دوسری جماعتوں سے اپیل کی کہ وہ ”منظم ہو کر ایک وجود بن کر ڈٹ کر مسلم لیگ مقابلہ کریں اور اس اپیل کو سمعاً و طاعت“ کہہ کر ان جلسوں نے قبول کر لیا تھا“ (۸۹۷)۔

”کانگریس نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، مجلس احرار کا اعلان آتش و قتال اور علانیہ شیوا بیان دور و دور پر نکل پڑا، دیوبند کے وہ طلبہ اور علماء جو مولانا حسین احمد سے متاثر تھے، تبلیغ و تلقین کیلئے شہر شہر اور قریہ قریہ گشت کرنے لگے، جہاں دال کھتی دیکھی وہاں مولانا آزاد پرواز پیدا کئے اور طیارہ میں بیٹھ کر تقریق بین المسلمین، صغیر شوکت مومنین کا غیر فانی اور لازوال کارنامہ

اندریں حالات یہ فقیر اعلان کرتا ہے کہ چونکہ حزب اللہ کا حقیقی نصب العین اور مطمح نظر حکومت الہیہ کا قیام ہے اور پاکستان بن جانے کی صورت میں اجرائے احکام خداوندی و ترویج قوانین شریعت کیلئے حالات سازگار ہونے کا قوی احتمال ہے، بناء علیہ اپنے جماعتی نظام حزب اللہ کو بدستور سابق برقرار رکھتے ہوئے اور اپنے نصب العین "حکومت الہیہ" سے سرمو تجاوز نہ کرتے ہوئے آنے والے انتخابات میں ہماری جماعت کے تمام اراکین اور ہمارے مخلص برادران طریقت کو متحدہ طور پر نہ صرف اپنے اپنے حلقہ نیابت میں اس امیدوار کو ووٹ دینے چاہیں جسے مسلم لیگ نے ٹکٹ دے کر کھڑا کیا ہو بلکہ اپنے حلقہ اثر میں اسے کامیاب بنانے کے لئے اپنی تمام کوششیں وقف کر دیں تاکہ ہم دنیا کے سامنے یہ ثابت کر سکیں کہ مسلمانوں کے اندر ابھی تک اسلام کے عروج و ترقی اور مسلمانوں کی بہتری و برتری کے احساسات بدرجہ اتم موجود ہیں (۹۰۰)

شخص العارفین سید نورالحسن شاہ بخاری کا گاؤں (کیلیانوالہ شریف) وزیر آباد میں ہے جہاں سے مسلم لیگ امیدوار چوہدری صلاح الدین صاحب تھے (عالم نامہ چٹھہ سابق وفاقی وزیر کے والد) ان کے مقابلے پر راجہ صاحب وزیر آبادی تھے، راجہ صاحب وزیر آبادی پھل اور تحائف لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کیلئے عرض کی، آپ نے فرمایا: "اللہ کرے تو کامیاب نہ ہو، کامیاب نہ ہو کامیاب نہ ہو" وہ چونکہ مسلم لیگ کا مخالف تھا، تین دفعہ آپ نے اس کی ناکامی کیلئے کہا، چنانچہ وہ چوہدری صلاح الدین کے مقابلے میں تین دفعہ کھڑا ہوا اور ہر دفعہ ناکام ہوا، آپ نے ہر دفعہ صلاح الدین کی حمایت کی (۹۰۱)

۱۹۳۵-۳۶ء کے موسم سرا کے انتخابات میں قائد اعظم محمد علی جناح نے حضرت خواجہ نواب الدین بھٹو کو دعوت دی کہ آپ گورداسپور سے قومی اسمبلی کا الیکشن مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے لڑیں اور آپ کو اس کا باقاعدہ ٹکٹ پیش کیا جس پر آپ نے اپنے مرید ظفر اللہ والہ کو کھڑا کر دیا اور خود الیکشن نہ لڑا بلکہ اسکی بھرپور حمایت کی۔ آپ کے ایماء پر آپ کے

مریدین مقتدرین اور متوسلین نے دل کھول کر ظفر اللہ صاحب کی اور وہ بخاری اکثریت سے کامیاب ہوا (۹۰۲) صاحبزادہ پیر سید محمد صفی اعظم المعروف جن پیر نے اب عظیم والد پیر سید بشیر احمد سوہدروی کے متعلق فرمایا کہ "نظریاتی لوگ ہیں، نظریہ پاکستان کا خیر ہماری رگوں میں ہوا ہے اور یہ بھی ہمارے والد محترم کی عطا ہے، ہمارے صاحب نے تحریک پاکستان کے ضمن میں جو روشن کردار کیا، وہ ہر لحاظ سے ناقابل فراموش ہے، ان دنوں اس حلقہ میں مسلم لیگ کے بڑے رہنما چوہدری صلاح الدین جنہہ مرحوم تھے، ہمارے والد صاحب نے ان کی بھرپور اعانت کی، جلوس بھی نکالے، جلسوں سے بھی خطاب کیا، مسلم لیگ کی حقانیت اور پاکستان کے پیغام کو دلوں میں اجاگر کیا، آپ بھٹو گارڈ کے سالار تھے، جمعہ کے دن آپ دورہ فرماتے تھے، ہمارے خطاب کے بعد علاقہ میں گھومتے اور پاکستان کے پیغام دلوں میں نقش کرتے، جمعہ کے خطبات میں دو قوی فقرہ اسلام کی اہمیت و عظمت کو واضح کرتے" (۹۰۳)

تحریک پاکستان کا دور آیا تو حضرت سراج الملت سید محمد حسین علی پوری بھٹو نے رات دن ایک کر کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں یاران طریقت اور عام المسلمین کو تحریک پاکستان کا ہمنوا بنایا

۱۹۳۶ء کے الیکشن میں ضلع روہتک میں مسلم لیگ امیدوار کی حمایت میں دل کھول کر کام کیا، پھر ضلع فیروز پور میں نواب افتخار حسین ممدوٹ کے حلقہ میں تشریف لے جا کر انکی کامیابی کیلئے دوسرے فرمائے، اس کے بعد قصور میں میاں افتخار الدین کے حلقہ میں اس خوبی سے کام کیا کہ مخالف بھی عیش عیش کر اٹھے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ آپ کے تینوں امیدوار غالب اکثریت سے کامیاب و کامران ہوئے (۹۰۴)

حکیم المہنت جناب محمد موسیٰ امرتسری صاحب رنہڑا ہیں "حضرت میاں (علی محمد) صاحب قبلہ خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے، اخبارات میں بیان وغیرہ چھپوانے، پانچد فرماتے لہذا تحریک پاکستان میں اپنے نمائندوں کے ذریعے

اپنے مریدین کو تحریک پاکستان کی عمل نمائیت کے لئے بھیجے رہے، حضرت پیر صاحب مانگی شریف ۱۹۳۵ء میں حضرت خج شکر علی کے عرس پر حاضر ہو کر مشائخ کرام سے ملے اور تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے مشورے کرتے رہے، حضرت پیر صاحب مانگی شریف نے حضرت میاں صاحب سے بھی ملاقات فرمائی اور تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد عرصہ تک یہ دونوں بزرگ آپس میں باتیں کرتے رہے، اس کے کچھ عرصہ بعد پیر صاحب مانگی شریف کا ایک مہمند "بہی نو" پنچا اور علیحدہ بات کے فوراً روانہ ہو گیا، گفتگو کیا ہوئی؟ اس کا کسی علم نہیں، انتخابات بالکل قریب آگئے تو عقیدتمندوں اور تحریک کے قائلین نے اصرار کیا کہ آپ ایک بیان دیں کہ ووٹ مسلم لیگ کو دئیے جائیں، چنانچہ حضرت میاں صاحب کا وہ بیان روزنامہ نوائے وقت لاہور میں چھپا تھا، مختصر یہ کہ میاں صاحب نے اپنے اس اصول کے مطابق تحریک پاکستان کی پر زور مدد فرمائی، میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ امرتسر کے حلقہ دیمات (تحصیل امرتسر) سے چوہدری نضر اللہ صاحب محض حضرت صاحب قبلہ کی وجہ سے منتخب ہوئے اور ہوشیار پور سے منتخب ہونے والے ہرمانہ کے رانا نضر اللہ خان صاحب تو ان کے مخلص ترین مرید ہیں، لدیانہ سے حضرت کے ایک تعلقدار یونی نٹ پارٹی کی طرف سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ میاں صاحب نمائیت فرمائیں مگر ایسا نہ ہوا اور مسلم لیگ امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گیا" (۹۰۵)

رو کر مسلم لیگ کی حمایت کی ----- بنیالوں کی ہزار جلاہت کے باوجود وہ مسلم لیگ کے ساتھ رہے" (۹۰۶)

جناب ابوالحسن محمد محبوب الہی رضوی تحریر فرماتے ہیں "۱۹۳۶ء میں (مسلم لیگ امیدوار) ملک برکت علی کے مقابلے پر مختلف پارٹیوں کے لوگ الیکشن میں کھڑے ہوئے، جن میں احراری امیدوار کی پشت پر ہندو کانگریسی بھی تھے اور بظاہر مقابلہ برا تخت معلوم ہو رہا تھا کیونکہ ہندوستانی طور پر بھی احراری امیدوار کی مدد کرنے کے لئے مستعد تھے، راقم الحروف ملک صاحب کی طرف سے پولنگ ایجنٹ تھا، میرے والد صاحب میاں امام الدین جو مقامی طور پر مسلمانوں کے قائد تھے، انہوں نے مذکورہ حالات کے پیش نظر ملک صاحب کو لکھا کہ کچھ مقررین کا انتظام کر کے جلد از جلد چوٹیاں بھیجیں تاکہ صورت حال کا مقابلہ کیا جاسکے اور خصوصاً مولانا محمد بخش مسلم کے بارے میں بھی زور دیا کیونکہ پیشتر ازیں مقامی لوگ ان سے متاثر تھے، ملک صاحب نے اس تجویز کو پسند کیا اور مولانا محمد بخش مسلم، علامہ علاء الدین صدیقی، مولانا بشیر احمد اٹکر کو چوٹیاں بھیجنے کا انتظام کیا۔۔۔

۱۔ باہمی مشورہ کے بعد میاں صاحب مرحوم نے حکم دیا کہ اب جلسہ عشاء کی نماز کے بعد چوک دگلراں، نئے پور بلورام بھی کہا جاتا تھا، وہاں منعقد کیا جائے گا کیونکہ اس جانب ہندوؤں اور احراریوں کا زیادہ اثر ہے، اعلان ہونے کی دیر تھی کہ وہاں جلسہ کا انتظام شروع ہو گیا اور لوگ جوق در جوق وہاں جمع ہونا شروع ہو گئے، جلسہ کیلئے میاں صاحب نے حکیم خورشید احمد مرحوم کو صدر مقرر کیا اور رات گئے تک جلسہ میں دھواں دھار تقاریر ہوتی رہیں اور لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر مسلم لیگ کو ووٹ دینے کا وعدہ کیا ۲ فروری ۱۹۳۶ء کو پولنگ ہوئی اور ملک صاحب کامیاب ہو گئے، ۳ فروری کو ملک صاحب نے دستی چھٹی بھیج کر معاونین کا شکریہ ادا کیا اور مبارکباد دیتے ہوئے میاں امام الدین صاحب کو لکھا کہ آپ کے مخالف احراری امیدوار کی ضمانت ضبط ہو گئی ہے" (۹۰۷)

۱۹۳۶ء کے (انتخابات کے) موقع پر نواب سجاد علی خان آف کرناٹ نواب زادہ ولایت علی خان (فرزند قائد ملت)

استاذ العلماء مولانا عطا محمد بنیالوی نے ایک اثر دیو میں بتایا "ہمارے علاقہ میں فضل حق پراچہ جانیان شاہ، قلندر حسین، ممتاز نواز، یونیٹ کے خضر حیات نواز، گروپ کے مقابلے میں الیکشن لڑ رہے تھے، ان دنوں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری بیٹے کے اس فتویٰ کا برا چرچا تھا کہ جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ جو مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے، اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے، علماء نے بھی اس فتویٰ کی توثیق کردی تھی، بنیال قبیلہ لیڈر لارڈ اور خضر حیات کا جانی تھا مگر ہمارے استاذ علامہ یار محمد بنیالوی نے بنیالوں میں

چھوڑ کر میدان عمل میں آچکے ہیں اور وہ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ ہم جلد اپنی منزل کو پائیں گے کیونکہ آپ گوشہ نشین بزرگوں کی دعائیں ہمارے شامل حال ہیں۔

نیاز مند لیاقت علی خان (۹۰۹)

مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی نے ایک انٹرویو میں فرمایا کہ ملک کے سیاسی قائدین میں قائد اعظم ان کی سب سے پسندیدہ شخصیت رہے ہیں اور انہوں نے اوائل زندگی میں ایک ادنیٰ مسلم لیگی کارکن کی حیثیت سے کام کیا اور ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں جب پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان میرٹھ ڈویژن میں ضلع مظفر نگر کے حلقہ نیابت سے مرکزی اسمبلی کے امیدوار تھے تو انہوں نے دوسرے نوجوانوں کے ساتھ مل کر ان کی انتخابی مہم میں حصہ لیا تھا، مولانا نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ یہ وقت میری نوجوانی کا تھا اور میری عمر مشکل سے بیس برس ہوگی مگر اس کے باوجود مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں ایک نوجوان کارکن کی طرح مسلم لیگ کی اس انتخابی مہم میں گاؤں گاؤں اور قرہ قرہ پھرتا تھا (۹۱۰)

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء مشائخ نے انتخابات کے دوران یہ فتویٰ دیا تھا ”آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے ہر اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش، اس میں مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اٹھائے، سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں، ووٹ دے سکتے ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں، مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کہہ، حصہ میں زمین و زمین کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا، کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے (۹۱۱)

دورے

شیخ ریاض الدین ریاض چشتی (یکوال) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں خواجہ شمس العارفین رحمہ اللہ کے عرس

جناب عفت واسطی صاحب صدر (مقامی) آل انڈیا مسلم لیگ اور انبالہ سے پنجاب اسمبلی کے امیدوار خواجہ غلام صد انبالوی، قائد ملت لیاقت علی خان کی ہدایت پر قطب الا قطب حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمہ اللہ کے عرس مبارک پر حضرت مخدوم سید علی احمد شاہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی۔

۶ نومبر ۱۹۴۵ء کو ڈاکٹر قمر مسعود جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کیتھل نے آپ کا ایک بیان روزنامہ نوائے وقت لاہور کی اشاعت میں شائع کیا، یہ بیان درج ذیل ہے ”برادران ملت السلام علیکم، آپ کو معلوم ہے کہ موجودہ نازک دور میں ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کس قدر اہم ہے اور تمام برادران کا اخوت اسلامی کی بنا پر اتفاق و اتحاد کے ساتھ ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہونا کس قدر ضروری ہے، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اسلامی شیرازہ کو منتشر کرنے کے لئے کتنی مخالف قوتیں کام کر رہی ہیں آپ جانتے ہیں کہ قومی اور ملی حقوق کی حفاظت ایک منظم اور قومی جماعت کے بغیر نہیں ہو سکتی مسلمانان ہند کی سب سے منظم اور قومی جماعت مسلم لیگ ہے جس کا نصب العین ہندوستان میں ایک آزاد مسلم حکومت قائم کرنا ہے جو اسلامی قانون اور علوم، تمدن و معاشرت اور اسلامی، دینی اور دنیاوی حقوق کی محافظ ہوگی، اسلامی اصولوں پر چلائی جائے گی اور مسلمانوں کے قلوب میں ایک اسلامی روح پھونک کر قوم کو زندہ اور تابندہ کرے گی، پس ہو شیار اور بیدار ہو جائیں اور شب و روز اپنی تحریروں سے، تقریروں سے، دعاؤں سے، محبت سے اور اخلاق سے مسلم لیگ کو مضبوط بنائیں اور اس کی آواز پر لبیک کہیں اس کی امداد کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائے، آمین ثم آمین“ (۹۰۸)

شہید ملت خان لیاقت علی خان نے حضرت مخدوم سید علی احمد شاہ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا کہ عزیزی ولایت علی کی زبانی آپ کی نیک تمنائیں اور ملی ہمدردی کا پیغام ملا، علماء و مشائخ کی سرپرستی سے قائد بہت مطمئن ہیں اور فرماتے ہیں کہ آزادی کی منزل اب دور نہیں کیونکہ مشائخ عظام گوشہ نشین

مبارک - بناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب روضہ امیر علی رضا علیہ السلام کو ستر فیصد ووٹ ملے تھے (۹۱۳)

تنبہ اللہ کی زیارت سیال شریف میں کی، وہاں پاکستان کے موضوع پر تقریریں ہوئیں، حضور کی تقریر بحد معقول مدلل اور پر جوش تھی، مجلس میں بھی حضور سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا، اس وقت بھی آپ نے جو گفتگو فرمائی اس سے پتہ چلتا تھا کہ آپ کے دل میں مسلمانوں کی آزاد مملکت کے لئے بے پناہ تڑپ موجود ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دھن ہے جس کے ماتحت آپ سرگرم کار ہیں، شیخ صاحب موصوف بتاتے ہیں کہ حضور نے وہیں شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین صاحب روضہ سجادہ نشین سیال شریف کے ساتھ علاقہ سون ضلع سرگودھا کے دورہ کا پروگرام مرتب فرمایا اور پھر اسے ایک خاص جذبے کے ساتھ ختم کیا (۹۱۳)

مولانا عبدالخالق بدایونی روضہ نے ایک انڈیو میں بتایا " ہماری کس حد تک مخالفت کی گئی، اس امر کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں صوبہ سرحد میں کانگریسی خاں وزارت قائم تھی اور صوبہ سرحد میں سرخپوشوں کی تنظیم نے ایک فضا پیدا کردی تھی کہ مسلم لیگی کارکنوں کے قافلے جب تحریک پاکستان کے تبلیغ کے لئے پہنچتے تھے تو ان پر مساجد کے دروازے بند کر دئے جاتے تھے، بارہ بارہ، چودہ چودہ گھنٹے یہ قافلے بھوکے پیاسے گھومتے اور کام کرتے تھے، خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ ٹوپی کے مقام پر جب میں علماء اور کارکنوں کے ساتھ پہنچا تو ہمیں مسجد میں گھسنے نہیں دیا گیا، سرخپوش قائدین اور ان کی قیادت میں جمع ہوئے والے جھوم نے ہم سے پوچھا کہ ہم سرحد کیوں آئے ہیں، میں نے کہا، آپ مسجد کا دروازہ ہمارے لئے کھولیں اور اپنے میں سے چند افراد مقرر کریں جو ہم سے پاکستان کے بارے میں جس قدر سوال چاہیں کریں، ہم تشفی بخش جواب دیں گے، چنانچہ اس تجویز پر عمل ہوا، مسجد میں بہت بڑا اجتماع ہوا، سرخپوشوں نے جو جو سوال اٹھائے میں نے نہ صرف ان کے اطمینان بخش جواب دئے بلکہ اور بھی بہت سے سوالات قائم کر کے ان کے جوابات دئے، اس اجتماع کی کامیابی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ عام انتخابات میں ٹوپی میں مسلم

شیخ الشیخ حضرت دیوان سید آل رسول صاحب نیوہ و سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی امیری نور اللہ مرقدہ علالت کے سبب علئے اسلام کانفرنس کلکتہ میں یہ نفس نفیس شریک نہیں ہو سکے لیکن آپ نے غازی محی الدین صاحب امیری کو خاص طور پر اپنا نمائندہ بنا کر حسب ذیل پیغام بھیجا جو وہاں پڑھ کر سنایا گیا " اس وقت ہندوستان میں سب سے زیادہ ضروری اور ہم سب کی توجہ کے قابل یہ مسئلہ ہے کہ مسلم لیگ کی واحد نمائندگی کے دعوے میں ہم پورے اتر جائیں اور قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کی قیادت قائم و برقرار رہ جائے، اغیار اور معاندین اسلام ہماری اس واحد نمائندگی اور قیادت کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دینا چاہتے ہیں، ہم کو بڑے استقلال و پامردی کے ساتھ اس دعوے کو

ثابت کرنا ہے اور اس قیادت کے قیام و بقاء کے لئے کام کرنا ہے۔ میں اپنے سلسلہ کی خانقاہوں کے سجادگان سے اپنے جد امجد حضرت خواجہ غریب نواز کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی گدیوں کو چھوڑ کر اس نازک وقت میں اسلام کی خدمت کے لئے نکل پڑیں اور مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنانے کے لئے کمر باندھ کر میدان میں آجائیں۔ (۹۱۵)

مولانا غلام قادر اشرفی آف لالہ موٹی علیہ نے انتخابات کے دوران سرسرفروز خان نون اور سردار شوکت حیات خان کی معیت میں ضلع بھر کے اہم مقامات کا دورہ کیا، مسلم لیگ کا بڑا پرچم لہراتے ہوئے گلی کوچوں میں گاتے پھرتے تھے "مبزر جھنڈے کی کون سنے گا" پھر جواب دیتے "اللہ پاک سنے گا" بڑی بوڑھیاں مکانوں پر کھڑی ہو کر دعا مانگیں دیتیں "ماں قربان جاوے پڑوسدا جیو اللہ ساوے جھنڈے دی لاج رکھے" کالی کملی والی سرکار دانیاں اچھا ہوسے" وغیرہ وغیرہ (۹۱۶)

حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری علیہ نے ایک انٹرویو میں فرمایا "۱۹۳۶ء کے انتخابات حقیقتاً حق و باطل کا عظیم معرکہ تھے۔ کانگریس اور یونینسٹ پارٹی کا زور توڑنے کیلئے مسلم لیگ کے لیڈروں نے بڑا کام کیا، مجھ کو کانگریس کے حامی علماء کا قدم قدم پر مقابلہ کرنا پڑا اور بالخصوص دیوبند اور سارنپور (جو کانگریس کے حامی مولویوں کا گڑھ تھا) وہاں میرے ساتھ دورے میں فیض عام اتر کالج (میرٹھ) کے طلباء ہوتے تھے اور میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس محلے میں میرا جلسہ ہوتا تھا وہاں مساجد میں ان طلباء کے ذریعے صفائی کرانا، وضو کے لئے پانی بھروانا اور نماز سے فارغ ہوتے ہی نمازیوں کے جوتے سلیقے سے دروازے پر رکھ دینا، مسجد کی صفیں جھاڑ کر پھاڑ دینا، یہ ایک ایسا دلچسپ طریقہ تھا جس کو عام مسلمان پسند کرتے تھے اور تقریر میں نرمی کیساتھ اپنے مسائل پیش کرنا بہت مؤثر ثابت ہوا اور لوگوں کے ذہن سے یہ تاثر بھی زائل ہو گیا کہ مسلم لیگ بے دینوں کی جماعت ہے" (۹۱۷)

عظیم محمد حسین بدر پشٹی مرحوم کا بیان ہے "۱۹۳۶-۱۹۳۵ء کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن کی کنوینٹن کیلئے

جب حضرت قائد اعظم علیہ نے طالب علموں سے اپیل کی تو علی گڑھ یونیورسٹی کے اساتذہ اور طالب علموں نے انکیشن ممبر کے لئے مسلم لیگ کو مالی امداد بھی فراہم کی اور افرادی قوت بھی ۱۰۰ چھوٹے چھوٹے جتھوں میں ملک بھر کے الیکشن کے تمام حلقوں میں بٹ گئے اور اپنی جیب سے تمام اخراجات برداشت کر کے مسلم لیگ کے امیدواروں کو سو فیصد کامیاب کرایا، ان دنوں ہمارے ملقبہ پر دارالعلوم دیوبند، جامعہ ملیہ دہلی، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور تبلیغی جماعت کے کارکن کام کر رہے تھے، ان کے کیپٹنوں میں دارالعلوم دیوبند سے بچی پکاٹی حلوے اور پلاؤ کی دیکھیں گاڑیوں پر پہنچادی جاتی تھیں اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو پتے اور مونگ بھلی کھا کر کام کرنا پڑتا تھا۔

یکم نومبر ۱۹۳۵ء کو جناب مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ، جناب سید محمد محدث کچھو چھو علیہ، نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم کے ہمراہ تشریف لائے تو انہوں نے مسلم لیگ کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان میں قریب ہے، بہت باندھو، حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے فرمایا کہ دیوبند کو کانگریس اور بہرہ سیٹھ کی دولت پر مارا ہے اور ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد پر بھروسہ ہے کہ ہم اپنے نیک مقصد میں کامیاب ہوں گے، انہی دنوں افواہ عام تھی کہ بہرہ سیٹھ اور کانگریس کے فٹ سے پچھتر لاکھ روپیہ دارالعلوم دیوبند کو دیا گیا جو دو تہوں کو ہزاروں روپیہ پر مسلمانوں کے ضمیر خرید رہے ہیں، سات سات ہزار روپے فی ووٹ تک پیش کیا گیا، زمیندار اور نوائے وقت کے اخبارات کو بھی بھاری رقم پیش کی گئی، انہوں نے اس طرف دیکھا تک نہیں، دارالعلوم نعیمی کو تیرہ لاکھ کی پیش کش کی گئی، دارالعلوم مظہر العلوم بریلی کو پندرہ لاکھ روپے کی پیش کش کی گئی، ان سب اداروں نے ہندو کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا (۹۱۸) لیکن دارالعلوم دیوبند، ندوۃ اور جامعہ ملیہ دہلی (جو پہلے ہی ہندو کی گرانٹ سے چل رہے تھے) نے لاکھوں روپے کے عوض اپنی خدمات ہندو کو پیش کر دیں دارالعلوم دیوبند تو ان دنوں ہندو پر ویٹیکن کا ایجنسی بن چکا ہے۔ باب الظاہر کے سامنے قائد اعظم اور لیاقت علی خان کے

لے جلائے جاتے تھے، مولانا حسین احمد مدنی کو اگر کوئی سلام ^۱ دے گا تو جواب نہ دیتے، اگر جے ہند کتا تو اسے گلے لگیتے اور ساتھ یہ بھی کہتے کہ ہم پہلے ہند کے باسی ہیں

بعد میں مسلمان اور تم بھی اپنے دماغ میں اس بات کو سمجھ کرلو (۹۹) جے ہند

مخالفین پر گرفت

ضلع سرگودھا، جھنگ، فیصل آباد، میانوالی اور دیگر ضلع کے رڈس کی ایک کثیر تعداد سیال شریف کی نیاز مند تھی لیکن دوسری طرف اپنے دنیاوی مفاد کے لئے انگریز سے بھی ان کے دوستانہ تعلقات تھے، ۱۹۴۶ء کے انتخابات جنوں نے پاکستان بننے کا حتمی فیصلہ صادر کر دیا، بڑے نازک حالات میں منعقد ہونے والی یونینسٹ پارٹی جو پنجاب کو نوابوں، زمینداروں اور دیگر داروں کی ایک جماعت تھی اور انگریز کی وفادار تھی، اس میں نوائے اور نون پیش پیش تھے، انہوں نے بڑی کوشش کی کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کا مجاہد نشین اس الیکشن میں غیر ہمدرد رہے اور اپنے مصلحتی پر بیٹھ کر سب کے لئے دعا دیا کرے، ملک خضر حیات جو اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ یونینسٹ پارٹی کے لیڈر تھے ان کی اور دیگر نوابوں کی مستورات منت سماجت کرنے کے لئے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئیں انہوں نے عرض کی کہ ہم جی جتوں سے آپ کے نیاز میں ہیں آپ اگر ہماری امداد نہیں کرتے تو مخالفت نہ کریں نہ ہمیں بہت نقصان پہنچے گا، قبلہ حضرت صاحب نے ان سب کو نوک جواب دیا کہ پاکستان کی جنگ اسلام کی بقا اور ملت کی جنگ ہے، میں اس جنگ سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا بلکہ اپنی ہر چیز اس راہ میں قربان کر دیتا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ لوگوں کی سعادت مندی اسی میں ہے کہ آپ لوگ میرے ساتھ مل کر اس جنگ میں شریک ہوں، اگر آپ یہ چاہیں کہ پاکستان کا پرچم ہاتھ سے رکھ دوں تو یہ ناممکن ہے، میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن نبی کریم ﷺ کے دین کے جھنڈے

صوبائی انتخابات کے موقع پر سنی علماء و مشائخ نے مسلمانوں کے نام پیغام جاری کیا تھا کہ: ”آل انڈیا مسلم لیگ نے چند برس سے جو مساعی اسلامی حکومت یعنی پاکستان کے حصول کے لئے جاری کر رکھی ہیں، انہیں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب صدر آل انڈیا سنی کانفرنس سے لے کر ہندوستان کے ہزاروں مشائخین و علمائے اہلسنت کی عملی تائید حاصل ہے اور سنی کانفرنس کے اکابر علماء و مشائخین پوری قوت کے ساتھ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں اور اسلامی حیثیت سے کفار و مشرکین کے اندر مدغم ہو جانے کو کس طرح بھی روا نہیں رکھتے، کانگریس جماعت یقیناً مسلمانان ہند کے وجود ہی کو جدا گانہ حیثیت سے تسلیم نہیں کرتی اس نے اپنے زمانہ اقتدار میں کھلے بندوں مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت کی اور ناروا مظالم کئے نیز اس نے اپنی تمام تر کوششیں مسلمانوں کی حیات کے ختم و برباد کرنے میں صرف کیں، مسلمانوں کے لئے ان حالات میں کسی طرح بھی اس کے ساتھ مل کر کام کرنا اور کام بھی وہ جو مسلمانوں کی طاقت و شیرازہ کو منتشر اور ختم کر دے ناجائز ہے، بلاشبہ موجودہ انتخابات کی مہم اور اس کے نتائج اس کا ثبوت دیں گے کہ مسلمانان ہند اسلامی حکومت چاہتے ہیں یا نہیں سنل اسٹیج کے انتخابات میں جس طرح مسلمانوں نے مسلم لیگ کی حمایت کی اسی طرح صوبائی انتخابات میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کی امداد کرے اور اسے کامیاب بنائے، احرار و فاسکار، مسلم بورڈ“

ماہنامہ الایمان لاہور

کی انتظامیہ کو

تحریک پاکستان نمبر کی شاہ پر مبارکباد

منجانب، طلعت محمود صد بازار لاہور چھاؤنی

(شریف)

☆ مسلمانو وحدت ملت کو قائم رکھو اور مسلم لیگ کا ساتھ دو (حضرت پیر سید فضل شاہ سجادہ نشین جالبور شریف)

اسی موقع پر ضلع سنی کانفرنس بدایوں نے یہ تجویز پیش کی کہ یہ اجلاس اس امر پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتا ہے کہ حضرات مشائخ حین و علمائے اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام یعنی پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں مسلم لیگ کی پرورش حمایت فرما رہے ہیں اور مشرکین و نصاریٰ کے بالمقابل اسلامی احکام کا نشر و ابلاغ فرمانے میں اپنا فریضہ دعوت حق انجام دے رہے ہیں، یہ اجلاس یقین کرتا ہے کہ آنے والے (مقبول) اسمبلیوں کے (انتخابات میں بھی سابقہ (قوی اسمبلی کے) انتخابات کی طرح پورے اہمک کے ساتھ کانگریس کا مقابلہ کریں گے (۹۲۲)

☆ ۱۹۳۶ء کے انتخابات کے موقع پر مولانا فرید الدین (بھولی ضلع انک) نے مسلم لیگ کی پر زور حمایت کی اور دوسرے لوگوں کو بھی یہی تبلیغ کی، جب بعض کانگریسی ذہن کے مولوی قائد اعظم پر تنقید کرتے تو آپ فرماتے "اس وقت کفر اسلام کا مقابلہ ہے، قائد اعظم ایک مسلمان ہے اور اسلام کا نمائندہ ہے جبکہ گاندھی کافر ہے اور کفر کا نمائندہ ہے" اس لئے اس موقع پر قائد اعظم کا ساتھ دینا اسلام کا ساتھ دینا ہے اور گاندھی کا ساتھ دینا دانت یا نادانت طور پر کفر کا ساتھ دینا ہے (۹۲۳)

☆ ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کے عرس شریف کے موقع پر اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی نے سنی علماء کا موقف ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"کانگریس فتنہ عظیمہ ہے، وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے امتیصال کا ارادہ کر چکی ہے۔۔۔۔۔ ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تجویز سے بچانے کی سعی کرتے رہے اور اس کی اسلام دشمنی کا بے دریغ اظہار کرتے رہے۔۔۔۔۔ کانگریس اس بات کی مدی ہے کہ وہ تمام ہندوستان کی خود ہی نمائندہ ہے، اس باطل دعوے کی تائید کرنے کے لئے اس نے وہی مولوی

نیشنل مسلمانوں کی جماعتیں دراصل کانگریس کی بنائی ہوئی جماعتیں ہیں جو مسلمانان ہند کی سرپرستی کو مشرکین کے اشارہ سے ختم کرنا چاہتے ہیں، ہم تمام صوبوں کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایسے نازک موقع پر صرف مسلم لیگ کی حمایت کر کے اس کے امیدواروں کو رائے دیں (۹۲۱)"

مسلم لیگ کی حمایت کی تلقین

☆ ۱۹۳۶-۱۹۳۷ء کے انتخابات کے دوران مسلم لیگ کی جانب سے ایک اشتہار شائع ہوا تھا مقام اشاعت ڈیرہ اسماعیل خان (سول ملٹری پریس) اور عنوان تھا "حضرات صوفیائے کرام کا اعلان حق صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو" اس اشتہار میں سے بعض مشائخ عظام کے ارشادات یہاں نقل کئے جا رہے ہیں:

☆ مسلم لیگ نے حصول پاکستان کے لئے انتخاب لڑنے کا اعلان کر دیا ہے، اس لئے ہر مسلمان دل و جان سے مسلم لیگ کا ساتھ دے (حضرت دیوان سید آل رسول علی خان مدظلہ، آستانہ عالیہ اجیر شریف)

☆ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے (حضرت پیر لاڈلے حسین شاہ سجادہ نشین گلبرگہ شریف دکن)

☆ مریدان باصفا اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں (حضرت خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف)

☆ مسلمانوں کے ووٹ کے حقدار صرف مسلم لیگی نمائندے ہیں (حضرت سجادہ نشین دربار پاکیشن شریف)

☆ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دے (حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف)

☆ مسلمانو اس معرکہ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دو (حضرت مولانا سید غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ

صرف حاضر میں سوسن کی یہ خدمت ہے۔
نئی کروت بدلی ہے اور سند پانچویں صحت میں
جو جذبہ عوام و خواص میں پیدا ہو رہا ہے اسے اہل سنت
علمائے اہل سنت نے یہی نہیں کہ دور بیٹھ کر صرف سنا کر
کیا بلکہ ہماری جماعت کے محترم علماء مجاہدانہ حیثیت سے
اول تا آخر اس جذبہ کے محرک و موید بنے ہوئے ہیں اور
کانگریس جیسی ہندو جماعت کے مقابلہ پر دس سال کے طویل
زمانہ سے بے پناہ خدمات انجام دے کر کانگریس کی ہر تحریک
کو مردہ کر چکے ہیں، اپنی جماعت کے افراد کی خود ستائی مقصود
نہیں بلکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صرف ہمارے
طبقہ کے علماء و مشائخین ہیں جن کی مسلسل خدمت و سعی
سے مسلم لیگ اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آ رہی ہے، وہ
کون سا وقت ہے جس پر ہمارے افراد نے انتہائی قربانیاں نہیں
فرمائیں، مرکزی اسمبلی کے حلقہ انتخاب میں وہ کون سا رقبہ تھا
جہاں ہمارے افراد نے کاربائے نمایاں انجام نہیں دئیے اور
صوبہ جاتی انتخابی مضم میں بھی الحمد للہ صف اول میں موجود ہیں
اور کانگریس کو حلقہ جات انتخابات میں شکست دینے کیلئے
آل انڈیا کانفرنس سے تعلق رکھنے والا ہر بزرگ اپنی نہایت
بیش قیمت خدمات انجام دے رہا ہے، پس ان حالات و خدمات
سے ظاہر و عیاں ہے کہ سنی کانفرنس پاکستان اور مسئلہ
انتخاب میں الحمد للہ اپنا کام کر رہی ہے اور اس کی امانت قدر
شاس نگاہوں میں وزنی ہے۔ (۹۳۶)

ووٹ ڈالنے کے دو واقعات

۱۹۳۶ء میں جب مرکزی انتخابات ہوئے تو ہر طرف مسلم
لیگ اور پاکستان کا نعرہ تھا، شر شر، قصبہ قصبہ، قریہ قریہ مسلم
لیگ کی دھوم تھی اور مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان تھا۔ علاقہ
روہیل کھنڈ خصوصاً بریلی اور بدایوں میں مسلم لیگ کے علاوہ کوئی
آواز ہی نہ تھی، بدایوں کے علماء و عمائد مولانا عبداللہ بدایونی،
خواجہ غلام نظام الدین، (مولانا) ملا عبدالصمد مقتدری وغیرہ

حاصل کئے جنہوں نے خدا و رسول (جل جلالہ و تعالیٰ) سے
مداری کی تھی اور طبع زر میں آج مشرکین ہند کی زبان بنے
ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے دام ترور میں پھانسا چاہتے
ہیں، انتخابات کے موقعوں پر وہ مخالفین کا رد کرنے کی کوشش
کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تو ساتھ نہ دیں، کانگریس کی حمایت
کریں، کانگری امیدواروں کو کامیاب بنائیں، علمائے اہل سنت
مسلمانوں کو اس قریب کے جال میں پھنسا دیکھ کر صبر نہیں
کرتے، اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں اور ہماری
تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں
قائم ہیں کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ
چلیے ایکشن (نومبر ۱۹۳۵ء کے مرکزی ایکشن) میں ان کانفرنسوں
کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی، سنی
کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں، اس وقت (فروری
۱۹۳۶ء) میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لئے (ہم پھر
سہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے
نعرے ہوئے امیدوار کو، کانگریس کی حامی جماعتوں جمیعت علماء
ہند دیوبندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا
کر رہی ہے، اس کے علاوہ ازار و خاکسار یونیٹ وغیرہ جن
سے کانگریس کو مددیں پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہوا خوری
میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مسلمان ہرگز ان کی
قریب کاری میں نہ آئیں۔ (۹۳۳)

اسی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر الا فاضل
مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ نے فرمایا "ایکشن کے معاملہ
میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا
جائے، ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ
رہے ہیں، رضائے الہی کے لئے انجام دیتے ہیں۔۔۔۔۔ اس کے
بعد آپ نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت واضح اور مدلل تقریر
فرمائی اور بتایا کہ پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے
ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت
مبارکہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو (۹۳۵)

سنی کانفرنس پچھونڈ ۸ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ سے خطاب
کرتے ہوئے مولانا سید شاہ مصباح الرحمن صاحب نے فرمایا۔

عبد اللطیف فاروقی قوم پرست تھے جنہیں ۶۰۶ ووٹ ملے تھے
مسلم لیگ کے امیدوار اکثریت سے کامیاب ہوئے (۱۹۴۹)

سول نافرمانی میں حصہ

پروفیسر محمد ایوب رضوی رقمطراز ہیں ”محلاتی سازشوں نے
(۱۹۴۶ء میں) مسلم لیگ کو حکومت بنانے سے محروم کر کے خضر
حیات خان ٹوانہ کو اقتدار بخش دیا۔ اس پر پورے پنجاب میں
احتجاج کی ایک نئی لہر اٹھی، امرتسر سرپا احتجاج بن گیا۔۔۔۔۔
انہی دنوں نواب افتخار حسین ممدوٹ، میاں ممتاز دولتانہ،
شوکت حیات خان اور مولانا عبدالستار خان نیازی جیسے لوگ
امرتسر آئے اور ان کی تقاریر سننے کا اتفاق ہوا جو جوش و
جذبے سے لبریز تھیں“ (۱۹۴۰ء)

۷ مارچ ۱۹۴۶ء کو بیرون موچی دروازہ لاہور کے ایک
جلد سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خان نیازی نے
ایک طویل تقریر میں مولانا (ابوالکلام) آزاد کی سازشوں اور
کانگریس یونینسٹ گٹھ جوڑ کے منصوبوں کو تشدد اذہام کیا
اور کہا کہ ہندو چند غدار مسلمانوں کی امداد سے ہم پر حکومت
کرنے کے خواب سے جتنی جلدی دستبردار ہو جائیں اتنا ہی
ان کے حق میں اچھا ہوگا، آپ نے ملک خضر حیات ٹوانہ کو
متنبہ کیا کہ وہ غیر مسلموں کے ہاتھ میں کھیل کر صوبے کی مسلم
آبادی کے مفاد کو تباہ نہ کریں (۱۹۴۱ء)

۱۹۴۶ء کے دوران جب کانگریس عقیدے کے لوگوں نے
پاکستان کی مخالفت میں سرگرمیاں تیز کر دیں تو حضرت مولانا
مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ نے پنجاب کے طویل دورے کر کے
تمام حقہ علماء کو قرار داد پاکستان کی تائید پر متحد کیا اور بہت
وسیع پیمانے پر آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کی، متحدہ پنجاب
میں سر خضر حیات خان کی کانگریس نواز حکومت کے خلاف
مسلمانوں نے جو اپنی ٹیشن کی تھی، اس میں بھی حضرت مولانا
مفتی احمد یار خان نعیمی کے بہت سے مریدوں، شاگردوں اور
معتقدوں نے گرم جوشی سے حصہ لیا تھا (۱۹۴۲ء)

نے بڑا کام کیا، قصبہ اوجھیلیانی میں چوہدری حاجی شمس
الدین، مولوی ابوالحسن، مفتی شمس الدین، سید شیداعلی، شیخ
شوکت علی، ریاض الدین، شیخ عبدالرحیم وغیرہ مسلم لیگ تحریک
کے سرگرم رکن تھے، قصبہ اوجھیلیانی میں مسلمان اقلیت
میں تھے اور مسلمانوں کے غالباً سترہ ووٹ تھے، مسلمانوں کے
پندرہ ووٹ مسلم لیگ کو ملے، ایک صاحب ڈاکٹر محمد اسحق
نے اپنا ووٹ استعمال نہیں کیا، آخری ووٹ مفتی احمد یار
خان مدظلہ کا تھا اور وہ اوجھیلیانی میں موجود نہ تھے مگر ان کے
آنے کی خبر گرم تھی، پولنگ کا آخری وقت ۵ بجے تھا،
ساڑھے چار بجے کی گاڑی سے مولانا احمد یار خان پہنچ گئے اور
الٹیشن سے سیدھے پولنگ اسٹیشن (میونسپل بورڈ آفس) گئے اور
مسلم لیگ کو ووٹ دیا، مسلمانان اوجھیلیانی کے چہرے فرط
سرور سے چمک اٹھے اور لوگ مولانا کو بصورت جلوس گھر
لائے، سب کو احساس تھا اور اعتراف تھا کہ مولانا محض ووٹ
ڈالنے کی غرض سے اتنا طویل سفر طے کر کے آئے ہیں (۱۹۴۷ء)

اسی فیصلہ کن الٹیشن میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد
مصطفیٰ رضا خان قدس سرہ نے بریلی میں مسلم لیگ کے
امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا، لیگی رضا
کار انہیں جلوس کی شکل میں مفتی اعظم پاکستان کے نعروں لگاتے
ہوئے واپس آستانہ رضویہ تک لائے۔

حضرت مولانا قدس علی خان مدظلہ، پیر جو گوٹھ سندھ
فرماتے ہیں ”حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز غالباً ۱۹۴۶ء
کے الٹیشن میں جس میں کانگریس اور مسلم لیگ کا سخت مقابلہ تھا
اور یہ فیصلہ ہوتا تھا کہ پاکستان بنے یا نہیں؟ اس میں اول
ووٹ حضرت کا ہوا، امیدوار عزیز احمد اینڈوکیٹ تھے، عزیز
احمد خان مسلم لیگ کی طرف سے تھے اور ووٹ ڈالنے کے
بعد حضرت کو جلوس کی شکل میں مسلم لیگ کے رضا کار مفتی
اعظم پاکستان کے نعروں کے ساتھ آستانہ شریف پر واپس لائے
(۱۹۴۸ء)“

یہ واقعہ فروری ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات کا ہے جس میں
بریلی، پہلی بحیثیت شری حلقے میں مولوی عزیز احمد خان مسلم لیگ
کے امیدوار تھے، انہیں ۱۱۵۳۱ ووٹ ملے، ان کے مقابل

صوبہ سرحد کا ریفرنڈم

امام المہتمم مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ مولانا مفتی محمد برہان الحق رحمہ اللہ نے ایک انٹرویو میں فرمایا (صوبہ سرحد کا) ریفرنڈم بڑے جوش و خروش سے لڑا گیا تھا، مجھے خاص طور پر علماء کے اس وفد میں شرکت کی دعوت دی گئی، مسلم لیگ کی جانب سے مولانا صیغت اللہ، مولانا عبدالخالق بدایونی اور دیگر نامور علماء نے مشترکہ طور پر صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور پاکستان کے قیام کی افادیت عوام کو ذہن نشین کرائی، الحمد للہ ریفرنڈم کھدر کا کرتہ اور کھدر کی ٹوپی پہننے والے ہار گئے اور سبز پلائی پرچم والے تائبہ الٰہی سے یہ ریفرنڈم جیت گئے جبکہ کانگریس اور اس کے حامی عناصر کے پاس مسلم لیگ سے کہیں زیادہ وسائل تھے اور اثر و رسوخ بھی بہت زیادہ تھا۔“

مولانا سے ریفرنڈم کے دوران کسی مزاحمتی کوشش کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ”خدا کا شکر ہے کہ ہم بڑے عزم و دلولے کے ساتھ طوفانی دورے کرتے رہے“، پشاور کے جلسہ عام میں میں نے ایک لہراتے ہوئے جھنڈے کو دیکھ کر حاضرین سے کہا، ”جس صوبے میں ۹۵ فیصد سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے اور وہاں مسلمان غیور بھی ہیں اور اسلام کے شیدائی بھی وہاں ہمیں اپنے سروں پر غیر مسلم تحریک کا پرچم لہراتے ہوئے دیکھ کر ندامت بھی ہو رہی ہے اور افسوس بھی“ لوگوں نے اس صاف گوئی کا بڑا اثر قبول کیا۔“

مولانا نے کہا "اس کے بعد لوگوں کے جو وفود ہم سے ملنے آئے انہیں عجیب طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا رکھا گیا تھا جب مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کی تحریک کا اصل مقصد

اور پاکستان کا مقصد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ انہیں دشمن
نہیں کرایا گیا تو وہ جو ق در جوق سبز ہلالی پرچم تلے اکٹھے
ہوتے چلے گئے ، ریفرنڈم کی کامیابی نے حالات کا نقش بالکل
پلٹ کر رکھ دیا ” (۹۳۶)

جوہر دکھاتے "لوگو دیکھو جنم کا رنگ سرخ ہے" رنگ کے شعلے سرخ ہیں "انگریز کامنٹ سرخ ہے" بندر کا چہرہ سرخ ہے" تباہی پانے والی آمدنی کا رنگ بھی سرخ ہے" اور کفر کے صندوق کا بھی رنگ سرخ ہے جو اس سرخ صندوق میں دھت ڈالے گا وہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا" اس کے مقابلہ میں چین زار سبز ہیں "روضہ مبارک کا رنگ سبز ہے" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جبہ اور حضرت حسین کے علم کا رنگ سبز ہے "مسلم لیگ کے پرچم کا رنگ بھی سبز ہے اور اہل اسلام کے صندوق کا رنگ بھی سبز ہے جو اس سبز رنگ کے صندوق میں دھت ڈالے گا وہ بہشت کے سبز رنگ چانوروں کے ساتھ بہشت میں خوشی سے پرواز کرے گا" (۹۳۸)

پولنگ کا نتیجہ نکلا تو پاکستان کے حق میں ۲۸ لاکھ نوٹیار اور ہندوستان کے حق میں ۸۷۳ ووٹ پڑے (۹۳۹)

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ اس ریفرنڈم کو ایک چیلنج کی حیثیت سے قبول کرتے ہوئے صوبہ سرحد میں جا پہنچے "حضرت پیر صاحب زکوٰۃ شریف" حضرت پیر صاحب بانگی شریف جیسی جلیل القدر شخصیات کے ساتھ مل کر آپ نے اس صوبہ کے تمام شہروں کے طویل دورے کئے "بیسویں اجتماعات سے خطاب فرمایا" پاکستان کی اسلامی اہمیت اور اس کا نظریاتی مقام بیان کیا "نتیجہ یہ نکلا کہ سرحد کے عوام کانگریسی اور سرخپوش رہنماؤں کے سحر سے آزاد ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے پانہ پاکستان اور مسلم لیگ کے حق میں پلٹ گیا (۹۳۷)

صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے لئے کانگریس کے صندوقچہ رنگ سرخ اور مسلم لیگ کے صندوقچہ کا رنگ سبز رکھا گیا۔ ان سرخ اور سبز کے الفاظ سے فائدہ اٹھا کر پیر (عبد اللطیف) صاحب زکوٰۃ شریف کچھ جلسوں میں اپنی خطابت کے یوں

ارشاد امام احمد رضا رحمہ اللہ

شادی کے گانے باجے

عرض۔ حضور نوشہ کا وقت نکاح سرا باندھنا نیز باجے گانے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟
ارشاد۔ خالی پھولوں کا سراجائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول میں سب ناجائز و حرام ہیں (الملفوظ حصہ اول صفحہ ۵۰)

بزرگوں کے اعراس میں افعال شنیعہ

عرض۔ حضور! بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟
ارشاد۔ بلاشبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توبہ کم فرما دی ورنہ پہلے جس قدر فیوض ہوتے تھے اور اب کہاں؟ (الملفوظ حصہ سوم صفحہ ۵۹)

فون نمبر

۹۳۰۴۷۶۱

شفیق بک سنٹر
چوک گڑھی شاہو لاهور

آپ کی آمد کے منتظر

ایک الزام کا جواب

جمعیت علماء اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ قیام پاکستان کے مخالف ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ نورانی میاں کی پارٹی کے لوگ تو مسلم لیگ پر کفر کے فتوے لگا رہے تھے، یہی لوگ ہیں جنہوں نے قائد اعظم کو کافر کہا، یہ سب خرافات انکی ہی کھی ہوئی ہیں اور ہمارے سر تقویٰ کر ہمیں بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (۹۳۳)

جناب ابن مسعود ہاشمی، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ پر الزام لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خان صاحب ایک متنازعہ شخصیت ہیں، راہنمایان قوم، درویشان ملت اور تحریک پاکستان کے قائدین و آپ نے نام یہ نام کافر قرار دیا اور ”مسلم لیگ“ کی مخالفت پر ایک رسالہ قلمبند کیا، اندر میں حالات مولانا موصوف کی تحریروں اور ادب پاروں کو پاکستان میں شامل نصاب کرنا ہم تحریک پاکستان سے بے وفائی سمجھتے ہیں۔“ (۹۳۴)

الزام لگانے والے یہ حضرات عالم دین اور خدام اہل دین تصور کئے جاتے ہیں لیکن یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ ان مناصب پر فائز ہونے کے دعویدار افراد بھی جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیتے ہیں حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کے اکابرین کے امام مسٹر گاندھی تھے اور جماعت ہندو کانگریس، ہندوؤں اور ہندو پرست مولویوں کو سنی علماء و مشائخ نے سیاسی محاذ پر شکست فاش دی، پہلے معترض مولوی سعید الرحمن کے بیانات سابقہ صفحات میں نقل کئے جا چکے ہیں جن میں انہوں نے کانگریسی مولویوں کے گمن گائے ہیں ابوالکلام آزاد کو شہ ہوائے کفر پر بانی پاکستان حضرت قائد اعظم رضی اللہ عنہ پر گرفت کی ہے اور سقوط ڈھاکہ کو مشہور و معروف کانگریسی رہنما مولوی حسین احمد دیوبندی کی کرامت بتایا ہے، جہاں تک احسان انبی ظہیر کی کتاب البریلویت کا تعلق ہے تو اس کا جواب علامہ عبدالکلیم شرف قادری صاحب پہلے ہی دے چکے ہیں (۹۳۵)

آج کل کانگریسی مولویوں کی جانب سے یہ بے بنیاد پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ سنی بریلوی علماء و مشائخ تحریک پاکستان کے مخالف تھے اور انہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح رضی اللہ عنہ اور مسلم لیگی لیڈروں پر کفر کے فتوے لگائے، مولوی سعید الرحمن علوی رقمطراز ہیں

”مسلم لیگ کے مرنی و سرپرست مولانا اشرف علی تھانوی کے بعض کے سبب بعض کافر گروں نے مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کو بھی کافر کہا۔“ (۹۳۶)

فتی عبدالرحمن صاحب نے بالکل واضح الفاظ میں دعویٰ کیا ہے کہ ”ایک طرف تو حضرت (اشرف علی) تھانوی اور ان کے مخلصین کی جماعت اللہ کے دین کا بول بالا کرنے اور مسلمانوں کی دینی دنیاوی فلاح کی غرض سے مسلم لیگ والوں کی صحیح معنوں میں مسلمان بنانے میں مصروف تھی اور دوسری طرف خود حضرت تھانوی کو کافر قرار دینے والا بریلویوں کا فتویٰ لوگوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا اور مسلم لیگ والوں کو بے دین ثابت کیا جا رہا تھا، یہاں تک کہ قائد اعظم تک کو کافر کہا جا رہا تھا تاکہ کسی طرح لوگ مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں۔“ (۹۳۷)

احسان الہی ظہیر صاحب کے خیال میں یہ فتوے انگریزوں کی حکومت کو استحکام بخشنے کے لئے دئیے گئے تھے:

”جناب احمد رضا تو تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے، ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر و مرتد ہونے کے فتوے جاری کئے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار کے ہاتھ مضبوط کئے۔“ (۹۳۸)

مولوی غلام اللہ خاں نے ایک انٹرویو میں بتایا:

”جمعیت علماء پاکستان والے علماء دیوبند بالخصوص

افراد دنیسے ہیں جنہوں نے کسی موقع پر بھی دین کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا، اس کے برعکس دوسروں نے ہمیشہ من حیث الجماعت قوم اور دین کا سودا کیا، وہ لب کوڑ سے لب گنگا پر پھسل گئے، ہماری جماعت سے کوئی ایک فرد بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا، جس نے کسی غیر مسلم کو ”روح عظیم“ کہا ہو یا اسے اپنی مساجد مدارس اور مذہبی دینی مجالس میں بلا کر عزت کا مقام دیا ہو“ (۹۳۹)

انصاف کی بات یہ ہے کہ دو تین کو چھوڑ کر، سب سنی علماء و مشائخ نے مسلم لیگ کی حمایت کی اس لئے ان کے متعلق یہ کہنا صریحاً زیادتی ہے کہ

☆ مسلم لیگ کی مخالف سیاسی جماعتوں میں سے جس قدر مخالفت بریلویوں نے کی ہے، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے (۹۵۰)

☆ سب سے بڑا مجبوت یہ ہے کہ نورانی پارٹی یا انکے اسلاف قیام پاکستان کے حامی تھے، جس پارٹی کا نام جمعیت العلماء پاکستان ہو، پاکستان سے قبل وہ کیسے موجود ہو سکتی ہے“ (۹۵۱)

☆ ”جمعیت علماء پاکستان“ قیام پاکستان کے وقت موجود نہ تھی اور نہ اس امر کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ اس کے موجودہ قائدین مثلاً مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار نیازی، شاہ فرید الحق، ظہور الحسن بھوپالی وغیرہ کا تحریک پاکستان سے کسی قسم کا کوئی تعلق تھا، اس کتب فکر کے صرف ایک نامور عالم دین حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی نے البتہ مسلم لیگ کی حمایت کی تھی لیکن یہ ان کا ذاتی فعل تھا اور جس طرح دیوبندی علماء کرام میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی پاکستان کے لئے غیر مشروط حمایت بلکہ کوشش کو پورے دیوبندی کتب فکر پر لاگو نہیں کیا جاسکتا جو اپنی سیاست کے لئے جمعیت علماء ہند کو پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کرتا تھا، اسی طرح مولانا عبدالحامد بدایونی کی پاکستان کے لئے تائید و حمایت تمام بریلوی علماء کو تحریک پاکستان کے حامی یڈر نہیں بنا سکتی“ (تیم اختر) (۹۵۲)

اس میں شک نہیں کہ جمعیت علماء پاکستان تقسیم ہند

البتہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے متعلق گزارش یہ ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی طرح ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا تھا (۹۳۶)

اور تحریک خلافت و ترک منوالات کی مخالفت کی تھی (۹۳۷)

ان کے بعض معتقدین انہیں مسلم لیگ کا حامی اور بعض مخالف قرار دے رہے ہیں (۹۳۸)

تاہم مفتی عبدالرحمن کی طرح ہم انہیں ”قوی نظریہ اور پاکستان کا بانی تسلیم کرنے کے حق میں نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ سنی علماء نے منسوب بعض ایسی کتابیں موجود ہیں جن میں مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کے خلاف نامناسب الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور جن کے حوالے دے دے کر یہ غلط فہمی پھیلائی جا رہی ہے کہ سنی علماء و مشائخ کا نقطہ نظر وہی تھا جو ان کتب سے مترشح ہوتا ہے حالانکہ یہ تاثر صحیح نہیں، سنی اکابرین بحیثیت جماعت کے ان مصنفین کے ساتھ متفق نہیں تھے، ان محبین قوم نے مذکورہ کتب کے مندرجات سے اعلانہ اپنی برات کا اظہار فرمایا جبکہ جن کافر سنی مولویوں نے بحیثیت جماعت کے تحریک پاکستان کی کھل کر مخالفت کی، مسلم لیگ اور ان کے لیڈروں پر فتوے لگائے، یہی مقررین آج بھی ان سے متفق ہیں اور ان کی مذمت کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے، یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ گفتی کے چند سنی علماء نے اگرچہ مسلم لیگ کی مخالفت کی تھی لیکن خود یہ اور دیگر سب حضرات میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے کانگریس کی حمایت اور مشرکین ہند کی مدد سرائی کی ہو، ہندوؤں کی موجودہ ظالم و جابر حکومت میں زندگی بسر کرنے کے باوجود بھی بریلی شریف کے سجادہ نشین مولانا ریحان رضا بریلوی نے ایک انٹرویو میں اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے ڈنگے کی چوٹ پر فرمایا کہ ”ہمیں فخر ہے کہ ہماری جماعت نے قوم کو ایسے

بعد وہ میں آئی لیکن ۔۔۔ سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے لیڈر اور کارکن مسلم لیگ کے مخالف تھے، سنی مسیحی حضرات کی تنظیم کا نام ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ تھا جو امام رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت فاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ کی قیادت میں تھی۔ اس سے لیکر قیام پاکستان تک دو قوی نظریہ کی نشوونما کے کام کرتی رہی، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سنی مسیحی و مشائخ میں سے صرف مولانا عبدالحامد بدایونی رحمہ اللہ نے مسلم لیگ کی حمایت کی تھی تو اس الزام کا جواب پیش نظر مقالہ میں دیا ہے۔

مسلم لیگ اور اس کے قائدین سے اختلاف کرنے والوں میں صرف ایک معروف عالم دین حضرت مولانا حشمت علی خان کا نام لیا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا، اس سے عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا علمی خیانت ہے، مولانا محمد امجد شاہ رقمطراز ہیں:

”آج کل کچھ لوگ مولانا حشمت علی خان پٹلی بھیجی کی ایک کتاب کا بہت تذکرہ کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک بریلوی عالم نے پاکستان بنانے کی مخالفت کی تھی، میں یہاں اس تاریخی حقیقت کو بے غور کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا حشمت علی خان نے اس کتاب سے رجوع کر لیا تھا۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ مولانا حشمت علی خان میرے والد (مفتی محمد امجد شاہ صاحب) کے بہت عزیز دوست تھے اور انہیں ہمیشہ بھائی کی طرح پکارتے تھے لیکن جب انہوں نے مسلم لیگ کی مخالفت کی تو تمام سنی علماء نے متفقہ طور پر ان کا بائیکاٹ کیا۔“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ کے صاحب زادے قبلہ مفتی اعظم ہند (محمد مصطفیٰ رضا خان) سے اس حد تک ناراض تھے کہ انہوں نے مولانا حشمت علی سے ملنا بھی بند کر دیا تھا اور انہیں بریلی شریف میں قید کے موقع پر تقریر کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی اب اس کی کیفیت یہ ہوگئی تھی کہ وہ بریلی شریف جاتے تو

مزار شریف پر حاضری دے کر خاموشی سے واپس چلے جاتے۔ اس بائیکاٹ میں میرے والد محترم بھی شریک تھے کیونکہ اس وقت موقع ایسا تھا کہ تمام دیوبندی مولوی تحریک پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے اور اس کے برعکس تمام سنی علماء و مشائخ حصول پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے، مولانا حشمت علی خان کی مسلم لیگ پر تنقید کا جواب میں والد صاحب کے ۵۰، ۶۰ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ”رضوی تیشہ بر خفائے شیر بیشہ“ ہفتار سوالات برصاحب چارہ جہالات، لکھی۔۔۔ مولانا حشمت علی نے (میرے والد کی) پوری کتاب میری منوجوگی میں پڑھی اور پھر اگلے روز وہ والد صاحب کو ملنے کے لئے تشریف لائے، اس موقع پر میں بھی موجود تھا۔ تھوڑی دیر تک بحث و تمحیص کے بعد مولانا حشمت علی خان تحریری طور پر اپنی کتاب سے رجوع کرنے پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے معافی نامہ لکھ کر دیدیا۔“ (۹۵۳)

ہمارے کرم فرما دارالعلوم حزب الاحناف کے فارغ التحصیل مولانا محمد طیب دانا پوری کی کتاب ”تجانب اہل سنت“ کا تذکرہ کچھ اس انداز سے کرتے ہیں گویا کہ یہ سنی دنیا کی متفق علیہ کتاب ہے، حالانکہ حقیقت سے اس کا دور کا تعلق بھی نہیں، حزب الاحناف لاہور کے متمم علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

”اتنی بات درست ہے کہ اس کتاب کے مولف مولوی محمد طیب دانا پوری، حزب الاحناف ہند کے فارغ التحصیل ہیں مگر انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، بریلوی مکتبہ فکر کے علماء نہ اس کے مؤید ہیں اور نہ اس کے تمام مندرجات کو صحیح و درست مانتے ہیں مگر اس کے باوجود، تجانب

کے حوالوں سے علماء بریلی کو بدنام کرنے کی سعی مذموم کی جاتی ہے۔“ (۹۵۴)

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب تحریر کردہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۳ء میں تحریر فرماتے ہیں:

”تجانب اہل السنہ“ کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے لہذا اہل سنت کے

سلسلہ میں آگے چل کر یہ بھی کہا کہ ان کے علاوہ خواجہ قمر الدین سیالوی، پیر صاحب گولڑہ شریف، دیوان آل رسول آف امیر، مولانا احمد سعید کاکھی، شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی، پیر صاحب ناگی شریف اور پیر بھر چونڈی شریف بھی ہمارے اکابرین میں شامل ہیں اور ان میں کسی نے بھی حضرت قائد اعظم، علامہ اقبال اور دوسرے مسلم لیگی زعماء کو کبھی کافر اور مرتد نہیں کہا، نورانی میاں کا کہنا تھا کہ ہم یہ زبان استعمال ہی نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ ہم اور ہمارے اکابر تو ہمیشہ سے دوقوی نظریہ کے مؤید اور مسلم لیگ کے حامی اور حمایتی رہے ہیں، اس لئے ہماری یا ہمارے بزرگوں کی جانب سے قائد اعظم اور علامہ اقبال کی اہانت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ (۹۵ء)

امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے مسلم لیگ کے خلاف کوئی کتاب لکھی ہے یا اس کے لیڈر وں پر فتوے لگائے ہیں، سراسر کذب بیانی اور من گھڑت الزام ہے، الزام لگانے والے کو غالباً یہ بھی معلوم نہیں کہ فاضل بریلوی ۱۹۲۱ء میں فوت ہوئے تھے جبکہ اس وقت مسلم لیگ دوقوی نظریے کی حامی نہیں تھی اور یہ فاضل بریلوی رحمہ اللہ ہی تھے جنہوں نے اس وقت مسٹر گاندھی اور ہندو پرست مولویوں کے غیر شرعی قلعہ متحدہ قومیت اور ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فتویٰ دیکر دوقوی نظریہ کو اجاگر کیا اور رام راج کے منصوبے کو خاک میں ملادیا۔ اسی (جرم) کی وجہ سے گاندھی قلعہ کے پرستار مولویوں نے اس وقت بھی امام موصوف پر جھوٹے الزامات لگا کر بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی اور آج بھی کانگری خیالات کے حضرات اپنے بزرگوں کی اسی سنت پر عمل پیرا ہیں

مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بریلوی علماء کی طرح علماء دیوبند کو بھی مولوی حسین احمد دیوبندی، ابوالکلام آزاد، مفتی کفایت اللہ، مولوی احمد علی لاہوری، مولوی عبید اللہ سندھی، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی، مفتی محمود اور ان کے جمنوا کانگری مولویوں کا

مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے، سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں۔“ (۹۵ء)

مولانا غلام رسول صاحب سعیدی رقمطراز ہیں ”مولانا طیب صاحب ہمدانی مصنف ”تجانب اہل سنت“ علمی اعتبار سے کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہیں، وہ مولانا حشمت علی کے داماد تھے اور ان کا مبلغ علم فقط اتنا تھا کہ وہ شرقپور کی ایک چھوٹی سی مسجد کے امام تھے اور بس، ”تجانب اہل سنت“ میں جو کچھ انہوں نے لکھا، وہ ان کے ذاتی خیالات تھے، اہل سنت کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے بنارس کانفرنس میں قرار داد قیام پاکستان منظور کر کے مولانا حشمت علی کے سیاسی افکار اور ”تجانب اہل سنت“ کے مندرجات کو عملاً رد کر دیا تھا، لہذا سیاسی نظریات میں ایک غیر معروف مسجد کے غیر معروف امام اور غیر مستند شخص کے سیاسی خیالات کو سوا قائد اعظم اہل سنت پر لاگو نہیں کیا جاسکتا نہ یہ شخص ہمارے لئے حجت ہے اور نہ اس کے سیاسی افکار۔“ (۹۵ء)

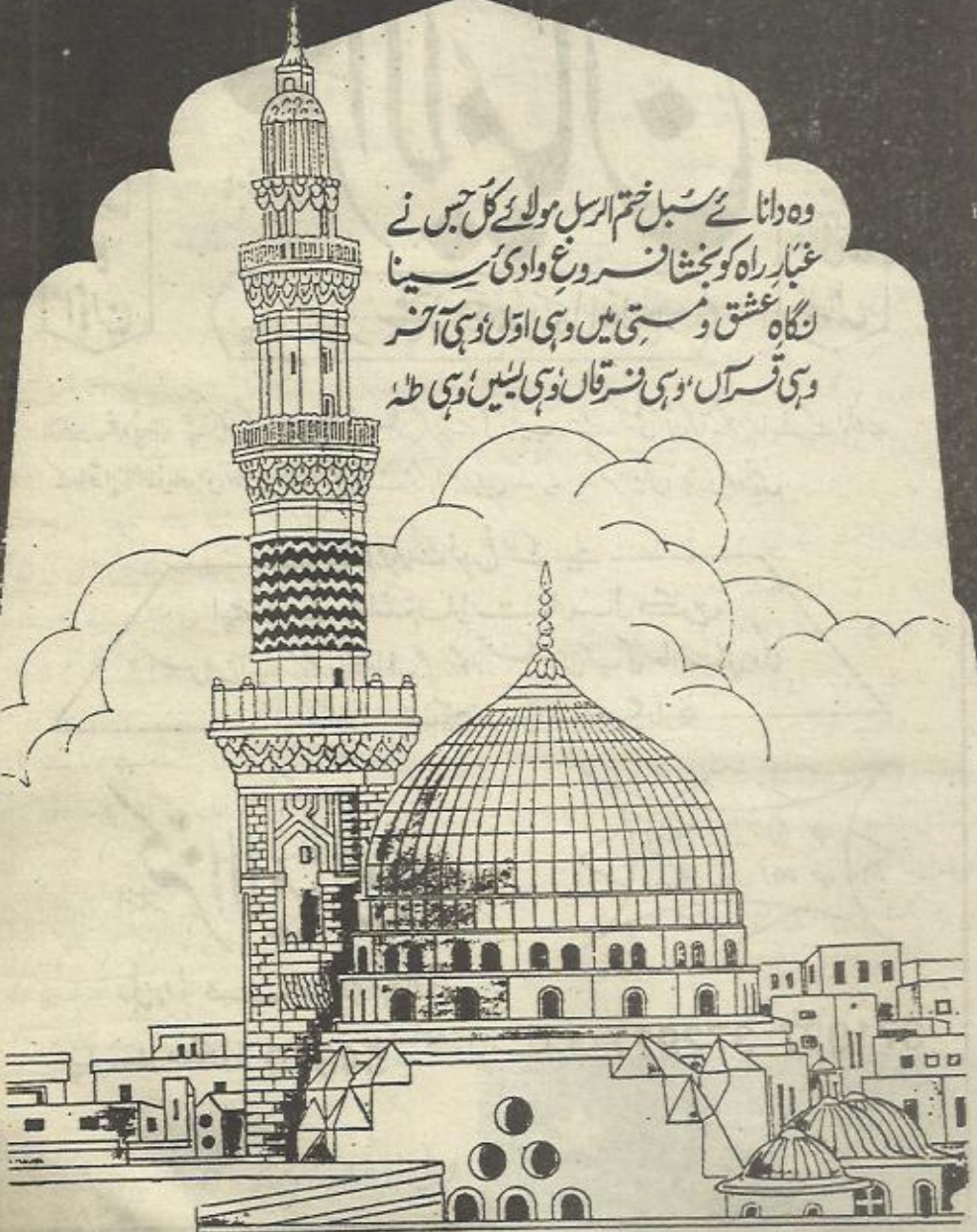
آخر میں ہم مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی کے اثر و یو کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو موضوع زیر بحث کے متعلق حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے:

”مولانا شاہ احمد نورانی سے سوال کیا گیا کہ بعض اخبارات میں اس قسم کا مواد شائع کیا جا رہا ہے جس میں قائد اعظم، علامہ اقبال اور دوسرے مسلم لیگی قائدین کو مرتد اور کافر کہا گیا تھا اور یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ اس قسم کا فتویٰ صادر کرنے والے آپ کے اکابرین میں شامل ہیں، مولانا نورانی میاں نے جواب میں اس بات کی نفی کی اور کہا کہ ان کے اکابرین نے کبھی قائد اعظم، علامہ اقبال اور مسلم لیگی قائدین کو کافر اور مرتد نہیں کہا بلکہ اس کے برعکس ان کے اکابرین نے دوقوی نظریہ، تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی کھلم کھلا اور پر جوش و پر زور انداز میں حمایت کی اور اس سلسلہ میں مولانا عبدالخالق بدایونی اور مولانا ابوالحسنات قادری کا خاص طور پر نام لیا جو تحریک پاکستان میں پیش پیش تھے، انہوں نے اس

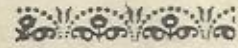
کر کے ان کی مذمت میں بیان جاری کر دینا چاہیے تاکہ پاکستانی عوام کو یقین ہو جائے کہ یہاں کے سب علماء نظریہ پاکستان کے حامی اور کانگریس مولویوں کے نظریات سے بیزار ہیں۔

’نہو‘ پیدل وغیرہم سے تعلق‘ متحدہ قومیت کے غیر شرعی فلسفے کی تبلیغ‘ علامہ اقبال‘ قائد اعظم محمد جناح اور دیگر مسلم لیگی رہنماؤں پر لگائے گئے فتوے‘ نازیبا الزامات اور مشہورانہ رویہ سے اپنی برات کا اعلان

وہ داناے سبیل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فرخِ وادی سینا
لنگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آتش
وہی قسراں وہی فسقاں وہی یسین وہی طہ



فائدہ عظیم اور مشران مجید



پہلی چیز جو میرے لئے اس روحانی کرب کا باعث ہوئی وہ جماعت اسلامی کے موجودہ امیر میاں طفیل محمد صاحب کی پیش کردہ تثلیث تھی۔۔۔۔۔ یعنی یہ کہ ایک جداگانہ مملکت کا خیال اقبال نے دیا۔ پاکستان کا نظریہ مودودی صاحب نے عطا فرمایا اور محمد علی جناح رحمہ اللہ نے اس کے مطابق ایک مملکت حاصل کر لی۔ اس قسم کی ایک تثلیث عیسائیوں نے بھی متشکک بن گئی تھی۔۔۔۔۔ یعنی باپ 'بیٹا' اور روح القدس۔۔۔۔۔ شرع میں تو یہ اقوام ثلاثہ برابر کی حیثیت رکھتے تھے لیکن رفت رفت ہوا یہ کہ باپ اور روح القدس بیٹے میں طول کر گئے اور میراثیت کا۔۔۔۔۔ بلکہ یوں کہہیے کہ ساری دنیا کا مدار علیہ حضرت مسیح ہی رہ گئے۔ اس جدید تثلیث کے پیش کرنے والے جس بری طرح سے پہلے تحریک پاکستان کے اور اب مملکت پاکستان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس کی روشنی میں یوں نظر آتا ہے کہ رفت رفت اس مثلث کے چھوٹے دونوں ضلع۔۔۔۔۔ یعنی اقبال رحمہ اللہ اور جناح رحمہ اللہ ختم کر دیئے جائیں گے اور ان کے معزز مقتدی۔۔۔۔۔ مودودی صاحب۔۔۔۔۔ خط مستقیم بن کر بانی پاکستان کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آجائیں گے تاریخ میں اس قسم کی تنسیخ و تحریف کوئی نیا واقعہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ واقعہ جس نے میرے اس کرب کو شدید ترین درد میں ڈال دیا۔ مودودی صاحب کا یہ ارشاد گرامی تھا کہ "قائد اعظم کا پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کا دعویٰ بھی محض فraz اور فریب تھا مجھے الم انگیز کرب اس احساس سے تھا کہ یہ بانیکار ایسا چھوٹے سنے کے لئے زندہ کیوں رہا؟ اس سے پہلے ہی اس کا خاتمہ

پہلے سال اور اس پر مختلف عوارض کے ہجوم نے پہلے ہی متصل کر رکھا تھا جو گزشتہ دنوں مسلسل بخار کی شدت نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ اور نقاہت اس قدر بڑھ گئی کہ تھوڑے سے وقت کے لیے بات چیت کرنے کی ہمت نہ رہی۔ جسمانی کوفت تو تھی ہی لیکن اس دوران میں دو ایک باتیں ایسی نظروں سے گزریں جنہوں نے انتہائی روحانی کرب پیدا کر دیا سوچتا تھا کہ اگر تھوڑی سی سکت بھی پیدا ہو جائے تو میں کم از کم اپنی ایک شہادت کو قلمبند کر کے محفوظ کر جاؤں جس سے ثابت ہو سکے کہ محسن ملت قائد اعظم کا قرآن حکیم کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق تھا۔ اس احساس کی شدت اس خیال سے اور بھی بڑھ گئی کہ کل قیامت کے دن کم از کم اس باز پرس سے بچ جاؤں کہ جب یہ اتنی بڑی شہادت تمہارے پاس موجود تھی تو تم اسے اپنے سینے میں مستور رکھ کر دنیا سے کیوں چلے گئے۔ لیکن میری نقاہت راستے میں بری طرح حائل تھی۔ اس مشکل کا حل میرے واجب الاحرام دوست پرویز صاحب نے پیش کر دیا۔ انہوں نے مزاج پرسی کے لئے ٹیلی فون کیا تو میں نے ان سے اپنے اس کرب کا اظہار بھی کیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں اپنے ایک معاون کو آپ کی خدمت میں بھیجے دیتا ہوں۔ آپ جو کچھ لکھنا چاہیں انہیں املا کرو دیجئے چنانچہ میں ان کے شکریے کے ساتھ یہ الفاظ املا کر رہا ہوں تاکہ یہ اس کے بعد "طرح اسلام" کے صفحات میں محفوظ ہو جائیں۔

پروپرائیٹر
مجلہ شفیقہ

دہلی روڈ صدر بازار
لاہور کینٹ

مارنگٹ سٹارٹلرز
جینٹس

عمل کر لئے گئے اس جمعیت کے نامزد صدر مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کا افتتاح کرنا تھا کہ سو اتفاق سے وہ دیوبند میں علیل ہو گئے ہیں۔ جمعیت کے ۲ اجلاس میں چند روز باقی ہیں۔ وہ اس میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔

یہ پس منظر بیان کرنے کے بعد قائد اعظم نے اپنے مخصوص "جرنل" انداز میں فرمایا کہ تم جلد از جلد خطبہ افتتاحیہ تیار کرو اور ۲۴، ۲۵۔ اکتوبر تک گلکتہ پہنچ جاؤ۔ وہ ضابطے کے اس قدر پابند تھے کہ انہوں نے کہا کہ تم "شعبہ عمومی سیاست"

میں میرے نائب کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کرو اور اس ضروری دینی خدمت کو سرانجام دو خاکسار نے ان کی اس سرفرازی پر شکریہ ادا کیا اور اس ضرورت کو اپنا اہم ترین فریضہ سمجھ کر رخصت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ ذرا غور جس شخص کے نائب بن کر تم وہاں جا رہے ہو اس کی پوزیشن کے متعلق چند بنیادی نکتے ذہن میں رکھ کر وہاں جاؤ ان کے سامنے میز پر قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا نسخہ رکھا تھا اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میرا اس حقیقت پر ایمان ہے کہ اس کتاب عظیم میں دنیا اور آخرت کی زندگیوں کے متعلق مکمل ضابطے اور آئین موجود ہیں تمدنی، معاشی اور اخلاقی، امن اور دائمی قواعد موجود ہیں عسکری تنظیم اور مملکت کے داخلی اور خارجی استحکام کے امن قوانین موجود ہیں لوگوں کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کے ابدی ضوابط موجود ہیں لیکن یہ قواعد اور ضوابط بالعموم اصولی حیثیت سے دیئے گئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اصول تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رہیں گے لیکن ان پر عمل پیرا اپنے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق ہوا جائے گا اسلامی مملکت کا فریضہ یہ ہوگا کہ وہ ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے قواعد و ضوابط مرتب اور نافذ کرے مثال کے طور پر انہوں نے کہا قرآن کریم میں یہ کہا گیا ہے کہ جرم کی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق دی جائے اس پر میں نے جرات کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے ذہن میں غالباً قرآن کریم کی وہ آیت ہے جس میں کہا گیا ہے جزاء اسیۃ سیمۃ مثلھا (۳۲/۴۰) اس پر انہوں نے فوراً قرآن مجید کھولا اور اس آیت کو دیکھ کر فرمایا کہ بے شک یہی آیت میرے ذہن میں تھی اس کے بعد ما کہ

کیوں نہ ہو گیا قائد اعظم کا قرآن مجید کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق تھا اور وہ اس باب میں کس قدر مخلص تھے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن میں اس میں ایک ذاتی واقعہ کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں جسے میں نے اپنی "شادت" کہہ کر پکارا ہے۔ ۱۹۳۵ء کے آخری ٹکٹ کی بات ہے جب قائد اعظم آل انڈیا مسلم لیگ کے اراکین کے ساتھ ممبئی (لاہور) میں قیام فرماتے۔ ایک دن جب میں اپنے مکان۔۔۔۔۔ چوالہ نمبر 1051/A میں بیٹھا ہوا تھا، قائد اعظم ریڈیو کا ایک نمائندہ میرے پاس پہنچا اور کہا کہ قائد اعظم نے مجھ خاکسار کو فوری طور پر یاد فرمایا ہے۔ میں فوراً چلنے کے لئے تیار ہوا لیکن پھر خیال آیا کہ۔۔۔ زبان یارمن ترکی و من ترکی نمی دانم۔۔۔ میں انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا اور قائد اعظم شاید میری زبان کو پوری طرح سمجھ نہ پائیں تو باہمی گفتگو کا نقشہ کیا ہوگا۔ اتفاق سے اس وقت میرے پاس مسٹر ایم مسعود کھدر (سابق آئی۔ سی۔ ایس) جو اس زمانے میں نواب شاہ کے ڈپٹی گزٹر تھے (بیٹھے تھے) میں نے ان سے ساتھ چلنے کے لیے کہا کہ وہ ترجمانی کے فرائض سرانجام دے سکیں۔ ہم محدث ولا پہنچے تو قائد اعظم ریڈیو ایک پھونے سے کہنے میں جس کا دروازہ بڑے ہال کی طرف بھی کھلتا تھا۔ میرے منتظر بیٹھے تھے۔ سلام مسنون کے بعد انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں ایک بڑے اہم دینی مقصد کے لئے بلایا ہے جمعیت العلماء ہند (دہلی) جس کے سرپرست مفتی کفایت اللہ (مرحوم) مولانا حسین احمد مدنی (مرحوم) اور مولانا ابوالکلام آزاد (مرحوم) جیسے نیشلت علماء برسوں سے تحریک پاکستان کی مخالفت میں سرگرم عمل ہیں، بہت سے علماء ہمارے ہم نوا بھی ہیں لیکن ان کی کوئی تنظیم نہیں۔ کچھ عرصہ سے یہ کوشش جاری تھی کہ ان علماء پر مشتمل ایک متوازی جمعیت قائم کی جائے۔ اس کا مرکز گلکتہ تجویز پایا اور مختلف صوبوں میں اس کی شاخیں بھی قائم کر دی گئیں۔ اس کا افتتاحی اجلاس چند دنوں کے بعد گلکتہ میں ہونا قرار پایا۔ اس سلسلے میں ملک بھر میں دعوت نامے بھی جاری کر دیئے اور مولانا راغب احسن (مرحوم) کے زیر سرکردگی ہند انتظامات بھی

عمر پہلے فتح مکہ کے وقت حلقہ گوش اسلام ہوئے تھے اس پر بعض گوشوں میں کچھ باتیں بھی ہونے لگیں لیکن جب حضور ﷺ نے اس کی مصلحت سمجھائی تو وہ بیک زبان پکار اٹھے کہ رضینا یا رسول اللہ ﷺ ----- حضور ﷺ مطمئن ہیں۔

وہ ان تفصیلات کو بڑے جذب و انہماک سے سن رہے تھے وہ اس گفتگو کے لئے زیادہ وقت دینا چاہتے تھے لیکن مسلم لیگ کی کارروائی کے اصرار پر انہیں اسے مختصر کرنا پڑا میں اٹھا تو فرمایا کہ جاتے جاتے ایک اور بنیادی نکتہ بھی ذہن میں لے کر جاؤ کہ میری نظر میں قرآن مجید کے فیصلے کے مطابق دو بدترین اور ناقابل معافی جرم ہیں ----- ایک شرک اور دوسرا تفرقہ ----- تفرقہ خواہ مذہبی پیشواؤں کے نام پر، خواہ سیاسی راہنماؤں کے نام پر ہو، وطنیت کے نام پر ہو، رنگ و نسل اور خون کے نام پر ہو بہر حال جرم عظیم ہے۔ ان دونوں جرائم میں سے پہلے جرم (شرک) کی سزا اخروی زندگی میں ملے گی لیکن دوسرے جرم (تفرقہ) کی سزا اس دنیا میں ذلت و خواری غلامی اور محکومی کی شکل میں ملے گی اور آخرت میں اس سے بھی بدتر شکل میں یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے تمام نوع انسان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے ----- ایک مومن اور دوسرے کافر ----- اسی کا نام دو قوی نظریہ ہے مومنین کے اندر کسی بنیاد پر تفرقہ ناقابل معافی جرم قرار پائے گا۔ اس نکتے کو خاص طور پر ذہن میں رکھنا جاؤ خدا حافظ۔

میں رخصت ہو کر آیا تو پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا کہ یہ شخص جسے عام طور پر صرف ایک بیہوش سمجھا جاتا ہے اس کی اسلام کے بنیادی اصولوں پر کتنی گہری نگاہ ہے اور اس شخص کے متعلق یہ کہنا کہ اس کے ذہن میں اسلامیت کی چیخت تک دکھائی نہیں دیتی کتنا بڑا کذب و افترا ہے میں نے حسب الارشاد خطبہ تیار کیا اور کلکتہ چلا گیا ہم چار دن وہاں رہے لیکن کیفیت یہ تھی کہ قائد اعظم جہاں بھی تھے ہم سے رابطہ قائم کئے رہے اور تفصیلات معلوم کرتے رہے ----- آخری اجلاس ختم ہونے سے پہلے ان کی طرف سے تنظیم کے متعلق بھی ضروری ہدایات موصول ہو گئیں اور قراردادوں کے سلسلے

دیکھو یہ ایک اصولی حکم ہے اور ابدی یہ دیکھنا اسلامی مملکت کا یہ ہوگا کہ معاشرہ کے عام حالات کی روشنی میں کس جرم کی سزا دینی ہوئی چاہیے جو قرآن کے اس اصول کے مطابق ہو۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے یہ معنی قوانین مرتب فرمائے۔ اس پر میں نے پھر سلسلہ کلام منقطع کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے ایسا کچھ خود اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کیا تھا جس کی رو سے کما گیا تھا کہ دشادرم فی الامم (۳/۱۵۸) انہوں نے پھر قرآن کریم کو کھولا اور اس آیت کو نکال کر کہا کہ بات بالکل واضح ہے اگر قرآن مجید کے اصولی احکام کے جزئی قوانین مرتب کرنے کی اجازت نہ ہوتی تو مشاورت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ حضور کے بعد امت کو بھی اسی طرح تدوین قوانین کرنی ہوگی میں نے عرض کیا کہ اس کے لئے بھی خدا کا حکم موجود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وامروہم شوریٰ بینہم (۴۲/۳۸) انہوں نے پھر قرآن کریم سے یہ آیت نکالی اور کہا کہ خدا کی یہ ہدایت ہماری راہنمائی کے لئے کس قدر واضح ہے۔ اسلامی مملکت جس کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں کے آئین کی بنیاد یہی ہوگی۔

قائد اعظم ﷺ ان باتوں میں مصروف تھے اور کمرے کا دروازہ باہر سے کھٹکھٹایا جارہا تھا کیونکہ مسلم لیگ کے اراکین ضروری کارروائی کے لئے مضطرب تھے اس پر میں نے اٹھنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں تمہیں کچھ نظر معلوم ہوں تو مثال کے طور پر مجھے بتاؤ میں نے عرض کیا کہ سورۃ الانفال کی پہلی آیت میں جنگ میں حاصل شدہ مال کے متعلق ایک اصولی حکم ہے کہ وہ مال اللہ اور رسول ﷺ کا ہوگا تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مختلف جنگوں میں حاصل شدہ مال غنیمت کی تقسیم مختلف انداز سے ہوئی ----- جنگ بدر کے خاتمہ پر ایک انداز سے خیر کی فتح کے بعد دوسرے انداز سے جنگ خندق اور ہوازن میں جو بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے وہ سارے کا سارا مال ان مجاہدین میں تقسیم کر دیا جو ابھی کچھ

میں بھی -

ان قرار دادوں میں یہ کہا گیا تھا کہ -

(۱) تحریک پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ پر ہے جو قرآن مجید کا عطا فرمودہ غیر متبدل اصول ہے

(۲) اگر خدا نے تحریک پاکستان کو کامیابی عطا فرمائی تو اس سر زمین میں حضور خاتم النبیین ﷺ کی طرز پر حکومت قائم ہوگی جس کا نام خلافت علی منہاج نبوت ہوگا ، بالفاظ دیگر اس حکومت کے ہر دائرے میں قرآن حکیم کی حکمرانی ہوگی -

(۳) اکھنڈ بھارت کی اسکیم کا مردانہ وار مقابلہ کیا جائے گا اور اسے کسی صورت میں بھی قبول نہیں کیا جائے گا -

یہ اور ان کے علاوہ کچھ تنظیمی قرار دادیں اس مرد مومن کی ہدایات کے مطابق مرتب اور منظور کی گئیں جسے ایک گوشے سے کافر اعظم کہہ کر پکارا جاتا تھا اور دوسرے گوشے سے آواز بلند کی جاتی تھی کہ اس کی اسکیم کے مطابق جو مملکت قائم ہوگی اس میں حکومت ہندوؤں کی کافرانہ حکومت سے بھی بدتر ہوگی


تفصیل پاکستان کے بعد قائد اعظم کے پیش نظر سب سے پہلا اور سب سے اہم مقصد اس سر زمین کی سرحدوں کا تحفظ تھا اور جن لوگوں کی آنکھوں پر حسد اور تعصب نے پٹی نہیں باندھ دی انہیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ایسا کرنا خود قرآن مجید ہی کے ارشاد کی قبیل میں تھا وہ تفصیل پاکستان کے بعد ایک سال تک زندہ رہے --- زندہ کیا ، یوں کہہ سکتے ہیں کہ صرف سانس لیتے رہے اور جس مملکت مرض کا وہ شکار ہو گئے تھے اسے ایک راز کی طرح سینے میں چھپائے رکھا - لیکن اس ایک سال کے عرصہ میں انہوں نے اندرون ملک کی تنظیم اور بیرونی خطرات کی مدافعت کے سلسلے میں جو کچھ کیا اسے دکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر نحیف و زار مریض شخص جس قوت ایمانی کے بل بوتے پر کیا کچھ کر سکتا ہے میں مختلف مکتبوں اور دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرتا رہا - بڑی بڑی نامور ہستیوں سے شرف تلمذ اور تعارف حاصل رہا میں نے سیاسی لیڈروں کو بھی دیکھا اور مذہبی رہنماؤں کو بھی نیکن مجھے پوری زندگی میں قائد اعظم ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخصیت متاثر نہ کر سکی میں نے

ایک کو ان سے کمتر پایا --- بلندی کردار کے اعتبار سے بھی اور قرآنی بصیرت کے نفع سے بھی اس قسم کے انسان صدیوں میں جا کر پیدا ہوتے ہیں جو لوگ ان کے خلاف آج ہڈیاں بک رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ چاند پر تھوکا خود اپنے منہ پر آیا کرتا ہے ان میں سے کوئی ایک تو کجا سب مل کر بھی اس بطل جلیل کے غبار راہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے - اللہ اسے اپنے صحاب کرم کے سائے میں رکھے -

والسلام

خاکسار - غلام مرشد (سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور ۱۹۳۵-۶۱)

ماہنامہ ”طلوع اسلام“ ۱۱ نومبر ۱۹۷۹ء



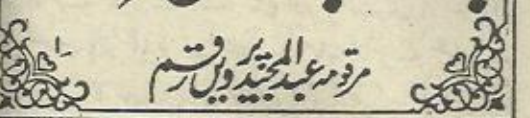
یا صاحبِ الجلالِ یا سید البشر

مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ تَوَدَّ الْقَمَرُ

لَا يُكْبِنُ لِبَشَرٍ شَأْنًا كَمَا كَانَ حَقُّهُ

بَعْدَ خَدَائِكَ تَوَدَّ مَخْضَرُ

مرفوعہ عبد المجید دین رسم



حوالہ جات

- (۱) محمد میاں سومرو: حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول، مکتبہ شیخ الاسلام رحیم یار خان ص ۱۹۸
- (۲) عبدالرحمن منشی: نروار قائد اعظم، شیخ اکیڈمی لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۵۶
- (۳) ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) جون ۱۹۳۸ء ص ۴۹
- (۴) معین الدین عقیل، ڈاکٹر: مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ص ۷۰
- (۵) محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلیسی کیشنر لاہور ۱۹۹۱ء ص ۶۳-۶۴
- (۶) ۱-۴ Abul Kalam Azad: India wins Freedom Orient Longman limited Madras 1988 page-4
- ب- حسین احمد دیوبندی، مولوی: نقش حیات جلد دوم، دارالاشاعت کراچی ص ۵۵۰
- (۷) محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلیسی کیشنر لاہور ۱۹۹۱ء ص ۸۸-۸۹
- (۸) وحید قریشی، ڈاکٹر: منتخب مقالات اقبال ریویو، اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۳ء ص ۳۰۰-۳۰۱ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے
- ۱ ابوالاعلیٰ مودودی: بانگ مخر، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۵۶
- ب ابوالاعلیٰ مودودی: صدائے رستاخیز، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۵۱
- (۹) Rajindar Prasad Dr: India Divided Book Traders Lahore Page -123
- (۱۰) رئیس احمد جعفری: قائد اعظم اور ان کا عہد، مقبول اکیڈمی لاہور ص ۱۳
- (۱۱) Khalid B. Sayeed: Pakistan The formative Phase 'Oxford University Press Karachi 1978 page -50
- (۱۲) Sharif Al mujahid: Quid - I - Azam Jinnah Quid - II - Azam Academy Karachi 1981 page -191-192
- (۱۳) ایچ بی خان: برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد ۱۹۸۵ء ص ۲۷۵
- (۱۴) محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلیسی کیشنر لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۵۹
- (۱۵) محمد یوسف بھٹہ مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۸۳ء ص ۲۵۱
- (۱۶) ظفر علی خان: بہارستان، مکتبہ کاروان لاہور ص ۳۷۰-۳۷۱
- (۱۷) Jawaharlal Nehru: An Autobiography 'John Lane the Bodley Head London 1936 Page -160
- (۱۸) محمد مسعود احمد، پروفیسر: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، رضا پبلیسی کیشنر لاہور ۱۹۷۹ء ص ۲۳۵
- (۱۹) گلین احمد ضیاء ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبیل پبلیسی کیشنر کراچی ۱۹۸۸ء ص ۳۲
- (۲۰) شورش کاشمیری: پس دیوار زنداں، مطبوعات چٹان لاہور ص ۳۱۸-۳۱۹
- (۲۱) ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) جون ۱۹۳۲ء ص ۶۵
- (۲۲) افتخار، خواجہ: جب امر تر جل رہا تھا، خواجہ پبلشرز لاہور ۱۹۸۳ء ص ۵۱
- (۲۳) C.H. Philips: The partition of India 'George Allen and uninwin limited London 1970 Page - 220
- (۲۴) سرفراز حسین مرزا: تحریک پاکستان نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں، پاکستان سٹڈی سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۸۷ء ص ۷۶
- (۲۵) محمد منور، پروفیسر: تحریک پاکستان تاریخی خداخال، پیپ بورڈ پرنٹرز راولپنڈی ۱۹۹۲ء ص ۳۸

شہر لاہور کی مہمانداری کاروائیتی انداز بڈا سویت هاؤس کی مٹھائیاں



لاہور

ہماری ثقافت کا ایک

عظیم ورثہ

کہتے ہیں جو ایک بار

لاہور آیا وہ لاہوری

کا ہو کر رہ گیا۔

یہاں کے تاریخی مقامات کی سیر

اور زندہ دلائل لاہور کی روایتی

مہمانداری کوئی نہیں بھول سکتا۔



بڈا

سویت هاؤس



کی لذت اور خوش ذائقہ مٹھائیاں

ایسا مزہ جو ہمیشہ ساتھ رہے

ہمیشہ یاد رہے

Butt

sweet house

سویت هاؤس، بیکرز اینڈ کفیکشنرز

۱۰-مین وحدت روڈ لاہور

۱۶-میکلوڈ روڈ (لکشمی چوک) لاہور